صدائے منبر

جلد سوم

تالیف: حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب مدظلہ

ناشر: مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد

صدائے منبر

جلد سوم

جس میں گناہ بے لذت یعنی مسئلہ طلاق، طلاق تک پہنچانے والے اسباب، طلاق میں پیدا شدہ غلط فہمیوں کا ازالہ، طلاق سے پہلے بیوی کے اصلاح کے چار طریقے، طلاق کا شرعی طریقہ، ڈاڑھی صاف کرانے اور کتروانے، اصلاح عقیدہ اور دیگر موضوعات پر مشتمل مدلل مرتب بائیس خطبات شامل ہیں خطباء اور آئمہ حضرات کے لئے لاجواب تحفہ عوام اور خواص کے لئے یکساں مفید

تالیف:

حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب مدظلہ

استاذ حدیث

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ الفریدیۃ ای سیون اسلام آباد

وخطیب جامع مسجد طیبہ، چمن زار کالونی، راولپنڈی

ناشر

مکتبہ فریدیہ، ای سیون اسلام آباد

فون نمبر: 051-2653178 موبائل: 0333-5221278

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	صدائے منبر (جلد ثالث)
تالیف	مولانا مفتی محمد امین صاحب
طباعت دوازدہم	جون 2013ء رجب المرجب 1434ھ
ناشر	مکتبہ فریدیہ اسلام آباد
طباعت باہتمام	عبدالقدیر 0300-4339699
تعداد	1100
قیمت	

ملنے کے پتے

مکتبہ فریدیہ E/7 اسلام آباد
کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
قرآن محل کمیٹی چوک راولپنڈی
مکتبہ محمودیہ صوابی
مکتبہ عباسیہ تیمرگرہ
مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک
دار الاخلاص محلہ جنگی پشاور
مکتبہ احرار مردان
مکتبہ رشیدیہ منگورہ سوات
مکتبہ العارفی فیصل آباد
مکتبۃ الحسن اردو بازار لاہور
مکتبہ خلیل اردو بازار لاہور
مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
مکتبۃ العلم اردو بازار لاہور
مکتبہ فاروقیہ رائے ونڈ
مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی
اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

اجمالی فہرست مضامین

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۲۲	گناہ بے لذت	☆
۲۳	پہلی تقریر	☆
۳۶	دوسری تقریر	☆
۳۷	اکٹھی تین طلاقیں دینا گناہ بے لذت	☆
۵۰	تیسری تقریر	☆
۵۱	مسئلہ طلاق میں پیدا شدہ غلط فہمیوں کا ازالہ	☆
۶۷	چوتھی تقریر	☆
۶۸	طلاق کے بارے میں غلط فہمیاں، قسط (۳)	☆
۸۰	پانچویں تقریر	☆
۸۱	طلاق تک پہنچانے والے اسباب میں سے پہلا سبب بے دین ہونا	☆
۹۸	چھٹی تقریر	☆
۹۹	طلاق تک پہنچانے والا تیسرا سبب رشتے کا غلط انتخاب	☆

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۱۱۲	ساتویں تقریر	☆
۱۱۳	طلاق تک پہنچانے والا تیسرا سبب شادی بیاہ میں گناہوں کی کثرت	☆
۱۳۲	آٹھویں تقریر	☆
۱۳۳	طلاق تک پہنچانے والا چوتھا سبب میاں بیوی کا ایک دوسرے کے حقوق ادا نہ کرنا، قسط(۲)	☆
۱۴۸	نویں تقریر	☆
۱۴۹	طلاق تک پہنچانے والا چوتھا سبب قسط(۲)	
۱۶۷	دسویں تقریر	
۱۶۸	طلاق تک پہنچانے والا پانچواں سبب غصہ میں بے قابو ہو جانا، قسط(۱)	☆
۱۸۱	گیارھویں تقریر	☆
۱۸۲	طلاق تک پہنچانے والا پانچواں سبب غصے میں بے قابو ہو جانا، قسط(۲)	☆
۱۹۴	بارھویں تقریر	☆
۱۹۵	طلاق تک پہنچانے والا پانچواں سبب غصے میں بے قابو ہو جانا، قسط(۳)	☆
۲۰۷	تیرھویں تقریر	☆

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
☆	طلاق سے پہلے بیوی کے اصلاح کے چار طریقے اور طلاق دینے کا شرعی طریقہ،	۲۰۸
☆	چودھویں تقریر	۲۲۲
☆	داڑھی صاف کرانا اور کرتوانا گناہ بے لذت، قسط (۱)	۲۲۳
☆	پندرھویں تقریر	۲۳۶
☆	داڑھی صاف کرانا اور کرتوانا گناہ بے لذت، قسط (۲)	۲۳۷
☆	سولہویں تقریر	۲۴۹
☆	داڑھی صاف کرانا اور کرتوانا گناہ بے لذت، قسط (۳)	۲۵۰
☆	سترھویں تقریر	۲۶۶
☆	داڑھی صاف کرانا اور کرتوانا گناہ بے لذت، قسط (۴)	۲۶۷
☆	اٹھارویں تقریر	۲۸۰
☆	داڑھی صاف کرانا اور کرتوانا گناہ بے لذت، قسط (۵)	۲۸۱
☆	انیسویں تقریر	۲۹۵
☆	شلوار کا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا گناہ بے لذت	۲۹۶
☆	بیسویں تقریر	۳۱۲
☆	راستے میں تکلیف دہ چیز ڈالنا گناہ بے لذت	۳۱۳
☆	عنوان......... عقائد کا بیان	۳۲۵
☆	پہلی تقریر	۳۲۶

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۳۲۷	اصلاحِ عقیدہ کی اہمیت، قسط (۱)	☆
۳۳۸	دوسری تقریر	☆
۳۳۹	اصلاحِ عقیدہ کی اہمیت، قسط (۲)	☆
۳۵۲	نوٹ	☆

تفصیلی فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	پیش لفظ	۱۸
۲	انتساب	۲۱
۳	عنوان.... گناہ بے لذت	۲۲
۴	**پہلی تقریر**	۲۴
۵	تمہیدی بات	۲۵
۶	تمہید	۲۶
۷	ہماری بے فکری کا سبب	۲۷
۸	یقین کے تین درجے	۲۹
۹	**دوسری تقریر**	۳۶
۱۰	اکٹھی تین طلاقیں دینا گناہ بے لذت	۳۷
۱۱	پہلی بات	۳۹
۱۲	دوسری بات	۴۳
۱۳	پہلی غلط فہمی	۴۳
۱۴	دوسری غلط فہمی	۴۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۵	تیسری غلط فہمی	۴۷
۱۶	چوتھی غلط فہمی	۴۷
۱۷	پانچویں غلط فہمی	۴۸
۱۸	**تیسری تقریر**	۵۰
۱۹	مسئلہ طلاق میں پیدا شدہ غلط فہمیوں کا ازالہ	۵۱
۲۰	عقل کی مخالفت	۵۲
۲۱	قرآن کی خلاف ورزی	۵۳
۲۲	حدیث کی خلاف ورزی	۵۴
۲۳	ائمہ اربعہ اور باقی محدثین کی مخالفت	۵۵
۲۴	ایک غلط فہمی کا ازالہ	۶۴
۲۵	**چوتھی تقریر**	۶۷
۲۶	طلاق کے بارے میں غلط فہمیاں قسط (۳)	۶۸
۲۷	ایک شبہ اور اسکا ازالہ پہلی مثال	۷۳
۲۸	دوسری مثال	۷۴
۲۹	تیسری مثال	۷۵
۳۰	ایک شبہ اور اسکا ازالہ	۷۷
۳۱	**پانچویں تقریر**	۸۰
۳۲	طلاق تک پہنچانے والے اسباب میں سے پہلا سبب بے دین ہونا	۸۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۳	تمہیدی بات	۸۱
۳۴	ایک شبہ کا ازالہ	۸۵
۳۵	پہلا کام	۸۸
۳۶	دوسرا کام	۹۶
۳۷	تیسرا کام	۹۶
۳۸	**چھٹی تقریر**	۹۸
۳۹	طلاق تک پہنچانے والا دوسرا سبب راستے کا غلط انتخاب	۹۹
۴۰	سب سے پہلا کام	۱۰۱
۴۱	دوسرا کام	۱۰۳
۴۲	تیسرا کام	۱۰۵
۴۳	چوتھا کام	۱۰۶
۴۴	**ساتویں تقریر**	۱۱۲
۴۵	طلاق تک پہنچانے والا تیسرا اسباب شادی بیاں میں گن:و کی کثرت	۱۱۳
۴۶	پہلی بات	۱۱۴
۴۷	دوسری بات	۱۱۷
۴۸	تیسری بات	۱۲۰
۴۹	پہلی آیت	۱۲۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۰	دوسری آیت	۱۲۱
۵۱	تیسری آیت	۱۲۲
۵۲	دوسرا بڑا گناہ	۱۲۴
۵۳	تیسرا بڑا گناہ	۱۲۴
۵۴	چوتھا بڑا گناہ	۱۲۶
۵۵	**آٹھویں تقریر**	۱۳۲
۵۶	طلاق تک پہنچانے والا چوتھا سبب میاں بیوی کا ایک دوسرے کے حقوق ادا نہ کرنا (۱)	۱۳۳
۵۷	پہلی بات	۱۳۵
۵۸	قرآن کریم کا ارشاد	۱۴۲
۵۹	سرکار دو عالم ﷺ کا ارشاد	۱۴۲
۶۰	آپ ﷺ کا عمل	۱۴۳
۶۱	پہلا کام	۱۴۵
۶۲	دوسرا کام	۱۴۶
۶۳	**نویں تقریر**	۱۴۸
۶۴	طلاق تک پہنچانے والا چوتھا سبب میاں بیوی کا ایک دوسرے کے حقوق ادا نہ کرنا (۲)	۱۴۹
۶۵	سابقہ مضمون سے ربط	۱۵۰

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۶	تمہیدی بات	۱۵۰
۶۷	نیک عورت کی پہلی صفت	۱۵۱
۶۸	نیک عورت کی دوسری صفت	۱۵۹
۶۹	عورتوں کی پہلی غلط فہمی	۱۶۰
۷۰	عورتوں کی دوسری غلط فہمی	۱۶۱
۷۱	نیک عورت کی تیسری صفت	۱۶۴
۷۲	نیک عورت کی چوتھی صفت	۱۶۴
۷۳	نیک عورت کی پانچویں صفت	۱۶۵
۷۴	**دسویں تقریر**	۱۶۷
۷۵	طلاق تک پہنچانے والا پانچواں سبب غصے میں بے قابو ہو جانا، قسط(۱)	۱۶۸
۷۶	تمہیدی بات	۱۶۹
۷۷	پہلی بات	۱۷۳
۷۸	دوسری بات غصہ کے نقصانات	۱۷۴
۷۹	تیسری بات	۱۷۷
۸۰	غصہ کو ضبط کرنے کے فضائل	۱۷۷
۸۱	پہلی فضیلت	۱۷۷
۸۲	**گیارھویں تقریر**	۱۸۱

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۱۸۲	طلاق تک پہنچانے والا پانچواں سبب غصے میں بے قابو ہو جانا، قسط(۲)	۸۳
۱۸۳	دوسری فضیلت	۸۴
۱۸۵	تیسری فضیلت	۸۵
۱۸۵	چوتھی فضیلت	۸۶
۱۸۶	پانچویں فضیلت	۸۷
۱۸۶	چھٹی فضیلت	۸۸
۱۸۷	پہلا واقعہ	۸۹
۱۸۹	دوسرا واقعہ	۹۰
۱۹۱	غصے کا پہلا علاج	۹۱
۱۹۳	**بارھویں تقریر**	۹۲
۱۹۵	طلاق تک پہنچانے والا پانچواں سبب غصے میں بے قابو ہو جانا، قسط(۳)	۹۳
۱۹۶	غصے کو قابو کرنے کا دوسرا علاج	۹۴
۱۹۹	غصے کو قابو کرنے کا چوتھا علاج	۹۵
۲۰۵	غصے کو قابو کرنے کا پانچواں علاج	۹۶
۲۰۵	غصے کو قابو کرنے کا چھٹا علاج	۹۷
۲۰۷	**تیرھویں تقریر**	۹۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۹۹	طلاق سے پہلے بیوی کی اصلاح کے چار طریقے، اور طلاق کا شرعی طریقہ	۲۰۸
۱۰۰	اصلاح کا پہلا طریقہ	۲۱۰
۱۰۱	پہلی بات	۲۱۰
۱۰۲	دوسری بات	۲۱۱
۱۰۳	تیسری بات	۲۱۲
۱۰۴	چوتھی بات	۲۱۲
۱۰۵	پانچویں بات	۲۱۲
۱۰۶	اصلاح کا دوسرا طریقہ	۲۱۳
۱۰۷	اصلاح کا تیسرا طریقہ	۲۱۴
۱۰۸	دوسری بات	۲۱۶
۱۰۹	نوٹ	۲۲۱
۱۱۰	**چودھویں تقریر**	۲۲۲
۱۱۱	داڑھی صاف کرانا اور منڈانا گناہ بے لذت، قسط (۱)	۲۲۳
۱۱۲	پہلی وجہ	۲۲۵
۱۱۳	دوسری وجہ	۲۲۷
۱۱۴	تیسری وجہ	۲۲۹
۱۱۵	چوتھی وجہ	۲۳۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۱۶	پہلی وجہ	۲۳۴
۱۱۷	**پندرھویں تقریر**	۲۳۶
۱۱۸	داڑھی صاف کرانا اور منڈانا گناہ بے لذت، قسط (۲)	۲۳۷
۱۱۹	سابقہ مضمون سے ربط	۲۳۸
۱۲۰	دوسری وجہ	۲۳۸
۱۲۱	تیسری وجہ	۲۳۹
۱۲۲	مرزا قتیل کا واقعہ	۲۴۰
۱۲۳	چوتھی وجہ	۲۴۲
۱۲۴	پانچویں وجہ	۲۴۷
۱۲۵	**سولھویں تقریر**	۲۴۹
۱۲۶	داڑھی صاف کرانا اور منڈانا گناہ بے لذت، قسط (۳)	۲۵۰
۱۲۷	پہلا شبہ	۲۵۱
۱۲۸	پہلی بات	۲۵۲
۱۲۹	دوسری بات	۲۵۵
۱۳۰	پہلا جواب	۲۵۹
۱۳۱	دوسرا جواب	۲۶۰
۱۳۲	تیسرا جواب	۲۶۱
۱۳۳	چوتھا جواب	۲۶۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۳۴	**سترہویں تقریر**	۲۶۶
۱۳۵	داڑھی صاف کرانا اور منڈانا گناہ بے لذت، قسط (۴)	۲۶۷
۱۳۶	دوسرا شبہ	۲۶۸
۱۳۷	جواب	۲۶۸
۱۳۸	تیسرا شبہ	۲۶۹
۱۳۹	جواب	۲۶۹
۱۴۰	چوتھا شبہ	۲۷۱
۱۴۱	جواب	۲۷۱
۱۴۲	ہائے افسوس مسلمانو	۲۷۳
۱۴۳	پانچواں شبہ	۲۷۴
۱۴۴	جواب	۲۷۴
۱۴۵	چھٹا شبہ	۲۷۶
۱۴۶	جواب	۲۷۶
۱۴۷	ساتواں شبہ	۲۷۸
۱۴۸	جواب	۲۷۸
۱۴۹	**اٹھارویں تقریر**	۲۸۰
۱۵۰	داڑھی صاف کرانا اور منڈانا گناہ بے لذت، قسط (۵)	۲۸۱
۱۵۱	آٹھواں شبہ	۲۸۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۵۲	جواب	۲۸۱
۱۵۳	پہلی دلیل	۲۸۷
۱۵۴	دوسری دلیل	۲۸۸
۱۵۵	نواں اور آخری شبہ	۲۸۸
۱۵۶	پہلی بات	۲۸۸
۱۵۷	دوسری بات	۲۸۹
۱۵۸	تیسری بات	۲۹۰
۱۵۹	پہلی حدیث	۲۹۰
۱۶۰	دوسری حدیث	۲۹۱
۱۶۱	تیسری حدیث	۲۹۱
۱۶۲	چوتھی بات	۲۹۲
۱۶۳	پہلی بات	۲۹۳
۱۶۴	دوسری بات	۲۹۳
۱۶۵	آخری بات	۲۹۴
۱۶۶	**انیسویں تقریر**	۲۹۵
۱۶۷	شلوار کا ٹخنوں کے نیچے لٹکانا گناہ بے لذت	۲۹۶
۱۶۸	تمہیدی بات	۲۹۷
۱۶۹	پہلی علامت	۳۰۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۷۰	دوسری علامت	۳۰۹
۱۷۱	**بیسویں تقریر**	۳۱۲
۱۷۲	راستے میں تکلیف دہ چیز کا ڈالنا گناہ بے لذت	۳۱۳
۱۷۳	پہلی حدیث	۳۱۹
۱۷۴	دوسری حدیث	۳۱۹
۱۷۵	تیسری حدیث	۳۲۰
۱۷۶	چوتھی حدیث	۳۲۰
۱۷۷	**عنوان** ..... عقائد کا بیان	۳۲۵
۱۷۸	**پہلی تقریر**	۳۲۶
۱۷۹	اصلاح عقیدہ کی اہمیت، قسط (۱)	۳۲۷
۱۸۰	پہلی وجہ	۳۳۲
۱۸۱	**دوسری تقریر**	۳۳۸
۱۸۲	اصلاح عقیدہ کی اہمیت، قسط (۲)	۳۳۹
۱۸۳	پہلی آیت	۳۴۲
۱۸۴	دوسری آیت	۳۴۳
۱۸۵	تیسری آیت	۳۴۳
۱۸۶	آخری بات	۳۵۰
۱۸۷	نوٹ	۳۵۲

پیش لفظ

محترم قارئین، الحمد للہ تھوڑے سے عرصے میں صدائے منبر جلد اوّل کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور میرے اساتذہ اور والدین کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔

جلد اوّل کے منظر عام پر آنے کے بعد سے ہی ملک کے اطراف واکناف سے خطوط اور ٹیلی فون کے ذریعے صدائے منبر کی جلد ثانی شائع کرنے پر اصرار بڑھتا گیا، لیکن اس کوچہ میں قدم رکھنے والے ہی جانتے ہیں کہ یہ اتنا آسان کام نہیں ہے جتنا سمجھا جاتا ہے، بندہ کے پاس غیر مرتب صورت میں مواد تو موجود تھا، لیکن اس کو ترتیب دینے کیلئے فراغت بھی چاہئے تھی اور پھر اس کو شائع کرنے کیلئے سرمائے کی بھی ضرورت تھی، خدا کی شان کہ بندہ کے پاس یہ دونوں چیزیں تقریباً نہ ہونے کے برابر تھیں مگر احباب کے اصرار پر بندہ بادل ناخواستہ تیار ہو گیا اور کام شروع کر دیا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بالکل قلیل مدت میں تقاریر کا ایک معتدبہ حصہ تیار ہو گیا، سردست ان ہی کو عجلت میں ترتیب دیکر شائع کیا جارہا ہے۔

محترم قارئین ان تقاریر کا مطالعہ کرنے سے قبل یہ بات آپ کے ذہن

میں رہنی چاہئے کہ یہ تقاریر نہ تو ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے نقل کی گئیں ہیں اور نہ ہی بیان کے دوران کسی سامع نے ان کو قلمبند کیا ہے بلکہ ان کے مرتب کرنے اور جمع ہونے کی صورت یہ ہوتی تھی کہ بندہ جمعہ کی تیاری کیلئے مختلف کتب کا مطالعہ کر کے ایک مضمون تیار کرلیتا تھا پھر اپنی یادداشت کیلئے اس کو لکھ بھی لیا کرتا تھا شائع کرنے کا جب ارادہ ہوا، تو اسی لکھے ہوئے مواد کو ترتیب دیکر تقریر کا لباس پہنادیا گیا، بندہ نے اپنے طور پر پوری کوشش کی کہ قارئین کے سامنے یہ تحریر اس انداز سے پیش کی جائے جیسے ایک مقرر سامعین کے سامنے تقریر کرتا ہوتا ہے لیکن میں اپنی اس کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں یہ فیصلہ کتاب پڑھنے والے قارئین نے کرنا ہے۔

بہر حال اس سلسلے میں جو کوتاہیاں اور لغزشیں آپ کو نظر آئیں بندہ ان پر پیشگی معذرت خواہ بھی ہے اور اصلاح کا طالب بھی آپ حضرات سے درد مندانہ گذارش ہے کہ فروگذاشتوں پر ضرور مطلع فرمائیں انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کی کوشش کی جائے گی۔

آخر میں میں اپنے ان تمام احباب اور مخلصین کا شکر گذار ہوں جنہوں نے اس کام میں تعاون کیا خاص کر برادر محترم حضرت مولانا عبد الغفار صاحب دامت ب، کاتہم اور مولانا شاہ عبداللہ صاحب اور مولانا محمد علی صاحب (مدرسین جامعہ فریدیہ اسلام آباد) ان حضرات نے بڑا تعاون کیا تصحیح اور کتابت کے تمام مراحل میں شریک رہے اور وقتاً فوقتاً مفید مشوروں سے نوازتے رہے

اللہ تعالیٰ ان تمام محسنین کو اپنی شایان شان بدلہ عطاء فرمائے اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ بندہ کی اس حقیر سی کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطاء فرمائے بندہ کیلئے اور بندہ کے والدین اور بندہ کے تمام اساتذہ و مشائخ کیلئے اس کو صدقہ جاریہ بنائے اور اس سلسلے کو اخلاص کے ساتھ آگے بڑھانے کی توفیق عطاء فرمائے اور اس کے لئے وسائل کا بھی انتظام فرمائے۔ آمین ثم آمین

قارئین کرام سے عاجزانہ درخواست ہے کہ اس ناچیز کو اپنی مخصوص دعاؤں میں فراموش نہ فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بہترین صلہ عطاء فرمائے۔

فللّٰه الحمد اولاً وآخراً والصّلاة والسلام علی خیر خلقه دائماوسرمدا۔

محمد امین
مدرس جامعۃ العلوم الاسلامیہ الفریدیہ
ای سیون اسلام آباد

انتساب

میں اپنی اس حقیری کوشش کو منسوب کرتا ہوں اپنے مشفق اساتذہ کرام استاذ العلماء حضرت مولانا فخر الدین صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور استاذ العلماء حضرت مولانا عبد الجبار صاحب دامت برکاتہم العالیہ (مدرسہ عربیہ دار الھدیٰ چوکیرہ ضلع سرگودھا) کے نام جن کی شفقتوں اور نیم شبی دعاؤں نے بندہ کو اس میدان میں قدم رکھنے کے قابل بنایا، اللہ تعالیٰ ان دونوں بزرگوں کے علم و عمل میں اور ان کی عمر میں برکت عطاء فرمائے اور ان کا ٹھنڈا سایہ عافیت کے ساتھ ہمارے سروں پر دراز فرمائے۔

(آمین ثم آمین)

☆
☆☆☆
☆☆☆☆☆
☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

☆ عنوان ☆

☆ گناہ بے لذت ☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
☆☆☆☆
☆☆
☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عنوان

گناہ بے لذت

اس عنوان پر چھ ماہ سے زائد بیان ہوتا رہا ۔ اس میں سے چند اہم خطبات آپ کے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں اور الحمد للہ جلد اوّل کے مضامین کی طرح یہ مضامین بھی مرتب اور آپس میں ایسے مربوط ہیں کہ اگر کوئی طویل تقریر کرنا چاہے تو دو یا تین تقریروں کو ملا کر بھی کر سکتا ہے اور اگر کوئی مختصر تقریر کرنا چاہے تو ایک تقریر کو دو حصوں میں تقسیم بھی کیا جا سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پہلی تقریر

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پہلی تقریر

تمہیدی بات

گناہوں کے بارے میں ہماری بے فکری کا سبب اور اسکا ازالہ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَذَرُوا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ

سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ صدق الله العظیم

(سورۂ انعام پ ۸ / ع ۱)

آیت کا ترجمہ اور مفہوم یہ ہے تم ظاہری اور باطنی سب گناہ چھوڑ دو بے شک جو لوگ گناہ کرتے ہیں عنقریب اپنے کئے کی سزا پائیں گے۔ (ترجمہ حضرت لاہوریؒ)

تمہید :

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے پردہ فرمائے ہوئے چودہ سو سال کا زمانہ گذر چکا ہے زمانہ جیسے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہوتا جارہا ہے بے دینی اور بے عملی کا سیلاب اتنی ہی تیزی سے آتا چلا جارہا ہے آج گناہوں سے بچنا اور دین پر قائم رہنا ایسا مشکل ہوگیا ہے جیسے انگارے کو ہاتھ میں تھامنا 'مسلمانوں کی بڑی تعداد کو تو اس کی فکر ہی نہیں کہ وہ جو کام کررہے ہیں وہ گناہ ہے یا نیکی کا کام ہے حلال ہے یا حرام ہے 'جائز ہے یا ناجائز ہے 'اس کام کے کرنے سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہوتے ہیں یا ناراض'

میرے دوستو اور بزرگو اس بے فکری کا یہ نتیجہ نکلا کہ آج مسلمانوں کی اکثریت بے شمار ایسے ایسے گناہوں میں بھی مبتلا ہوگئی ہے جن گناہوں کے کرنے میں دنیا کا کوئی فائدہ نہیں ہے نہ کوئی خواہش پوری ہوتی ہے نہ لذت اور مزہ آتا ہے 'غرض دنیا کا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور اگر ان کو چھوڑ دیا جائے تو دنیا کا کوئی نقصان نہیں ہوتا نہ ان کے چھوڑنے سے کوئی تکلیف اور مشقت ہوتی ہے نہ عزیز داری کے ناراض ہونے کا خطرہ ہوتا ہے نہ دوست احباب کے روٹھنے کا خدشہ ہوتا ہے غرض دنیا کا کوئی ایک ذرہ برابر بھی نقصان نہیں ہوتا 'میرے

دوستو اور بزرگو آج مسلمانوں کی اکثریت ایسے بے شمار گناہوں میں محض غفلت اور جہالت کی وجہ سے مبتلا ہے '

اللہ پاک نے دل میں یہ بات ڈالی کہ جمعے کے بیان میں کچھ عرصہ ایسے گناہ بیان کئے جائیں شاید اللہ کے کسی بندے کو توفیق ہو جائے' مگر ان گناہوں کے بیان کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس بے فکری اور لاپرواہی کا سبب بھی بیان کر کے اس کا ازالہ کر دیا جائے۔

ہماری بے فکری کا سبب :

تو میرے دوستو اس بے فکری کا سب سے اہم سبب یہ ہے کہ انسان یہ سمجھتا ہے کہ گناہ کرنے سے فقط آخرت کا نقصان ہوتا ہے دنیا کا کوئی نقصان نہیں ہوتا اور آخرت کے بارے میں ہمارا حال یہ ہے کہ آخرت نفع و نقصان کے بارے میں ہمارا یقین بالکل ڈھیلا اور کمزور ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کا نفع نقصان آنکھوں سے نظر آتا ہے روزانہ اس کا مشاہدہ ہوتا ہے اس لئے اس پر یقین ہوتا ہے اور سو فیصد یقین ہوتا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں آخرت کا نفع نقصان آنکھوں سے نظر نہیں آتا اس پر ایمان بالغیب لانا پڑتا ہے اس لئے دل اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا حالانکہ میرے دوستو' جیسے دنیا کے اسباب پر نتیجہ مرتب

ہوتا ہے اسی طرح گناہوں پر آخرت کا نقصان اور نیکیوں پر آخرت کے فائدے اور کامیابی کا مرتب ہونا یقینی ہے' دنیا میں آگ میں ہاتھ ڈالنے کے بعد اس کا جل جانا یقینی ہوتا ہے کھانے کے بعد بھوک کا دور ہو جانا یقینی ہوتا ہے جلتی آگ پر پانی ڈالنے سے آگ کا بجھ جانا یقینی ہوتا ہے بالکل اسی طرح میرے دوستو نیکیاں کرنے پر آخرت کی کامیابی یقینی ہے اور گناہ کرنے پر آخرت کی بربادی یقینی ہے اس کے یقینی ہونے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے عجیب وغریب جملہ ارشاد فرمایا ہے سورۂ واقعہ کے آخر میں جنتیوں اور جہنمیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا'

"فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّةُ نَعِيْمٍ وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِيْنِ فَسَلَامٌ لَكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِيْنِ وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّالِّيْنَ فَنُزُلٌ مِنْ حَمِيْمٍ وَتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ"

یہاں تک تو جنتیوں اور جہنمیوں کا انجام بیان فرمایا اس کے بعد آخر میں ایک عجیب جملہ ارشاد فرمایا:

"إِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ"

کہ یہ جو اوپر انجام بیان ہوا اس میں شک شبہ نہ کرنا اس کا واقعہ ہونا تو حق

الیقین کے درجے تک یقینی ہے۔

یقین کے تین درجے:

اس کو آپ یوں سمجھیں کہ یقین کے تین درجے ہوتے ہیں۔ پہلا درجہ علم الیقین کا' دوسرا درجہ عین الیقین کا' تیسرا اور آخری درجہ ہوتا ہے حق الیقین کا'

آپ کو چند معتبر آدمیوں نے آ کر خبر دی ہے کہ دنیا میں ایک ایسی چیز ایجاد ہوئی ہے کہ اس میں جو چیز بھی ڈالی جائے اس کو جلا کر راکھ بنا دیتی ہے اس کو آگ کہتے ہیں آپ نے آگ آنکھوں سے نہیں دیکھی مگر خبر دینے والے اتنی تعداد میں تھے کہ آپ کو یقین آ گیا ان کی خبر پر' اس کو علم الیقین کہتے ہیں یہ یقین کا پہلا درجہ ہوتا ہے۔

پھر کچھ دنوں بعد آگ آپ کے شہر میں بھی پہنچ گئی چنانچہ آپ نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ آگ ہر چیز کو جلا رہی ہے پہلے تو آپ نے صرف سن کر یقین کیا تھا اب اپنی آنکھوں سے مشاہدہ بھی کر لیا کہ واقعۃً جلا کر خاکستر بنا دیتی ہے بتلایئے کہ دیکھنے کے بعد آپ کے سابقہ یقین میں کچھ نہ کچھ اضافہ ہو گا یا نہیں ضرور اضافہ ہو گا اب دیکھنے کے بعد جو یقین کا درجہ آپ کو حاصل ہو گا اس کو عین الیقین کہا جاتا ہے یہ یقین کا دوسرا درجہ ہوتا ہے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد اچانک آپ کا ہاتھ جلتی ہوئی آگ میں چلا گیا اور آپ کا ہاتھ جل گیا آپ کی چیخیں

نکل گئیں لب ہاتھ کے جلنے سے بھی آپ کو آگ کے جلانے کا یقین ہوا' بتلایئے پہلے یقین میں کچھ نہ کچھ اضافہ ہو گا یا نہیں 'ضرور ہو گا۔ اب جو درجہ یقین کا آپ کو حاصل ہو گا اس کو حق الیقین کہا جاتا ہے' یہ یقین کا آخری درجہ ہوتا ہے۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ"

کہ یہ جنتیوں کی کامیابی اور جنمیوں کی ناکامی کو افسانہ مت سمجھو یہ اتنی یقینی بات ہے کہ اس سے اوپر یقین کا کوئی درجہ متصور نہیں ہو سکتا۔

بات دوسری طرف چلی گئی اور طویل بھی ہو گئی 'مگر فائدے سے خالی نہیں ہے۔ بہر حال بات یہ چل رہی ہے کہ آخرت کے نفع نقصان کے بارے میں ہمارا یقین کمزور ہے۔ جب ہم یہ سمجھتے ہیں کہ گناہوں پر آخرت کا نقصان ہوتا ہے دنیا کا کوئی نقصان نہیں ہوتا تو گناہوں کی پرواہ نہیں ہوتی دھڑا دھڑ گناہوں کا ارتکاب شروع ہو جاتا ہے' حالانکہ میرے دوستو یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے قرآن وحدیث اور تاریخ گواہ ہے اس بات پر کہ گناہ کرنے سے جس طرح آخرت کا نقصان ہوتا ہے بالکل اسی طرح دنیا کا بھی نقصان ہوتا ہے' آپ سوچیں قرآن کریم نے جتنی قوموں کی تباہی کا ذکر کیا ہے دنیا کی تباہی اور بربادی ان پر اللہ کی نافرمانیوں کی وجہ سے نہیں آئی تو اور کس وجہ سے آئی؟

قوم نوح پر پانی کے طوفان کا عذاب کیوں آیا؟ قوم عاد کو تند ہوا سے کیوں تباہ و برباد کیا گیا؟ قوم ثمود کو فرشتے کی چیخ سے کیوں ہلاک کیا گیا؟ وہ کون سی

چیز تھی جس کی وجہ سے قوم لوط کی پوری بستی کو اٹھا کر آسمان کے قریب لے جایا گیا اور الٹا زمین پر پٹخ دیا گیا پھر اوپر سے آسمان سے پتھروں کی بارش برسائی گئی' اسی طرح قوم شعیب کو برباد کر دیا گیا' فرعون کو مع پوری فوج کے غرق کر دیا گیا' قارون کو زمین میں دھنسا دیا گیا' ان تمام اقوام عالم پر تباہی اور بربادی اللہ کی نافرمانی اور گناہوں کی وجہ سے نہیں آئی تو اور کس وجہ سے آئی ؟ ان سب کی تباہی اور بربادی کا تذکرہ فرمانے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا

"وَمَا ظَلَمْنٰـهُمْ وَلٰكِنْ كَانُـوْٓا اَنْفُسَهُـمْ يَظْلِمُوْنَ"

ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ خود انہوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ یہ مکافات عمل تھی جس نے ہو کر رہنا تھا۔

تو میرے دوستو یہ سمجھنا کہ گناہوں کا وبال صرف آخرت میں ہوگا اور دنیا میں گناہ کر کے بھی ہم مزے کرتے رہیں گے یہ ہماری غلط فہمی ہے۔

آج پوری دنیا میں مسلمانوں پر ذلت کا عذاب کیوں آیا ہوا ہے' اقوام عالم میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہر طرف کفار ان کی پٹائی کر رہے ہیں' اس کی وجہ تعداد کی قلت نہیں ہے وسائل اور اسباب کی قلت نہیں ہے مال ودولت کی کمی نہیں ہے بلکہ اس وقت جتنی مسلمانوں کی تعداد ہے اس سے پہلے کبھی بھی اتنی زیادہ تعداد نہیں ہوئی' وسائل اور اسباب سے جتنے اس وقت مسلمان مالامال ہیں اس سے پہلے کبھی بھی اتنے مالامال نہیں ہوئے' مال ودولت جتنا اس وقت مسلمانوں کے پاس ہے اس سے پہلے کبھی بھی اتنا مال ودولت مسلمانوں کے پاس

نہیں ہوا لیکن اس سب کچھ کے باوجود ہر طرف ذلت اور خواری مسلمانوں کا مقدر بنی ہوئی ہے' اس کا سبب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے سوا اور کیا چیز ہو سکتی ہے' مسلمان مجموعی طور پر اللہ کی نافرمانی میں اس کثرت سے مبتلا ہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب اصلاح انقلاب امت میں لکھا ہے کہ ایک ہاتھ میں ایک ایسی کتاب لے لو جس میں احکام شرعیہ کی تفصیل ہو اور اس کتاب میں ایک ایک حکم کو دیکھتے جاؤ اور موجودہ مسلمانوں کی زندگی پر منطبق کرتے جاؤ دونوں کو ملاتے جاؤ کہ شریعت کا حکم کیا ہے اور مسلمانوں کی حالت کیا ہے تو آپکو حیرت ہو گی کہ مسلمانوں کی زندگی کا کوئی ادنیٰ سا تعلق بھی اسلام کے احکام کے ساتھ نظر نہیں آئے گا' جب ہماری عملی حالت ایسی ہو تو یوں ذلت اور خواری والا عذاب کیسے نہ آئے۔

امام احمد بن حنبلؒ نے نقل فرمایا ہے کہ جب قبرص فتح ہوا تو جبیر بن نضیر نے ابو درداءؓ کو دیکھا کہ اکیلے بیٹھے رو رہے ہیں وہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کہ ایسا مبارک دن مسلمانوں کو اللہ نے عزت دی آپ کیوں رو رہے ہیں یہ تو خوشی اور مسرت کا موقع ہے رونے کا کیا سبب ہے' تو حضرت ابو درداءؓ نے فرمایا اے جبیر تم نہیں سمجھتے' غور کرو جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے حکم کو ضائع کر دیتی ہے' وہ اللہ کے نزدیک کیسے ذلیل اور بے قدر ہو جاتی ہے' ایک وقت تھا کہ یہ قوم حکومت میں تھی آج ان کو کیسی ذلت دیکھنا پڑ رہی ہے۔

تو میرے دوستو گناہوں کا وبال اور نقصان دنیا میں بھی آکر کے رہتا ہے'

ابن ماجہ شریف میں حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ہم دس آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے 'آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ تم ان کو پاؤ' جب کسی قوم میں بے حیائی کے افعال علی الاعلان ہونے لگیں گے وہ طاعون میں مبتلا ہوں گے اور ایسی ایسی بیماریوں میں گرفتار ہوں گے جو ان کے بڑوں کے وقت میں نہیں ہوئی ہو نگیں 'اور جب کوئی قوم ناپنے تولنے میں کمی کرنے لگے گی تو قحط میں اور تنگی میں اور ظالم حکام میں مبتلا ہوگی 'اور جب زکوۃ بند کر دے گی تو باران رحمت اللہ تعالی روک دے گا' یہاں تک کہ اگر جانور نہ ہوتے تو بارش کا ایک قطرہ بھی نہ برسایا جاتا۔ اور عہد شکنی کی وجہ سے اللہ پاک ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط فرما دیتے ہیں۔

اس حدیث میں بار بار غور کریں کہ یہ گناہوں کے نقصانات کیا دنیا میں نہیں آنے والے اور یہ بھی غور کریں کہ ان گناہوں میں کونسا گناہ ایسا ہے جس میں ہماری مسلمان قوم گرفتار نہیں ہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی شخص نے زلزلہ آنے کا سبب دریافت کیا انہوں نے فرمایا کہ جب لوگ زنا کو امر مباح کی طرح بے باکی سے کرنے لگتے ہیں اور شرابیں پیتے ہیں اور گانے بجانے کے آلات بجاتے ہیں تو اللہ تعالی کو آسمان میں غیرت آتی ہے زمین کو حکم فرماتے ہیں کہ ان کو ہلا ڈال' بہر حال یہ چند مثالیں میں نے عرض کر دی ہیں

جن سے ثابت ہو گیا کہ یہ سمجھنا کہ گناہوں کا وبال فقط آخرت میں ہو گا دنیا میں ہم یوں ہی مزے کرتے رہیں گے یہ غلط فہمی ہے اور بہت بڑی بھول ہے گناہوں کا وبال جس طرح آخرت میں ہو گا اسی طرح دنیا بھی گناہوں کا وبال اور نقصان اٹھانا پڑتا ہے' لہٰذا اگر آخرت کے نقصان کے ڈر سے گناہوں کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتے تو کم از کم دنیا کے نقصان سے بچنے کے لئے تو گناہوں کو چھوڑ دیں' کوشش تو یہی ہو کہ سارے گناہ چھوٹ جائیں' ورنہ جس قدر چھوڑ سکتے ہیں اتنے تو چھوڑ دیں' خاص کر ایسے گناہ جن کے کرنے میں دنیا کا کوئی فائدہ نہیں اور ان کو چھوڑنے میں دنیا کا کوئی نقصان نہیں۔ میرے دوستو خاص کر ایسے گناہ تو ضرور چھوڑ دیئے جائیں۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ آدمی ایک ایسا کام کر رہا ہے جس سے خواہ مخواہ اللہ اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کر رہا ہے اور پھر اس کام سے دنیا کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہو رہا ہے' نہ پیسے مل رہے ہیں نہ لذت اور مزہ آرہا ہے نہ کوئی نفسانی خواہش پوری ہو رہی ہے لیکن پھر بھی دھڑا دھڑ وہ گناہ کئے جارہے ہیں' میرے دوستو اس وجہ سے علماء نے ایسے گناہوں کو گناہ بے لذت کہا ہے کہ ان گناہوں کے کرنے میں کوئی لذت بھی نہیں آتی۔

مگر آج مسلمانوں کی اکثریت ایسے بے شمار گناہوں میں مبتلا ہے محض غفلت اور جہالت کی وجہ سے ان کو پتہ ہی نہیں کہ یہ کام بڑے سخت گناہ کے کام ہیں اور ان کا وبال ہمیں دنیا اور آخرت میں بھگتنا پڑے گا۔

آج تو یہ ساری تمہیدی بات تھی آئندہ جمعے سے انشاء اللہ ایسے گناہوں

کا بیان شروع ہوگا جن کو گناہ بے لذت و بے فائدہ کہا جاتا ہے' اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

وآخـر دعـوانـا ان الحمـد لله رب العـالمـين

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دوسری تقریر

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دوسری تقریر

اکٹھی تین طلاقیں دینا گناہ بے لذت (قسط اوّل)

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ
بِاِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّا
اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّا اَنْ يَّخَافَا اَلَّا يُقِيْمَا
حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ
اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ
تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ

"صدق الله العظيم"

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو!

ایک نیا مضمون شروع ہوا ہے جس کی تمہید گذشتہ جمعے بیان ہو چکی ہے، مضمون ہے گناہ بے لذت و بے فائدہ کا بیان یعنی ایسے گناہ جن کا ارتکاب کرنے سے دنیا میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا نہ مال و دولت ملتی ہے نہ لذت اور مزہ آتا ہے اور نہ ہی کوئی نفسانی خواہش پوری ہوتی ہے اور اگر ان گناہوں کو چھوڑ دیا جائے تو دنیا کا کوئی نقصان نہیں ہوتا لیکن پھر بھی آج مسلمانوں کی اکثریت محض غفلت اور جہالت کی وجہ سے ایسے بے شمار گناہوں میں مبتلا ہے۔

ایسے گناہ بے شمار ہیں جن میں سے آج آپکی خدمت میں بیان کرنے کیلئے میں نے جس گناہ کو منتخب کیا ہے وہ ہے تین طلاق اکٹھی دینا اکٹھے تین فائر کر دینا میرے دوستو یہ بھی ایسا گناہ ہے جس کا ارتکاب کرنے میں دنیا کا کوئی فائدہ نہیں ہے نہ کوئی مالی فائدہ ہے اور نہ کوئی لذت اور مزہ آتا ہے بلکہ الٹا ساری زندگی کی پریشانی مفت میں اٹھانی پڑتی ہے لیکن آج طلاق دینے والو کی اکثریت تین طلاقیں دے کر اسی گناہ بے لذت کا ارتکاب کرتی ہے حالانکہ طلاق دینے سے جو مقصد ہے بیوی کو نکاح سے نکالنا وہ مقصد تو جائز طریقے سے ایک طلاق دے کر بھی پورا ہو سکتا ہے یوں بغیر ضرورت کے تین طلاقیں اکٹھی دینا

اور ناجائز اور حرام کام کا ارتکاب کر کے اللہ کو ناراض کرنا کتنی بڑی بے وقوفی کی بات ہے آج پورا معاشرہ اس گناہ کی لپیٹ میں ہے، مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے طلاق کا صحیح طریقہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اس غلط گناہ والے طریقے کو اختیار کرنے کی وجہ سے خاندانوں کے خاندان تباہ ہو گئے، برباد ہو گئے معصوم بچوں کی زندگیاں برباد ہو گئیں، میرے دوستو! یہ مضمون بہت ہی اہم ہے اسلئے میں چاہتا ہوں کہ اس موضوع پر ذرا تفصیل سے بات ہو جائے آپ سے بھی گزارش ہے وقت کی پابندی کیا کریں اور ناغہ اور غیر حاضری نہ کریں پوری بات اس کو سمجھ میں آئے گی جو شروع سے آخر تک توجہ کے ساتھ سنے گا، یہ مضمون انشاء اللہ کئی حصے چلے گا آج دو باتیں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

پہلی بات :

اس مضمون کیلئے تمہید کی حیثیت رکھتی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام صرف نماز روزے کا نام نہیں ہے کہ بس نماز روزہ کرتے رہو تو تم پکے مسلمان ہو اور باقی زندگی کے تمام کاموں میں تمہیں آزادی ہے جیسے تمہارا جی چاہے اس طرح کرتے رہو نہیں میرے دوستو بلکہ اسلام تو نام ہے اپنی چوبیس گھنٹے کی زندگی کو اللہ اور اللہ کے پیغمبر کی حکم کے مطابق بنانے کا ایک انسان کو اپنی زندگی میں جتنے کام کرنے پڑتے ہیں ان میں سے کوئی کام ایسا نہیں ہے جس کام کے بارے میں اللہ اور

اللہ کے پیغمبر کی ہدایات موجود نہ ہوں آج مسلمانوں کی اکثریت اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ انہوں نے صرف نماز روزے کو ہی دین سمجھا ہوا ہے نماز روزہ کرنے والے کو دین دار سمجھا جاتا ہے چاہے باقی زندگی اس کی کتنی ہی دین سے دور ہو اس کے معاملات اس کی معاشرت اس کے اخلاق چاہے کتنے ہی خراب کیوں نہ ہوں مگر نماز روزے کی وجہ سے اس کو پکا دیندار سمجھا جاتا ہے اسی غلط فہمی کی وجہ سے آج علماء سے نماز روزے کے مسائل تو پوچھے جاتے ہیں کہ مجھ سے یہ غلطی ہو گئی میری نماز ہوئی یا نہیں سجدہ سہو واجب ہوا یا نہیں میں نماز کا اعادہ کروں یا نہ کروں یا مثلاً میں روزہ نہیں رکھ سکتا تو فدیہ کتنا ادا کروں اس طرح زکوۃ اور حج کے مسائل بھی بعض لوگ پوچھتے ہیں لیکن زندگی کے باقی کاموں کے بارے میں مسئلہ پوچھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے انتخابات کی موقع پر یہ مسئلہ نہیں پوچھتے کہ میں انتخابات کیلئے کھڑا ہو جاؤں یا نہیں شریعت کا کیا حکم ہے میں کس سیاسی جماعت کو ووٹ دوں اور کس کو ووٹ نہ دوں کونسا کاروبار حلال ہے کونسا حرام ہے بیچنے اور خریدنے کے کونسے طریقے حلال ہیں اور کونسے حرام ہیں کونسی ملازمت درست ہے اور کونسی ملازمت درست نہیں کونسا کھیل کھیلنا شریعت میں جائز ہے اور کونسا ناجائز ہے کس قسم کا لباس پہننا جائز ہے اور کونسا ناجائز ہے کس قسم کے وضع قطع اختیار کرنا درست ہے اور کونسا درست نہیں ہے یا شادی کے موقع پر یہ نہیں پوچھیں گے کہ میں اپنے بیٹے کی شادی کرنا چاہتا ہوں تو مسنون طریقہ کیا ہے میرے دوستو اس قسم کے بے شمار مسائل کو تو ہم نے دین کی فہرست سے

نکال دیا اس صرف یہ پتہ ہونا چاہئے کہ نماز میں سجدہ سہو کب واجب ہو تا ہے اور کب واجب نہیں ہو تا 'حالانکہ میرے دوستو دین کے پانچ شعبے اور اجزاء ہیں (۱) عقائد (۲) عبادات (۳) معاملات (۴) معاشرت (۵) اخلاق اس نماز روزے زکوٰۃ اور حج کا تعلق فقط دین کے ایک شعبے عبادات کے ساتھ ہے انکے علاوہ دین کے چار اجزاء باقی ہیں جن کو ہم نے دین کی فہرست سے نکال دیا ہے۔

میرے دوستو غور سے سنو اور سمجھو آدمی کا دین اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک ان پانچ شعبوں کو اللہ تعالی اور اس کے پیغبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق نہیں بنائے گا جس شعبے میں جتنا نقص ہو گا اس شعبے میں اس کا دین اتنا ہی ناقص ہو گا عقائد عبادات معاملات معاشرت اور اخلاق سب کو درست کرنا پڑے گا اللہ کے حکم کے مطابق بنانا پڑے گا تب جا کر ہی دین کامل ہو گا بلکہ میرے دوستو غور کرو اور سوچو کہ نماز روزے اور دیگر عبادات کا تعلق تو انسان کی اپنی ذات کے ساتھ ہے نماز نہیں پڑھے گا روزہ نہیں رکھے گا تو اپنا نقصان کرے گا لیکن معاملات اور معاشرت اور اخلاق کا تعلق اس کی اپنی ذات سے زیادہ دوسرے انسانوں کے ساتھ ہے پورے معاشرے کے ساتھ ہے پورے خاندان اور پورے برادری کے ساتھ ہے ایک انسان اگر نماز نہیں پڑھتا تو اس کا نقصان فقط اس کے ذات تک محدود رہے گا اگر چہ نحوست تو پورے گھر اور پورے محلے تک پہنچتی ہے مگر ظاہری نقصان فقط اس کی ذات تک ہی محدود رہتا ہے دوسرا معاشرہ اس سے متاثر نہیں ہو تا لیکن میرے دوستو ایک انسان کے

خدا نخواستہ اگر اخلاق بگڑے ہوئے ہوں اس کے معاملات خراب ہوں اس کی معاشرت فاسد ہو تو اس کا نقصان فقط اس کے ذات تک محدود نہیں رہے گا بلکہ اس کی وجہ سے پورا معاشرہ بے چینی اور بد امنی کا شکار ہو گا اس کے گھر والے اس کے بیوی بچے اس کے خاندان والے برادری والے محلے والے اس سے بڑھ کر گاؤں والے اس سے بڑھ کر پورے شہر والے بلکہ پورے ملک والے اس نقصان سے متاثر ہو نگے ایک چور کی چوری کی وجہ سے پورا محلہ پریشان اور اس چور کا اپنا خاندان پریشان ہو جاتا ہے ایک ڈاکو کی وجہ سے پورا شہر بے چینی میں مبتلا ہو جاتا ہے ہمارے آج کل کے جو سیاستدان ہیں ان کی لوٹ مار کی وجہ سے پورا ملک پریشان ہے ایک آدمی کے طلاق دینے سے دونوں خاندان ہمیشہ نفرت کی آگ میں جلتے رہتے ہیں بچے تباہ ہو جاتے ہیں تو معلوم ہوا معاملات معاشرت اور اخلاق کا بگاڑ پورے معاشرے کو بے چین کر دیتا ہے آج پورا ملک بد امنی بے چینی اور پریشانی کا شکار کیوں ہے ہر اعتبار سے ہم پستی میں کیوں گرتے جا رہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے اس کی یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے معاملات ہماری معاشرت اور ہمارے اخلاق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق نہ رہے ہم مسجد میں آتے ہیں تو لمبی لمبی نمازیں پڑھتے ہوئے نہیں تھکتے لیکن جب مسجد سے نکل کر بازار یا گھر جاتے ہیں یا دفتر جاتے ہیں تو وہاں ہماری حالت مسجد والی حالت سے یکسر مختلف ہوتی ہے۔

بہر حال میرے دوستو بات لمبی ہو گئی میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اسلام

صرف نماز روزے کا نام نہیں بلکہ اسلام تو نام ہے اپنی چوبیس گھنٹے کی زندگی کو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق بنانے کا، چاہے وہ مسجد کی زندگی ہو چاہے گھر کی زندگی ہو ایوان اقتدار کی زندگی ہو، کوچہ سیاست کی زندگی ہو، یہ ہماری بہت بڑی غلط فہمی ہے کہ ہم نے اسلام کو صرف نماز روزے اور عبادات تک محدود سمجھ لیا ہے، اب تک پہلی بات بیان ہوئی۔

دوسری بات:

دین سے دوری اور غفلت کی وجہ سے آج ہمارا معاشرہ جن دینی مسائل کے بارے میں بہت ساری غلط فہمیوں کا شکار ہے، ان مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ طلاق کا بھی ہے طلاق کے مسئلہ میں بہت سارے پڑھے لکھے لوگ بھی غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ طلاق کا طریقہ بیان کرنے سے قبل ان غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیا جائے۔

پہلی غلط فہمی:

اکثر لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں کہ غصہ کی حالت میں طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، چنانچہ جب مسئلہ پوچھنے آئیں گے تو کہیں گے جی اتنا غصہ تھا کہ بالکل غصے سے پاگل ہو رہا تھا، کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، تو میرے

دوستو یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے غصے کی حالت میں بھی ہر حال میں طلاق واقع ہو جاتی ہے' چاہے تھوڑا غصہ ہو یا زیادہ غصہ ہو بھلا اگر طلاق غصے کی حالت میں نہ دی جائے گی تو کیا پیار کی حالت میں دی جائے گی؟ اکثر طلاق غصے کی حالت میں ہی دی جاتی ہے الا ماشاء اللہ ہاں بعض ستم ظریف پیار کی حالت میں بھی طلاق دے دیتے ہیں' جیسا کہ مشہور واقعہ ہے۔

"امام قرطبی نے نقل فرمایا ہے کہ خلیفہ ابو جعفر منصور کا ایک خاص درباری تھا عیسیٰ بن موسیٰ ہاشمی' اس کو اپنی بیوی سے بہت محبت تھی ایک روز چاندنی رات بیوی کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے بیوی کو مخاطب ہو کر کہنے لگے "انت طالق ثلاثاً ان لم تکونی احسن من القمر" یعنی تم پر تین طلاقیں ہیں اگر تم چاند سے زیادہ خوبصورت نہ ہو' یہ سنتے ہی بیوی اٹھ کر پردے میں چلی گئی کہ تم نے مجھے طلاق دیدی ہے' چاند سے زیادہ خوبصورت کون ہو سکتا ہے۔

بات ہنسی دل لگی کی تھی مگر طلاق تو ہنسی اور دل لگی میں بھی واقع ہو جاتی ہے' عیسیٰ بن موسیٰ نے رات بڑی بے چینی میں گذاری صبح ہوئی تو سیدھے خلیفہ ابو جعفر منصور کے دربار میں پہنچ کر سارا واقعہ سنایا اور پریشانی کا اظہار کیا' بادشاہ نے اپنے شہر کے تمام بڑے بڑے علماء کو جمع کیا اور ان کے سامنے مسئلہ کی صورت بیان کی' تمام علماء نے یہی جواب دیا کہ طلاق واقع ہو گئی ہے کوئی انسان چاند سے زیادہ خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے جب سب جواب دے چکے تو عیسیٰ بن موسیٰ کی پریشانی

اور بھی بڑھ گئی کونے میں امام ابو حنیفہؒ کے ایک شاگرد بیٹھے ہوئے تھے؛ وہ اس ساری گفتگو میں خاموش تھے منصور بادشاہ ان کی طرف متوجہ ہوا تو انہوں نے فرمایا طلاق واقع نہیں ہوئی اُن کا یہ جواب چونکا دینے والا تھا بادشاہ اور علماء حیران ہو کر دلیل کا مطالبہ کرنے لگے' تو انہوں نے سورۂ تین کی تلاوت کی کہ اللہ تعالیٰ نے چار قسمیں اُٹھا کر ارشاد فرمایا ہے:

"لَقَدْ خَلَقْنَا الإِنْسَانَ فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ"

کہ ہم نے انسان کو ساری کائنات سے زیادہ خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے' یہ دلیل سن کر تمام علماء نے اپنے سابقہ فتویٰ سے رجوع کر لیا اور مان لیا کہ طلاق واقع نہیں ہوئی۔ بہر حال یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے کہ غصّے کی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔

دوسری غلط فہمی:

اسی طرح بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ حمل کے دوران طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی یعنی جب عورت کے پیٹ میں بچہ ہو تو اس پر طلاق واقع نہیں ہوتی یہ بھی بالکل لغو اور فضول بات ہے' قرآن کریم نے عدت کے مسائل بیان کرتے ہوئے مطلقاً ارشاد فرمایا:

وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ

(سورۂ طلاق/پ ۲۸)

کہ جن عورتوں کے پیٹ میں حمل ہو ان کو طلاق مل جائے یا ان کا شوہر فوت ہو جائے تو ان کی عدت بچہ پیدا ہونے سے ختم ہو جائے گی۔ تو اب اگر یہ فلسفہ مان لیا جائے کہ حاملہ عورت پر طلاق واقع نہیں ہوتی تو عدت کس بات کی ختم ہو گی۔

خوب اچھی طرح مسئلہ سمجھ لیں کہ جس عورت نے عدت گذارنی ہوتی ہے وہ یا تو مطلقہ ہوتی ہے یا بیوہ، اگر وہ مطلقہ ہو اور حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت تین ماہواریاں ہوں گی اور اگر وہ بیوہ ہو اور حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہو گی لیکن اگر یہ دونوں مطلقہ یا بیوہ حاملہ ہوں ان کے پیٹ میں بچہ ہو تو پھر ان کی عدت وضع حمل ہے۔ یعنی بچے کو جنم دینے کے ساتھ ہی ان کی عدت ختم ہو جائے گی چاہے طلاق کے دوسرے دن ہی بچہ پیدا ہو جائے تب بھی طلاق کی عدت ختم ہو جائے گی اور چاہے شوہر کی میت ابھی گھر میں رکھی ہو اور بچہ پیدا ہو جائے تو بیوی کی عدت ختم ہو جائے گی۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ یہ سمجھنا کہ حمل کے دوران طلاق واقع نہیں ہوتی یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے اس کی اصلاح کرنی ضروری ہے۔

تیسری غلط فہمی

اسی طرح بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نشے کی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی حالانکہ تمام فقہاء نے تصریح کی ہے کہ نشے کی حالت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے اگر کوئی نشے کی حالت میں کسی کو قتل کردے کسی کا مال چرالے یا زنا وغیرہ کرے تو کیا اس کو چھوڑ دیا جائے گا یا سزا دی جائے گی یقیناً سزا دی جائے گی تو جب یہ سارے اور ان کی سزا بھی اس کو دیجاتی ہے تو طلاق کیوں واقع نہ ہو گی۔

چوتھی غلط فہمی:

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہنسی مذاق اور دل لگی میں طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی اس لئے کہ طلاق تو واقع ہوتی ہے طلاق دینے کے ارادے سے جب تک ارادہ قصد کر کے طلاق نہ دی جائے اسوقت تک طلاق واقع نہیں ہوتی میرے دوستو یہ بھی بہت بڑی غلط فہمی ہے خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ طلاق کا صریح لفظ اگر بغیر ارادے اور اختیار کے بھی زبان سے نکل گیا تب بھی طلاق واقع ہو جائے گی مثلاً کسی نے اپنی بیوی کو کہدیا میں نے تم کو طلاق دیدی ہے یہ لفظ کہتے وقت اس کی نیت نہیں تھی طلاق کی قصد اور ارادہ طلاق کا نہیں تھا پھر بھی طلاق

واقع ہو جائے گی اسی طرح ہنسی مذاق میں بھی اگر یہ الفاظ کہہ دیئے تب بھی طلاق واقع ہو جائے گی سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

" ثَلٰثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ النِّكَاحُ وَالطَّلَاقُ وَالعِتَاقُ

تین چیزیں ایسی ہیں جن کی حقیقت بھی حقیقت ہے جن کا سچ بھی سچ ہے اور ان کا مذاق بھی حقیقت اور سچ ہے ایک ان میں سے نکاح ہے اگر ہنسی مذاق میں گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول کر لیا گیا تو نکاح ہو جائے گا۔

دوسری چیز ان میں سے طلاق ہے اگر ہنسی مذاق میں بیوی کو طلاق دیدی تو طلاق واقع ہو جائے گی تیسری چیز ہے غلام کو آزاد کرنا اگر ہنسی مذاق میں بھی اپنے غلام کو آزاد کر دیا تو وہ بہر حال آزاد ہو جائے گا بہر حال خلاصہ یہ ہوا کہ صراحتہً طلاق کے الفاظ استعمال کر دینے سے بہر حال طلاق واقع ہو جاتی ہے چاہے نیت طلاق کی ہو یا نہ کی ہو اس غلطی کی اصلاح بھی بہت ضروری ہے۔

پانچویں غلط فہمی :

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ گواہوں کے سامنے طلاق دیدی جائے تب واقع ہوتی ہے ورنہ نہیں واقع ہوتی، بعض کہتے ہیں کہ جب بیوی سنے تب واقع ہوتی ہے ورنہ نہیں واقع ہوتی، بعض کہتے ہیں کہ طلاق لکھنے کے بعد اگر بیوی کو بھیجی نہ جائے بلکہ پھاڑ دی جائے تب بھی طلاق واقع نہیں ہوتی، اسی طرح بعض

کہتے ہیں بیوی نوٹس طلاق کا وصول نہ کرے تب بھی طلاق واقع نہ ہوگی۔

میرے دوستو یہ ساری لاعلمی کی باتیں ہیں اور ایسی باتیں وہ لوگ کرتے ہیں جن کا دین سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا' خوب اچھی طرح سمجھو کہ اگر کوئی شخص بند مکان میں تنہائی کی حالت میں اندھیرے اور تاریکی میں اپنی بیوی کو طلاق دے دے اس طرح کہ بیوی بھی سامنے نہ ہو اور اس کی آواز بھی نہ سن رہی ہو' اسی طرح کوئی دوسرا آدمی بھی موجود نہ ہو یہ بالکل علیٰحدہ اور تنہا ہو تب بھی طلاق واقع ہو جائے گی' طلاق واقع ہونے کے لئے بیوی کا سننا یا گواہوں کا موجود ہونا یا بیوی کا طلاق کے نوٹس کو وصول کرنا ان میں سے کوئی چیز بھی ضروری نہیں' یہ سب غلط فہمی کی باتیں ہیں اور ایسے لوگ ان کو پھیلاتے ہیں جن کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

میرے دوستو وقت ختم ہو رہا ہے طلاق کے بارے میں آخری غلط فہمی کا بیان ابھی باقی ہے' انشاء اللہ آئندہ جمعے اس پر بات کریں گے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ :

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تیسری تقریر

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تیسری تقریر

مسئلہ طلاق میں پیدا شدہ غلط فہمیوں کا ازالہ (قسط ثانی)

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْد فَأَعُوْذُ
بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلاَ تَحِلُّ لَه مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْره
صدق الله العظيم

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو،

گذشتہ جمعے کو طلاق کے مسئلہ میں غلط فہمیوں کا بیان ہوا آخری غلط فہمی کا بیان رہ گیا تھا وہ غلط فہمی ہے تین طلاقوں کو ایک طلاق سمجھنا بعض لوگ جب تین طلاقیں دے بیٹھتے ہیں اور فقہ حنفی میں رجوع کی کوئی صورت نہیں پاتے تو

پھر غیر مقلدوں کی طرف بھاگتے ہیں ان کے مسلک میں چونکہ تین طلاقیں ایک مجلس والی ایک طلاق کے حکم میں ہوتی ہیں اسلئے غیر مقلدوں سے فتویٰ لے کر بیوی کو دوبارہ اپنے گھر میں بسالیتے ہیں اور ساری عمر حرام کاری کا ارتکاب کرتے ہیں۔

میرے دوستو خوب اچھی طرح سمجھو غیر مقلدوں کے تمام مسائل کی طرح یہ مسئلہ بھی سو فیصد باطل اور غلط ہے عقل کے بھی خلاف ہے اور نقل کے بھی خلاف ہے کسی بھی بات کے صحیح ہونے کی دو ہی صورتیں ہوتی ہے یا تو وہ عقل کے موافق ہو یا پھر وہ نقل کے موافق ہو یعنی قرآن وحدیث میں وارد ہوا ہو یا سلف صالحین سے منقول ہو۔ جو بات عقل اور اور نقل دونوں کے مخالف ہو وہ کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔

عقل کی مخالفت :

تین طلاقوں کو ایک قرار دینا عقل کے بھی خلاف ہے ' مثلاً کسی آدمی نے دوسرے کو تین مرتبہ گالی دی ہے تو ان کو تین گالیا کہیں گے ظاہر ہے پوری دنیاان کو تین گالیاں ہی سمجھے گی تو جب تین گالیاں ایک نہیں بن سکتیں تو تین طلاقیں ایک طلاق کیسے بن سکتی ہیں ؟اسی طرح تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینا نقل کے بھی خلاف ہے یعنی قرآن وحدیث کے بھی مخالف ہے۔

قرآن کی خلاف ورزی :

قرآن کی آیت جو خطبہ میں پڑھی گئی یہ سورہ بقرہ میں دوسرے پارے کی آیت ہے اس میں اللہ پاک نے پہلے دو طلاقوں کا ذکر فرمایا اور دو طلاقوں کے بعد ملنے والی گنجائش کا بھی ذکر فرمایا'

" فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ "

دو طلاقوں کے بعد یا تو اچھے طریقے سے اس کو اپنے گھر میں بسالے' یا پھر عمدہ طریقے سے اس کو فارغ کردے۔ تو دو طلاقوں کے بعد گنجائش دی ہے' اس کے بعد آخر میں تیسری طلاق کا ذکر فرمایا اور اس کے بعد صراحتاً واضح کردیا کہ اس تیسری طلاق کے بعد حلالہ شرعی کے بغیر کوئی گنجائش نہیں' فرمایا :

"فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ"

ان دو طلاقوں کے بعد اگر شوہر نے تیسری طلاق بھی دے دی تو وہ بیوی مطلقہ اس شوہر کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی جب تک دوسرے شوہر سے اس کا نکاح نہ ہو جائے' تو معلوم ہوا تین طلاقوں کے بعد حلالہ شرعی کے بغیر میاں بیوی کے درمیان دوبارہ رجوع کی کوئی صورت نہیں ہوتی۔

حدیث کی خلاف ورزی :

اسی طرح تین طلاقوں کو ایک قرار دینا حدیث کے بھی مخالف ہے نسائی شریف میں روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی کہ فلاں آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصے ہو کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ کھیلا جارہا ہے حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں اتنے میں ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا یارسول اللہ میں اس کو قتل نہ کردوں" اس حدیث کو نقل فرمانے کے بعد قاضی ابو بکر ابن العربی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے آخر میں یہ جملہ بھی نقل فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تین طلاقوں کو نافذ کردیا تھا یعنی تینوں طلاقوں کو جاری فرمادیا اور حکم دے دیا کہ اس کی بیوی اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی۔ اسی طرح مؤطا امام مالک میں روایت ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور آکر عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تین طلاقوں سے تو وہ مطلقہ بن گئی اور یہ تینوں اس پر پڑ گئیں باقی ستانوے طلاقوں کے ذریعے تو نے اللہ کے احکام کو مذاق بنایا ہے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی تین طلاقوں کو تین ہی قرار دیا۔

ائمہ اربعہ اور باقی محدثین کی مخالفت :

اسی طرح تین طلاقوں کو ایک قرار دینا یہ غیر مقلدوں کا مسلک ائمہ اربعہ اور باقی محدثین کے مسلک کے بھی خلاف ہے چار اماموں میں سے کوئی امام بھی اس کا قائل نہیں امام ابو حنیفہ امام شافعی امام احمد امام مالک رحمہم اللہ یہ سب بزرگان دین اور قرآن وحدیث کو سمجھنے والے قرآن وحدیث کے گہرے سمندر ہیں غوطے لگا کر مسائل کے موتی نکالنے والے یہ چاروں امام فرماتے ہیں طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں اور تین کے بعد حلالے کے بغیر کوئی گنجائش نہیں ہوتی مگر ان کے مقابلے میں یہ چودھویں صدی کی پیداوار چند ایسے لوگ جن کا دارومدار فقط اردو کے ترجموں پر ہو عربی عبارت بھی سیدہی پڑھنی نہ آئے یہ کھڑے ہو کر کہنے لگیں کہ تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں تین نہیں ہوتیں تو انصاف سے بتائیں عقل مند آدمی کو کس کی بات ماننی چاہیے 'غور فرمائیں ایک طرف وہ امام ہیں جن کا زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے قریب ہے سب کو پوری عربی لغت پر اور اس کے محاورات پر عبور ہے جن کی نگاہوں کے سامنے پورا قرآن وحدیث ہے اور جن کے فضل وتقویٰ پر پوری امت متفق ہے تو ایک طرف ایسے اللہ والے دوسرے طرف چند ایسے لوگ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چودہ سو سال بعد پیدا ہوئے عربی محاورات اور عربی لغت کی گرائمر سے

واقف نہیں قرآن وحدیث سے تعلق ان کا اردو ترجموں کے واسطے سے ہے اب آپ خود انصاف فرمائیں کس کی بات معتبر ہونی چاہئے'

اس کو ذرا مثال سے سمجھیں آپ کا بچہ بیمار ہے اس کے پیٹ میں شدید درد ہے پورے ملک کے مایہ ناز اور تمام اسپشلسٹ ڈاکٹر حضرات اس کا چیک اپ کرنے کے بعد یہ فیصلہ دیتے ہیں کہ آپکے بچے کا آپریشن ہوگا آپ ذہنی طور پر تیار ہو گئے مگر گاؤں اور دیہات کا رہنے والا ایک کمپوڈر جب آپ کے بچے کو دیکھتا ہے تو آکر کہتا ہے کہ آپریشن کی کوئی ضرورت نہیں میں چند کیپسول دونگا آپ کا بچہ بغیر آپریشن کے تندرست ہو جائے گا تو بتائے آپ اور آپ کے خاندان والے کس کی بات کو مانیں گے ظاہر ہے کوئی عقلمند آدمی جس کے سر میں دماغ ہے سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت ہے وہ ملک کے مایہ ناز ڈاکٹروں کے مقابلے میں ایک کمپوڈر کی رائے کو کوئی حیثیت نہیں دے سکتا اس لئے کہ ہر لائن میں ماہر فن کی بات معتبر ہوتی ہے نہ کہ ہر ایرے غیرے نتھو پتھو کی۔

اسی طرح میرے دوستو دینی معاملات اور مسائل میں بھی جو دین کے ماہرین ہیں ان کی بات معتبر ہوگی نہ کہ ہر ایرے غیرے کی' یہ عجیب بات ہے کہ دنیا کے معاملات میں تو ہمیں یہ بات سمجھ میں آتی ہے علاج کرنا ہو تو ماہر اسپیشلسٹ ڈاکٹر کو تلاش کریں گے پرانے تجربہ کار حکیم کو تلاش کریں گے' مکان کا نقشہ بنانا ہو تو ماہر اور اسپیشلسٹ انجینئر کو تلاش کریں گے تعلیم کیلئے ماہر پروفیسر کو تلاش کریں گے انگلش کیلئے الگ ریاضی اور حساب کیلئے الگ جو پروفیسر

جس مضمون میں ماہر ہوگا اس سے وہ مضمون پڑھیں گے غرض ہر لائن میں جو ماہر فن ہوتا ہے ہم دنیا کے معاملات میں اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں لیکن جب دین کا مسئلہ آتا ہے تو یہ اصول ہم بھول جاتے ہیں اور دینی معاملات میں بجائے ان علماء کے جن کی ساری زندگی قرآن وحدیث کو سمجھنے اور سمجھانے میں پڑھنے اور پڑھانے میں گذر گئی ان علماء کو چھوڑ کر ہم ڈاکٹروں اور پروفیسروں اور فوج کے جرنیلوں کی طرف دینی معاملات میں رجوع کرتے ہیں جن کا قرآن وحدیث سے دور کا بھی واسطہ نہیں جنہوں نے قرآن وحدیث کا علم باقاعدہ استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کر کے حاصل نہیں کیا بلکہ عربی بھی براہ راست نہیں سمجھ سکتے صرف اردو کے ترجموں سے اپنے مطالعہ کے زور پر قرآن وحدیث کے سمجھنے کی کوشش کی جس کے نتیجہ میں خود بھی گمراہ ہوئے اور عوام الناس کو بھی گمراہ کیا خوب غور وفکر کریں جب دنیا کی ہر لائن میں ماہر فن کی بات معتبر ہوتی ہے تو دین کے معاملات میں دین کے ماہر کی ضرورت کیوں نہیں؟ میرے دوستو آج ہمارا دور فتنوں کا دور ہے ہر روز نئے نئے فتنے ظاہر ہو رہے ہیں اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بالکل سچا ثابت ہو رہا ہے کہ آخر زمانے میں فتنے اس طرح ظاہر ہونگے جیسے تسبیح کا دھاگہ توڑ دیا جائے تو لگاتار یکے بعد دیگرے موتی گرنا شروع ہو جاتے ہیں آخر زمانے میں اس طرح لگاتار فتنے ظاہر ہونگے ایک کے بعد دوسرا ختم ہونے کا نام نہیں لیں گے۔

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:

كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ
فتنے اس طرح ظاہر ہونگے جیسے اندھیری رات کے ٹکڑے ہوتے ہیں
کہ رات کی تاریکی چھاجاتی ہے تو پھر ایک اندھیرے ٹکڑے کے بعد
دوسرا ٹکڑا صبح کے اجالے تک تاریکی ختم ہونے کا نام نہیں لیتی۔
ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا کہ فتنے اس طرح ظاہر ہونگے کہ آدمی
صبح کو مؤمن ہوگا تو شام کو کافر ہوگا اور شام کو مؤمن ہوگا تو صبح کو کافر ہوگا میرے
دوستو ہمارے زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات بالکل پورے
ہورہے ہیں گمراہی کے فتنوں کا ایسا جال ہے کہ انسان کیلئے اپنے ایمان کی حفاظت
کرنا اور ایمان کو بچانا مشکل ہو گیا ہے دین اور ایمان کو بچانا جتنا آج مشکل ہے
شاید اس سے پہلے کبھی بھی اتنا مشکل نہیں ہوا تھا ویسے تو فتنوں کا ایک پورا جال
ہے آغا نیوں کا فتنہ بوہریوں کا فتنہ 'قادیانیوں کا فتنہ 'یہودیوں اور عیسائیوں کی
رفاہی تنظیموں کا فتنہ 'روافض اور دشمنان صحابہ کا فتنہ 'اہل بدعت گمراہ مولویوں
اور گمراہ پیروں کا فتنہ کہاں تک ذکر کروں ایک لمبا سلسلہ ہے 'بلاشبہ یہ سارے
فتنے ہیں انسان کے ایمان اور دین کو تباہ کرنے والے ہیں یہ سارے انسان کے
ایمان کے ڈاکو اور لٹیرے ہیں لیکن ان تمام فتنوں سے زیادہ خطرناک ایک اور فتنہ
ہے جس کا میں آج ذکر کرنا چاہتا ہوں اور اسی فتنے کا ہمارے موضوع کے ساتھ
تعلق ہے یہ فتنہ آج کل وبا کی طرح پھیل چکا ہے عوام الناس بہت زیادہ اسکا شکار
ہو چکے ہیں یہ فتنہ ہے جدت پسند طبقے کا سکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں کے

پڑھے ہوئے ڈاکٹروں پروفیسروں اور فوج کے جرنیلوں نے قرآن وحدیث کو باقاعدہ کسی استاد سے پڑھے بغیر اپنے مطالعہ کی مدد سے سمجھنا شروع کردیا ہمارے زمانے میں اردو ترجموں کی کثرت ہے ان اردو ترجموں کی مدد سے قرآن وحدیث کو سمجھنا شروع کردیا جس کے نتیجے میں خود بھی گمراہ ہوئے اور پھر ان کو عوام الناس کی راہ نمائی کا بھی شوق ہوا تو راہ نمائی کر لوگوں کو بھی گمراہ کردیا' ضال بھی ہوئے اور مضل بھی ہوئے۔

میرے دوستو آپ خود سوچیں دنیا کا کوئی فن بھی صرف اس فن کی کتابیں پڑھ کر حاصل نہیں کیا جاسکتا بلکہ کتابوں کے ساتھ سمجھانے والے استاد کی بھی ضرورت ہوتی ہے اس استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنا پڑتا ہے' اس کی صحبت میں کچھ عرصہ رہنا پڑتا ہے تب جاکر وہ فن آدمی کو حاصل ہوتا ہے آج ڈاکٹری کی' حکمت اور طب کی کتابیں لکھی ہوئی بازار میں مل جاتی ہیں وہ لکھی ہوئی بھی ماہر ڈاکٹروں اور حکیموں کی ہوتی ہیں مثلاً ان کو پڑھ کر کوئی آدمی ڈاکٹر نہیں بن سکتا اگر کوئی آدمی صرف اپنے مطالعہ سے وہ کتابیں سمجھ جائے اور اپنا علاج شروع کردے تو بتائے اس کا نتیجہ قبرستان آباد کرنے کے سوا اور کیا ہوگا اور نہ ہی ایسے جعلی ڈاکٹر کو گورنمنٹ کلینک کھولنے کی اجازت دے گی' آپ اس پر جتنا سوچیں گے آپ پر انشاء اللہ یہ بات کھلتی جائے گی اور اس کی کئی مثالیں خود بخود آپ کے ذھن میں آتی جائیں گی' کھانا پکانے کی کتابیں پڑھ کر آدمی باورچی نہیں بن سکتا بلکہ باورچی بننے کے لئے تو دوسرے ماہر باورچی کو استاد ماننا پڑے گا اس کی شاگردی

اختیار کرنی پڑے گی اس کی صحبت میں رہنا پڑے گا تب جاکر کہیں کھانا پکانا آئے گا۔

میرے دوستو جب دنیا کے یہ چھوٹے چھوٹے کام کام خود خود اپنے مطالعے سے نہیں آسکتے بلکہ ان کے حاصل کرنے کے لئے کسی استاد کی ضرورت ہوتی ہے تو کتنی عجیب بات ہے کہ قرآن وحدیث کے علوم اور دینی علوم جو انبیاء کی وراثت ہیں یہ اتنی بڑی شان والے علوم خود خود حاصل ہو جائیں اور ان کے لئے کسی استاد کی ضرورت نہ ہو یہ نرالی منطق ہے۔ خوب سمجھ لیں یہ قرآن وحدیث کے علوم سینہ بسینہ منتقل ہوتے ہیں، سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس سے یہ علوم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حاصل ہوئے اور صحابہ کرام سے تابعین کو اور تابعین سے تبع تابعین کو یہ علوم حاصل ہوئے اسی طرح سینہ بسینہ یہ علوم منتقل ہوتے ہوئے ہم تک پہنچے ہم سے لے کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تک مکمل سند کا سلسلہ قائم ہے، میں نے اپنے اساتذہ سے یہ علوم حاصل کئے انہوں نے اپنے اساتذہ سے یہ علوم حاصل کئے، اسی طرح یہ سلسلہ چلتے چلتے تبع تابعین تک پھر ان کی وساطت سے تابعین تک پھر تابعین کی وساطت سے صحابۂ کرامؓ تک پھر صحابۂ کرامؓ کی وساطت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ سلسلہ جا پہنچتا ہے، اور یہ سند دین کا جزء ہے۔ عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ کا قول ہے "اَلْاِسْنَادُ مِنَ الدِّیْنِ" سند بیان کرنا دین کا جزء ہے "لَوْلَا الْاِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَاشَاءَ" اگر یہ سند وغیرہ کا سلسلہ نہ

ہو تا تو جس کے دل میں جو کچھ آتا دین کے بارے میں کہہ ڈالتا۔

تو میرے دوستو جو لوگ قرآن وحدیث کے علوم باقاعدہ اساتذہ سے حاصل نہیں کرتے ان کی سند کا سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچتا جس کی وجہ سے ان کو قرآن وحدیث کا صحیح فہم نصیب نہیں ہو تا پھر قرآن وحدیث کے علوم فی نفسہ بھی اتنے مشکل ہیں کہ قرآن وحدیث کو سمجھنے کیلئے ابتداء بہت سارے علوم سیکھنے پڑتے ہیں علم صرف علم نحو بلاغت اور معانی علم ادب وغیرہ ان سب کو پڑھنے کے بعد جاکر قرآن وحدیث کو سمجھنے کی استعداد پیدا ہوتی ہے ہمارے اسلامی مدارس میں پندرہ سولہ سال ایک جیہ لگا تا ہے او قرآن وحدیث کو سمجھنے کیلئے جن علوم کی ضرورت ہے وہ سارے علوم ماہر اساتذہ سے حاصل کرتا ہے تب جاکر آخر میں اس کو اتنی استعداد حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ قرآن اور حدیث کو سمجھ سکے جب یہ استعداد پیدا ہو جاتی ہے تو آخری سالوں میں باقاعدہ ان کو تفسیر اور حدیث پڑھائی جاتی ہے بخاری شریف اور مسلم شریف اس کو پڑھائی جاتی ہے تو قرآن وحدیث کو سمجھنے کیلئے ابتدائی علوم کو حاصل کرنا ازحد ضروری ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ قرآن کی تفسیر سمجھنے کیلئے اور قرآن کی تفسیر بیان کرنے کیلئے سترہ علوم میں ماہر ہونا ضروری ہے جب تک وہ علوم حاصل نہ کر لئے جائیں تب تک انسان مفسر نہیں بن سکتا اور قرآن کی مکمل تفسیر سمجھ میں نہیں آسکتی میرے دوستو

بالکل موٹی سی بات ہے ایم اے کا مضمون ایک پرائمری پاس بچہ سمجھنا چاہتا ہے تو کیا ایم اے کا وہ مضمون ایک چالیس سالہ تجربہ کار پروفیسر اور لیکچرار اس پرائمری کے بچے کو سمجھا سکتا ہے اس کا جواب یقیناً بالکل نفی میں ہوگا کہ بالکل نہیں سمجھا سکتا تو آخر اس کی کیا وجہ ہے یہی وجہ آپ بیان کریں گے کہ پرائمری کے بچے میں وہ استعداد ہی نہیں جو اس مضمون کو سمجھنے کیلئے ضروری ہوتی ہے وہ بچہ ان اصطلاحات سے واقف نہیں جو اس مضمون کے دوران بیان ہو نگیں ہاں چودہ پندرہ کلاسیں باقاعدہ پڑھے گا آہستہ آہستہ اس کی استعداد بھی بنتی جائے گی اصطلاحات سے بھی واقفیت ہوتی جائے گی آخر کار سمجھانے سے وہ مضمون انشاء اللہ اس کو سمجھ میں آجائے گا اسی طرح میرے دوستو تمام آدمی جس نے قرآن وحدیث کو سمجھنے کیلئے ابتدائی علوم حاصل نہیں کئے وہ قرآن وحدیث کی گہرائی میں نہیں اتر سکتا خوب اچھی طرح سمجھ لیں جتنے لوگوں نے بھی ماہر علماء کرام سے تعلیم حاصل کئے بغیر اور ابتدائی علوم کو حاصل کئے بغیر اس میدان میں قدم رکھا اور قرآن کی تفسیریں لکھنی یا بیان کرنی شروع کیں تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خود بھی گمراہ ہوئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا خود بھی صراط مستقیم کی پٹڑی سے اتر گئے اور لوگوں کو بھی پٹڑی سے اتارنا شروع کر دیا' ضال بھی ہوئے اور مضل بھی ہوئے۔

جہاں بھی دیکھیں کہ کوئی ڈاکٹر کوئی پروفیسر کوئی فوج کا جرنیل قرآن کا درس دے رہا ہے تفسیر بیان کر رہا ہے یا دینی مسائل میں لیکچر دے رہا ہے تو سمجھ

چاہئیں کہ یہ گمراہی کا مرکز ہے' خود بھی اس سے بچیں اور اپنے دوست واحباب کو بھی بچانے کی کوشش کریں۔

اس قسم کی واضح مثالیں مولانا مودودی' ڈاکٹر اسرار' اکرم اعوان' پروفیسر طاہر القادری اور الهدیٰ سنٹر کو چلانے والی ڈاکٹر فرحت ہاشمی' جماعت المسلمین اور غیر مقلد حضرات ان سب نے قرآن وحدیث کے علوم کو مروجہ طریقے سے حاصل کئے بغیر اس میدان میں قدم رکھا' ماہر علماء کرام سے ان علوم کو حاصل نہیں کیابلکہ جدید تعلیم کے زور پر اردو ترجموں کے واسطے سے قرآن وحدیث اور اسلامی علوم کو سمجھنے کی کوشش کی اور پھر ان کو عوام الناس کی پیشوائی اور راہنمائی کا بھی شوق ہوا' جس کے نتیجہ میں بے شمار خلق خدا کو گمراہ کیا یہ ان تمام حضرات کے بارے میں ایک بنیادی اور مرکزی بات ہے' باقی دینی مسائل میں انہوں نے کہاں کہاں ٹھوکر کھائی' قرآن وحدیث کی تفسیر اور تشریح میں ان سے کہاں کہاں غلطیاں ہوئیں' یہ ایک طویل مضمون ہے' میں فی الحال اس بحث کو نہیں چھیڑنا چاہتا میرا مقصد صرف آپ کو ہوشیار کرنا تھا' تفصیل کے خواہشمند حضرات قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم کی اس موضوع پر لکھی ہوئی کتابیں پڑھا کریں' اور ان کا ماہنامہ حق چاریار باقاعدگی سے پڑھا کریں' اور حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کی کتاب اختلاف امت اور صراط مستقیم کا مطالعہ کریں' انشاء اللہ آپ کی آنکھیں کھل جائیں گی۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ :

بعض حضرات کو میرے یہ معروضات سن کر یہ اشکال ہوگا کہ قرآن کریم میں خود اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا ہے :

"وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ"

کہ ہم نے تو قرآن کو آسان کر دیا ہے' اور آپ کی ساری تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کا سمجھنا انتہائی مشکل ہے۔ اس اشکال کا جواب خود قرآن کریم میں ملتا ہے پورے قرآن کا اگر غور سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں دو قسم کے مضامین عام طور پر بیان کئے جاتے ہیں پہلی قسم کے مضامین کا تعلق وعظ و نصیحت سے ہے' اس مقصد کے لئے سابقہ انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کے واقعات بیان فرمائے گئے اللہ پاک نے اپنے انعامات واحسانات کا تذکرہ فرمایا موت اور موت کے بعد پیش آنے والی آخرت کی مختلف منازل کا ذکر فرمایا جنت اور جہنم کے مختلف حالات بیان فرمائے یہ سارے مضامین وعظ و نصیحت کے مضامین ہیں انسان کی عبرت کے لئے ان کو بیان فرمایا گیا ہے' یہ پہلی قسم کے تمام مضامین یقیناً اتنے آسان ہیں کہ کوئی بھی شخص عربی جاننے والا براہ راست خود قرآن سے ان مضامین کو پڑھ کر عبرت اور نصیحت حاصل کر سکتا ہے' اور عربی نہ جاننے والا شخص اپنی زبان کے سادہ ترجموں سے ان مضامین کو

پڑھ کر عبرت اور نصیحت حاصل کر سکتا ہے' اور اس قسم کے مضامین کیلئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

"وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ"

ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے '

"لِلذِّکْر" کا معنی ہے نصیحت حاصل کرنے کے لئے۔ یہ تو بات تھی پہلی قسم کے مضامین کے بارے میں دوسری قسم کے مضامین وہ ہیں جن کا تعلق شریعت کے قوانین اور علتوں کے ساتھ ہے جن میں اسلامی قانون کے متفرق پہلو بیان فرمائے گئے ہیں'اسی طرح ان میں نظریاتی معاملات کی تفاصیل اور احکام کی مصالح اور حکمتیں بیان کی گئی ہیں'اس قسم کے مضامین کا سمجھنا ہر آدمی کے بس سے باہر ہے ان مضامین کو سمجھنے کے لئے ان تمام علوم وفنون میں مہارت ضروری ہے جو بنیادی علوم کہلاتے ہیں جن کی طرف میں پہلے بھی اشارہ کر چکا ہوں حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے لکھا ہے' کہ تقریباً سترہ علوم میں مہارت کے بعد جا کر قرآن کی تفسیر سمجھ میں آتی ہے'اس دوسری قسم کے مضامین کے بارے میں اللہ نے خود قرآن میں ارشاد فرمایا ہے :

"وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ"

ہم ان قرآنی مثالوں کو لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں اور ان مثالوں کو بس علم والے ہی لوگ سمجھتے ہیں۔

میرے دوستو اور بزرگو بات بڑی دور نکل گئی اصل مضمون یہ بیان ہو رہا

تھا کہ تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینا یہ غیر مقلد حضرات کی غلط فہمی ہے اور اس کا اصل سبب یہ ہے کہ ان کو قرآن و حدیث کا صحیح فہم نصیب نہیں ہوا اور نہ پوری امت کے جید علماء ائمہ اربعہ اور بزرگان دین اس مسئلہ پر متفق ہیں کہ تین طلاقیں دینے کی صورت میں وہ تین ہی ہوتی ہیں اور وہ عورت اس شوہر پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ پاک ہم سب کو اپنے دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے اور گمراہی کے تمام فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ :

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

چوتھی تقریر

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

چوتھی تقریر

عنوان

طلاق کے بارے میں غلط فہمیاں

(قسط ۳)

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ امَّا بَعد فَأَعُوذُ
بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ
بِإِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّا
آتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّا اَنْ يَّخَافَا اَنْ لَّا يُقِيْمَا
حُدُوْدَ اللّٰهِ فَإِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ
اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ
تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ صدق الله العظيم۔

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو، مسئلہ طلاق میں غلط فہمیوں کا بیان ہو رہا تھا تقریباً اکثر غلط فہمیاں بیان ہو چکی ہیں۔ آخری غلط فہمی رہ گئی تھی۔ آج اس کو بیان کرنے کا ارادہ ہے۔ وہ غلط فہمی یہ ہے کہ تین طلاقوں کی صورت میں جب لوگوں کو یہ مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ اب رجوع کی کوئی صورت نہیں ہے جب تک شرعی حلالہ نہ ہو جائے، تو وہ بے چارے مروجہ حلالہ کرانے پر تیار ہو جاتے ہیں اور اسی مروجہ حلالہ کو شرعی حلالہ سمجھتے ہیں، حالانکہ ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس مروجہ حلالہ کو شرعی حلالہ سے کوئی مناسبت نہیں ہے، شرعی حلالہ تو جائز ہے اور مروجہ حلالہ ناجائز اور حرام ہے، اور ایسا گناہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعنت فرمائی ہے۔ لہٰذا ان دونوں میں فرق سمجھنا ضروری ہے۔

حلالہ شرعی کی ترتیب اور تفصیل یہ ہوتی ہے کہ ایک شوہر نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں، عدت گذرنے کے بعد اتفاقاً کہیں سے نکاح کا پیغام آ گیا اس کے خاندان والوں نے رضا کا اظہار کر دیا دونوں کا نکاح ہو گیا نکاح کے بعد وہ ہنسی خوشی رہنے لگے ازدواجی تعلقات بھی قائم ہو گئے، پھر اتفاقاً کسی بات پر میاں بیوی میں ناچاقی پیدا ہو گئی، بڑھتے بڑھتے بات بہت بڑھ گئی، صلح کی ساری کوششیں بے کار ہو گئیں، یہاں تک کہ اس دوسرے شوہر نے بھی اس کو طلاق دیدی، پھر اس دوسرے شوہر کی عدت بھی گذر گئی تو یہ عورت اس پہلے شوہر کے

نکاح میں دوبارہ آسکتی ہے۔

یہ ہے حلالہ شرعی کہ اب یہ عورت پہلے شوہر کے لئے دوبارہ حلال ہو گئی، اس طرح اس دوسرے شوہر کے ساتھ اتفاقاً نکاح ہوا پھر اچانک اس دوسرے شوہر کا انتقال ہو گیا اور یہ بیوہ ہو گئی، اب اس کی عدت وفات چار ماہ دس دن بھی گذر گئے، تو اس صورت میں بھی اب یہ پہلے شوہر سے اگر نکاح کرنا چاہے تو نکاح کر سکتی ہے، یہ سارا عمل حلالہ شرعی کہلاتا ہے اس میں کسی پر کوئی گناہ نہیں بلکہ ثواب کی امید ہے، کہ ایک شرعی کام کیا گیا، اور لڑائی جھگڑے کو ختم کر کے دونوں خاندانوں کو تباہی اور بربادی سے بچالیا گیا۔ اور اسی حلالہ شرعی کا ذکر قرآن کریم کے دوسرے پارے کی آیت میں ہے، جو میں نے خطبہ میں آپ کے سامنے پڑھی تھی، ارشاد باری تعالیٰ ہے :

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلاَ تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ

یعنی اگر وہ شوہر تیسری طلاق بھی دے بیٹھے تو وہ عورت اس کے لئے دوبارہ اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی جب تک وہ دوسرے کسی مرد سے نکاح نہ کرلے۔

بہر حال یہ تو تھا حلالہ شرعی، اب اس کے مقابلے میں مروجہ حلالہ جو ہمارے زمانے میں عام ہے وہ اس طرح کیا جاتا ہے کہ تین طلاقیں دینے کے بعد شوہر جب پشیمان ہوتا ہے اور مفتیوں کے دروازوں پر چکر لگاتا ہے، مگر رجوع کی کوئی صورت نہیں پاتا، مفتی صاحب اس کو ایک ہی مسئلہ بتاتے ہیں کہ میاں یہ

تیرے نکاح میں اب دوبارہ نہیں آسکتی صرف ایک ہی صورت میں آسکتی ہے کہ اس کا کسی اور سے نکاح ہو جائے اور ہمبستری کے بعد دونوں میں اتفاقاً ناچاقی پیدا ہو جائے اور وہ دوسرا شوہر اس کو طلاق دیدے پھر یہ عورت اس کی بھی عدت گزار لے اس کے بعد یہ تیرے نکاح میں دوبارہ آسکتی ہے۔

اب مفتی صاحب کا یہ مسئلہ سن کر وہ پریشان ہو جاتا ہے کہ یہ تو بڑا الیا کام ہے۔ مجبوراً وہ مرد اور اس کے خاندان والے ایسے مرد کو تلاش کرتے ہیں جو اس شرط پر نکاح کرنے کے لئے تیار ہو جائے کہ نکاح کے بعد ہمبستری کرے گا اور ہمبستری کے بعد اس عورت کو طلاق دیدے گا۔ چنانچہ تلاش کے بعد جب مطلوبہ آدمی ان کو مل جاتا ہے تو سارے معاملات طے کر کے اور یہ شرط لگا کر کہ وہ ہمبستری کے بعد اس کو طلاق دیدے گا، اس بے چاری عورت کو اس اجنبی مرد کے نکاح میں دیدیا جاتا ہے، پھر وہ ہمبستری کے بعد طے شدہ شرط کے مطابق اس عورت کو طلاق دے دیتا ہے۔

اب آپ خود سوچیں کتنا فرق ہے حلالہ شرعی میں اور اس مروجہ حلالہ میں، اور یہ مروجہ حلالہ کتنی بے غیرتی کا کام ہے، اسی وجہ سے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مروجہ حلالے کا ارتکاب کرنے اور کرانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

ارشاد فرمایا:

"لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ بِهٖ"

اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ پیغمبر جو رحمۃ للعالمین بن کر آیا اور طائف کے بازار میں پتھروں کی بارش برسانے والوں کو بھی اس نے بد دعا نہ دی بلکہ ان کے لئے ہدایت کی دعا کی اور ارشاد فرمایا:

"مابعثت لعاناً ولٰکنی بعثت رحمة للعالمین"

مجھے تو لعنت کرنے والا نہیں بنا کر بھیجا گیا بلکہ مجھے تو دو جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔

تو اندازہ کریں کہ یہ مروّجہ حلالہ کتنا قبیح کام ہے اور کتنا بڑا گناہ ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے کرانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

آخری بات یہ سمجھیں کہ یہ مروّجہ حلالہ حرام اور ناجائز ہے اور قابل لعنت فعل ہے اس سے ہر ممکن بچنے کی کوشش کرنی چاہئے لیکن اگر کوئی مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے مروّجہ حلالہ کو اختیار کرلے یا مسئلہ معلوم بھی تھا مگر مجبوری کی وجہ سے یہ حرام کام کر بیٹھا تو یہ کام اگرچہ حرام تھا لیکن اس کام کی وجہ سے وہ مطلقہ عورت اس پہلے شوہر کے لئے اسی طرح حلال ہو جائے گی جیسے حلالہ شرعی کی صورت میں وہ مطلقہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جاتی ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

بعض لوگوں کو یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ جب یہ مروجہ حلالہ حرام ہے اور قابل لعنت فعل ہے تو اس کے نتیجے میں وہ مطلقہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال کیسے ہو جائے گی۔ ایک حرام کام اور گناہ کا کام عورت کے حلال ہونے کا کیسے سبب بن جائے گا۔

تو میرے دوستو یہ بھی شیطان کی چال ہے اور شیطان کا مکر ہے لوگوں کو فریب اور دھوکے میں ڈالنے کے لئے۔ میرے دوستو خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ کسی فعل کا حرام ہونا اور گناہ ہونا اس کو کسی حلال کام کے سبب بننے سے نہیں روک سکتا شریعت میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں کہ ایک حرام کام اور گناہ کا کام ایک حلال کام کے لئے سبب بن گیا۔ انشاء اللہ مثال سے آپ کو مسئلہ سمجھ میں آجائے گا۔

پہلی مثال :

ایک آدمی نے کسی کی چھری چوری کرلی اور گھر میں لے آیا اور اس کو استعمال کرنے لگا ایک دن اسی چوری کی چھری سے بکری ذبح کرڈالی، تو اب جس مفتی صاحب سے دل چاہے مسئلہ پوچھ لو کہ بکری حلال ہے یا حرام ہے، سارے

پاکستان کے مفتی یہاں فتوی دیں گے کہ بکری حلال ہے اور اس کا گوشت کھانا جائز ہے۔

دیکھو میرے دوستو چوری کرنا حرام ہے' اس چھری کو اپنے گھر لانا اور اپنے پاس رکھنا حرام ہے استعمال کرنا سب حرام ہے' اور یہ سارے کام کرنے والا آدمی گناہ گار اور مجرم ہے' مگر اس کے باوجود سارے مفتی یہ فتویٰ دے رہے ہیں کہ بکری حلال ہے اس کا گوشت کھایا جاسکتا ہے۔

تو میرے دوستو معلوم ہوا کہ ایک حرام اور گناہ کا کام ایک حلال کام کے لئے سبب بن سکتا ہے' اگر چہ ایسا کرنے والا گناہ گار ہوگا۔

دوسری مثال :

ایک آدمی نے کسی کپڑے والے کی دوکان سے ایک تھان کپڑوں کا چوری کر لیا' اور درزی سے کپڑے بنوالئے' کپڑے جب بن کر آئے تو وہی کپڑے پہن کر بڑی ٹھاٹھ باٹھ سے جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے آگیا اور ان چوری کے کپڑوں سے جمعہ کی نماز ادا کرلی' اسی طرح اور نمازیں پڑھتا رہا' اب وہ جاکر کسی مفتی سے مسئلہ پوچھتا ہے کہ میں نے چوری کے کپڑے پہن کر نماز پڑھی تھی میری نماز ہوئی یا نہیں' تو میرے دوستو سارے پاکستان کے مفتی اس کو یہی فتویٰ دیں گے کہ تیری نماز ہوگئی اگر چہ کام تو نے بہت بُرا کیا۔

دیکھ لیا میرے دوستو کپڑے کا چرانا حرام ہے اور اس کو سلوا کر پہننا استعمال کرنا حرام ہے' عین نماز کے دوران بھی کپڑا چوری کا استعمال ہو رہا ہے' حرام کام کا ارتکاب ہو رہا ہے' تو یہ سارے کام حرام ہیں لیکن اگر کسی نے ایسا کر لیا تو سارے پاکستان کے مفتی اس کو یہی فتوی دیں گے کہ بھائی تیری نماز ہو گئی فرض ادا ہو گیا اب اس کی قضاء تیرے ذمے نہیں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ایک حرام کام اور گناہ کا کام حلال کام کیلئے سبب بن سکتا ہے۔

تیسری مثال:

ایک چوھدری صاحب نے ایک غریب آدمی کی زمین غصب کر لی رشوت وغیرہ دے دلا کر مقدمات بھی سارے جیت لئے 'اس غریب کی ساری اپلیں ناکام ہو گئیں 'اب چوھدری صاحب مقدمات سے فارغ ہو گئے اور اطمینان کا سانس لیا تو اس غصب شدہ زمین پر کھیت اور باغات وغیرہ لگوائے پھر ایک دن نماز کا وقت ہوا تو چوھدری صاحب نے وضوء کر کے اس غصب شدہ زمین پر لگے ہوئے باغ میں نماز ادا کر لی نماز سے فارغ ہوئے تو ان کو شک ہوا کہ یہ زمین تو میں نے ناجائز غصب کی ہوئی تھی پتہ نہیں میری نماز بھی ہوئی یا نہیں 'ایک مفتی صاحب سے مسئلہ پوچھا تو میرے دوستو وہ مفتی صاحب کیا سارے پاکستان کے مفتی اس چوھدری صاحب کو یہی مسئلہ بتائیں گے کہ تو نے بہت بڑا گناہ کیا اور یہ

بڑا ظلم کیا مگر تیری نماز کا فرض ادا ہو گیا' اب اس کو دوبارہ لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

تو میرے دوستو آپ نے دیکھا کہ غصب کرنا حرام' پھر اس غصب شدہ زمین کو استعمال کرنا حرام' جب تک اس پر نماز پڑھی جا رہی ہے وہ استعمال ہو رہی ہے یا نہیں' یقیناً استعمال ہو رہی ہے' مگر پھر بھی اس کی نماز کا فرض ادا ہو جائے گا فرض اس کے ذمے سے اتر جائے گا۔

تو میرے دوستو معلوم ہوا کہ ایک حرام کام اور گناہ کبیرہ کا کام کسی حلال اور ناجائز کام کے لئے سبب بن سکتا ہے' یہ میں نے بات سمجھانے کے لئے فقط آپ کے سامنے تین مثالیں پیش کی ہیں' وقت مختصر ہے ورنہ اس کی بیسیوں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں کہ ایک حرام کام حلال کام کا سبب بن گیا۔

میرے دوستو اور بزرگو' اصل میں بات یہ ہے کہ اللہ پاک نے جتنے اسباب بنائے ہیں' وہ اسباب جب وجود میں آجائیں تو ان پر مرتب ہونے والے نتائج بھی خود بخود وجود میں آجاتے ہیں' کوئی چاہے یا نہ چاہے بہر حال انہوں نے وجود میں آکر رہنا ہوتا ہے۔ آگ کو جلنے کا سبب بنایا' چھری کو کاٹنے کا سبب بنایا' اب آگ جلے گی تو اس میں جو چیز ڈالی جائے گی اس کو بھی جلائے گی' اسی طرح چھری چلائی جائے گی تو کاٹنے والا کام ضرور کرے گی۔

اسی طرح مطلقہ عورت کا دوسرے شوہر سے نکاح کرنا اور ازدواجی تعلقات کے بعد اس دوسرے شوہر کا بھی اس کو طلاق دے دینا اس سارے عمل

کو اللہ پاک نے سبب ملایا ہے پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جانے کا' تو جب اوپر والا عمل وجود میں آئے گا تو اس پر نتیجہ ضرور مرتب ہوگا کہ وہ عورت پہلے والے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی' اب اگر اوپر والا سارا عمل اتفاقی ہو تو وہ جائز بھی ہوگا اور بیوی بھی پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی' اسی کو حلالہ شرعی کہا جاتا ہے' لیکن اگر اوپر والا یہ عمل شرط لگا کر باقاعدہ سارے معاملات طے کر کے کیا جائے گا تو یہ کام ناجائز اور حرام ہوگا' مگر بیوی پھر بھی پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی اس لئے کہ اللہ پاک نے اس اوپر والے عمل کو بیوی کے حلال ہونے کا سبب ملایا ہے' جب سبب وجود میں آئے گا تو اس کا نتیجہ ضرور وجود میں آئے گا' امید ہے انشاء اللہ آپ کو بات سمجھ میں آگئی ہوگی' لیکن اگر کسی کو بات سمجھ میں نہ آئی ہو تو بعد میں علیحدگی میں پوچھ سکتا ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ :

بعض لوگوں نے اس حلالے کے مسئلے کو اچھال کر حنفیوں کے خلاف بڑا زہریلا پروپیگنڈا کیا ہے' پچھلے دنوں اخبارات میں بیان بازی بھی ہوتی رہی' اصل مقصود ان کا عوام الناس کو علماء سے متنفر کرنا تھا' مسئلہ چونکہ علمی تھا اور عوام الناس کی استعداد اتنی نہیں ہوتی کہ وہ ہر مسئلے کی تہ تک پہنچ سکیں' اس لئے عوام بے چارے پریشان ہو جاتے ہیں اور ان کے ذہنوں میں غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے۔

بعض حضرات کی طرف سے جو شبہ پیدا کیا جاتا رہا وہ یہ تھا کہ حنفی مولویوں اور مفتیوں نے مروجہ حلالے کو جائز قرار دے کر زنا کا دروازہ کھول دیا' پوری امت کو بدکاری میں مبتلا کر دیا۔

میرے دوستو سارے پڑھو لاحول ولا قوۃ الا باللہ یہ اتنا بڑا بہتان ہے کہ اس کو سن کر شیطان نے بھی اپنے کانوں کو ہاتھ لگائے ہوں گے۔

سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۔

میرے دوستو اس شبہ کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ تمام احناف کے علماء اور مفتیان کرام مروجہ حلالہ کو حرام اور قابل لعنت فعل سمجھتے ہیں' انہوں نے کبھی بھی مروجہ حلالے کو جائز قرار نہیں دیا' البتہ کوئی مروجہ حلالہ کرنے کے بعد جب ان سے مسئلہ پوچھنے آتا ہے کہ میری بیوی حلال ہو ئی یا نہیں' تو وہ مسئلہ یہ بتا دیتے ہیں کہ تو نے کام بڑے گناہ کا کیا اور حرام کا مرتکب کیا لیکن بیوی تیری حلال ہو گئی اب آپ بتائیں کہ اس میں احناف کا کیا قصور ہے کیا ان کا یہی جرم ہے کہ انہوں نے اس کو مسئلہ بتا دیا۔

یہ تو ایسا ہی اعتراض ہے جیسے چوری کی چھری کے ساتھ بکری کو ذبح کرنے والا مسئلہ پوچھے کہ بکری حلال ہے یا حرام ہے تو اس کو مفتی صاحب مسئلہ بتائیں کہ بکری حلال ہے تو کوئی آدمی مفتی صاحب پر اعتراض کرنے لگے واہ جی واہ مفتی صاحب آپ نے تو چوری کو جائز قرار دے دیا۔

تو انصاف سے فرمائیں کہ کیا اعتراض کرنے والے کا یہ اعتراض

درست ہوگا" مفتی صاحب نے چوری کو تو جائز نہیں قرار دیا انہوں نے تو چوری کی چھری سے ذبح شدہ بکری کو حلال قرار دیا ہے

میرے دوستو بالکل اسی طرح احناف حلالہ مروجہ کو جائز اور حلال نہیں قرار دیتے بلکہ وہ تو اس کو حرام اور ایسا حرام سمجھتے ہیں جس پر لعنت وارد ہوئی ہے ہاں وہ اس حلالہ مروجہ کی وجہ سے اس مطلقہ عورت کو سابقہ شوہر کے لئے حلال ہونے کا مسئلہ بتاتے ہیں۔

اللہ پاک ہمیں اپنے نفسوں کے شرور سے بچائے اور اپنے دین کی صحیح سمجھ عطاء فرمائے۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پانچویں تقریر

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پانچویں تقریر

عنوان

طلاق تک پہنچانے والے اسباب میں سے پہلا سبب

(بے دین ہونا)

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ عَلىٰ رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

أَمَّا بَعْد

فَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ أَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ.

تمہیدی بات:

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو،

اصل مضمون یہ شروع ہوا تھا کہ تین طلاقیں اکھٹی دینا حرام ہے لور

ایسا گناہ کبیرہ ہے جو بے لذت اور بے ضرورت ہے، جس کا ارتکاب کرنے میں دنیا کا ایک ذرہ برابر بھی فائدہ نہیں ہوتا نہ پیسے ملتے ہیں اور نہ کوئی لذت اور مزہ محسوس ہوتا ہے، نہ کوئی خواہش پوری ہوتی ہے، اور اگر آدمی اس گناہ کا ارتکاب نہ کرے تو دنیا کا ایک رائی کے دانے کے برابر بھی نقصان نہیں ہوتا، بلکہ میرے دوستو اس گناہ کا ارتکاب کر کے اور تین طلاقیں اکٹھی دے کر کے انسان دنیا میں ایسی پریشانیوں کا شکار ہو جاتا ہے کہ وہ بیان سے بھی باہر ہیں، دونوں خاندان ہمیشہ کے لئے لڑائی اور فساد کے آگ میں جلتے ہیں بچوں کا مستقبل تباہ ہو جاتا ہے۔

بہر حال بات یہ چلی تھی کہ تین طلاقیں دینا گناہ بے لذت ہے، پھر پہلے اس سلسلے میں طلاق کے بارے میں ہمارے معاشرے میں جو غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں ان غلط فہمیوں کے ازالے کا بیان ہوا، اب میرے دوستو اصل تو بیان کرنا ہے کہ طلاق دینے کا صحیح طریقہ کیا ہے، لیکن اس سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان اسباب کا بیان کر دیا جائے جو طلاق تک پہنچانے والے ہیں، اس لئے کہ میرے دوستو میاں بیوی کے درمیان نکاح جو ہوتا ہے وہ برقرار رہنے کے لئے ہوتا ہے وہ اس لئے نہیں ہوتا کہ معمولی سی بات ہو جائے تو طلاق کے ذریعے نکاح کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے، طلاق اس مسئلے کا حل نہیں ہے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَبْغَضُ الْحَلَالِ عِنْدَ اللهِ الطَّلَاقُ
أَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

کہ تمام حلال چیزوں میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے، مجبوری کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے طلاق کو حلال تو کر دیا ہے کہ کبھی حالات ایسے پیدا ہو جاتے ہیں کہ نباہ کی کوئی صورت نہیں رہتی تو اب جائے اس کے کہ دونوں ہمیشہ کے لئے لڑتے رہیں اور لڑائی کی آگ میں جلتے رہیں اللہ نے چھٹکارے کی صورت پیدا فرمادی، کہ طلاق دے کر ایک دوسرے سے آزادی حاصل کرلیں، مگر اس کے باوجود طلاق اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسندیدہ ہے، اس لئے اسلام اور شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ حتی الوسع طلاق سے بچنے کی کوشش کی جائے۔ ایسے حالات ہی پیدا نہ ہونے پائیں جو طلاق تک پہنچانے والے ہوں لیکن ان ساری کوششوں کے باوجود بھی خدانخواستہ اگر طلاق تک نوبت پہنچ جائے تو بامر مجبوری شرعی طریقے کے مطابق طلاق دے کر احسن طریقے سے جدائی اختیار کرلی جائے۔

یہ تو ساری تمہیدی بات تھی، اب آج سے انشاء اللہ طلاق تک پہنچانے والے اسباب بیان ہوں گے اس کے بعد طلاق کا شرعی طریقہ بیان کیا جائے گا، انشاءاللہ۔

میرے دوستو طلاق تک پہنچانے والے اسباب میں سب سے پہلا سبب دین کی بنیادی تعلیم سے اور ضروری مسائل سے ناواقف ہونا ہے، اگر آپ اپنے معاشرے کا اور ماحول کا، گردوپیش کا جائزہ لیں گے تو یقیناً آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ دنیا میں طلاق دینے والوں کی اکثریت اور غلط طریقے سے طلاق دینے والوں

کی اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو دین کی بنیادی معلومات سے بھی واقف نہیں، بے شک ان کے پاس بڑی بڑی ڈگریاں بھی ہو نگیں اور انہوں نے ڈپلومے بھی کیے ہو نگے، بعض ان میں سے اونچے اونچے عہدوں پر بھی فائز ہوں گے، لیکن ان کو دینی معلومات نہ ہونے کے برابر ہو نگیں حالانکہ میرے دوستو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہر مسلمان مرد و عورت پر روزمرہ کی ضروریات کے لئے دینی علم حاصل کرنا فرض عین قرار دیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ،

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ ۔

پورا عالم بننا تو فرض کفایہ ہے اگر پوری بستی اور آبادی میں ایک عالم بھی موجود ہو جو ان کو دینی مسائل بتا سکے تو ساری بستی کی طرف سے فرض کفایہ ادا ہو جائے گا، لیکن اگر پوری آبادی میں کوئی عالم نہیں ہے تو ساری آبادی گناہ گار ہو گی، تو پورا عالم بننا تو فرض کفایہ ہے لیکن میرے دوستو دین کا اتنا علم حاصل کرنا جس سے اہم اہم مسائل سے واقفیت ہو جائے حلال حرام کا پتہ چل جائے جائز ناجائز کی پہچان ہو جائے اتنا علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر اس طرح فرض عین ہے جس طرح نماز روزہ فرض عین ہیں، جو مسلمان اتنا بھی علم حاصل نہیں کرے گا وہ فرض عین کے چھوڑنے کی وجہ سے سخت گناہ گار ہو گا۔

ایک شبہ کاازالہ :

اکثر سکولوں اور کالجوں کے دروازوں پر جلی حروف سے یہی اوپر والی حدیث لکھی ہوئی ہوتی ہے،

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ

جس کو دیکھ کر عام مسلمان اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، کہ اسکول اور کالج کی تعلیم حاصل کرنا فرض عین ہے۔

میرے دوستو خوب اچھی طرح سمجھ لو علم وہ نہیں جو اسکولوں اور کالجوں میں پڑھایا جاتا ہے بلکہ اس کو تو تعلیم کہنا بھی درست نہیں، وہ تو فنون ہیں پڑھنے والوں کو فن سکھایا جاتا ہے، مکانوں کے نقشے بنانے کا فن، ہوائی جہاز بنانے کا فن، مریضوں کے علاج کا فن، یہ سب اسی طرح فنون ہیں جیسے جوتی سینا ایک فن ہے، فرنیچر بنانا ایک فن ہے، جیسے جوتی سینے کو علم نہیں کہا جا سکتا اسی طرح ڈاکٹری کے فن کو علم نہیں کہا جا سکتا، انجنیئری کے فن کو علم نہیں کہا جا سکتا۔ علم تو قرآن و حدیث کے علم کو کہا جائے گا جو انبیاء علیہم السلام کی میراث ہے، علم وہ ہوتا ہے جس کے ذریعے بندے کو خدا کی معرفت حاصل ہو، اپنے پالنے والے اور پیدا کرنے والے کی پہچان نصیب ہو اور جو علم اللہ بندے کو خدا سے دور کرے وہ علم نہیں بلکہ جہالت ہے۔

شیخ سعدی رحمہ اللہ کا قول ہے :

"علمے کہ راہ حق نہ نماید جہالت است"

وہ علم جو خدا تک جانے والا راستہ نہ دکھائے وہ علم نہیں بلکہ جہالت ہے، اب آپ خود اندازہ کرلیں کہ سکولوں اور کالجوں میں دی جانے والی تعلیم بچوں کو کتنا خدا کے قریب کرتی ہے، تو کتنا بڑا دھوکہ ہے اس حدیث شریف کو کالجوں اور سکولوں کے گیٹوں پر لکھنا۔

میرے دوستو اور بزرگو،

خدا کے قریب کرنے والی وہ تعلیم ہے جو مسجدوں میں اور دینی مدرسوں کی چٹائیوں پر بیٹھ کر حاصل کی جاتی ہے جن مدرسوں کو حکمران دہشت گردی کے اڈے کہتے ہیں ان مدرسوں کی چٹائیوں پر قرآن وحدیث کی تعلیم دی جاتی ہے جہاں ایک ایک آیت اور حدیث کے پڑھنے پر اللہ کا قرب نصیب ہوتا ہے درجات بلند ہوتے ہیں اندازہ فرمائیں قرآن کا فقط ایک حرف پڑھنے پر دس گناہ معاف ہوتے ہیں دس نیکیاں نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں دس درجے بلند ہوتے ہیں درجے بلند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اتنے درجے خدا کے قریب ہو جاتا ہے تو جب صرف ایک حرف کے پڑھنے پر دس درجے بلند ہوتے ہیں تو جو بچہ ایک پارے کو یاد کرنے کے لئے صبح سے لیکر شام تک دس دفعہ پڑھے گا اس کے کتنے درجات بلند ہوتے ہوں گے اس کو اللہ کا قرب کتنا نصیب ہوتا ہوگا، اور آپ کا نرسری میں تعلیم حاصل کرنے والا بچہ کتے بلی کا نام دس مرتبہ لیتا ہوگا تو اس کو

خدا کا قرب نصیب ہوگا یا حیوانات کا قرب نصیب ہوگا؟

بہر حال بات دوسری طرف چلی گئی موضوع یہ چل رہا تھا کہ طلاق تک پہنچانے والا پہلا سبب دینی تعلیم سے ناواقف ہونا ہے، طلاق دینے والوں کی اکثریت ایسی ہی ہوتی ہے جو دین سے کورے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ان کو والدین کے حقوق بیوی بچوں کے حقوق ساس سسر کے حقوق کا سرے سے پتہ ہی نہیں ہوتا، عام رشتہ داروں کے ساتھ کیسے پیش آنا ہے اس کی ان کو سرے سے خبر ہی نہیں ہوتی، تو جب حقوق کا علم ہی نہیں ہوگا تو ان حقوق کی ادائیگی کیسے ہوگی، پھر جب حقوق کی ادائیگی نہیں ہوتی تو لڑائی جھگڑا شروع ہو جاتا ہے، بات بڑھتے بڑھتے آخر نوبت طلاق تک پہنچ جاتی ہے، تو دینی تعلیم سے ناواقفی طلاق تک پہنچانے والا پہلا سبب ہے۔

میرے دوستو اور بزرگو،

علم رکھنے والے کسی حافظ، قاری، عالم کے بارے میں بھی آپ نے کبھی سنا کہ اس نے والدین کو گالیاں دیں مارا پیٹا، ساس سسر کے ساتھ بدتمیزی کے ساتھ پیش آیا اور اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، ہزاروں میں ایک مثال بھی ایسی پیش نہیں کی جاسکتی، تو میرے دوستو اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کا خاندان امن کا گہوارہ بن جائے اور پورے خاندان میں کسی بھی گھر میں طلاق کی نوبت نہ آئے لڑائی جھگڑے اور فساد نہ ہو، تو اس کے لئے آپ کو دو کام کرنے پڑیں گے، میں گارنٹی سے کہتا ہوں اگر آپ نے وہ دو کام کر لئے تو آپ کا گھر

امن کے اعتبار سے مثالی ہو گا۔

پہلا کام:

اپنی اولاد کو دینی تعلیم سے روشناس کرائیں قرآن وحدیث کے علوم پڑھائیں ' اپنے بچوں کو قرآن کا حافظ قاری بنائیں دین کا عالم بنائیں 'آج تمام والدین کو اپنے بچوں کے مستقبل کی فکر ہوتی ہے کہ میرے بچوں کا مستقبل تابناک ہو جائے 'اچھی سے اچھی تعلیم حاصل کر کے بڑی بڑی ملازمتیں حاصل کریں اور عیش وعشرت کی زندگی گذاریں۔

لیکن میرے دوستو اور بزرگو 'کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہمیں اس دنیا کے عارضی مستقبل کی تو فکر ہے لیکن موت کے بعد جس مستقبل نے شروع ہو کر ختم ہونے کا نام نہیں لینا جس کی ابتدا تو ہوگی مگر انتہا نہ ہوگی 'ہمیں اس مستقبل کی فکر ہی نہیں کبھی اس کے بارے میں سوچا ہی نہیں کہ ہمارے بچوں کے آخرت والے مستقبل کا کیا ہو گا۔

میرے دوستو مستقبل تو آنے والے زمانے کو کہتے ہیں 'یہ دنیا کا مستقبل ساٹھ ستر سالوں میں ختم ہو جائے گا اور آخرت کا مستقبل ایک مرتبہ شروع ہو گیا تو پھر کبھی بھی ختم نہیں ہو گا آج ہم اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم اسی لئے دلواتے ہیں کہ ان کا دنیا کا مستقبل کامیاب ہو جائے لیکن میرے دوستو اس تعلیم کے حاصل

کرنے پر دنیا کے مستقبل ناکامیاب ہونا بھی یقینی نہیں ہے اس لئے کہ اللہ کا قانون ہے کہ دنیا کی محنت پر کبھی دنیا ملتی ہے کبھی نہیں ملتی ملنا ضروری نہیں ہوتا۔

قرآن کریم میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا
مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ"

جو آدمی دنیا چاہتا ہے اور اس کے لئے محنت کرتا ہے تو ضروری نہیں کہ اس کو مل جائے بلکہ جتنی ہم چاہیں گے اور جس کے لئے چاہیں گے اس کو اتنی مل جائے گی دو قیدیں اللہ تعالی نے لگادی ہیں مَا نَشَاءُ، لِمَنْ نُرِيدُ۔ جتنی ہم چاہیں گے اور جس کے لئے چاہیں گے آپ نے کبھی غور کیا کہ کتنے لوگ نرسری سے لیکر اعلی تعلیم تک لاکھوں روپیہ بھی اور اپنی عمر کے قیمتی اوقات سترہ اٹھارہ سال بھی لگا دیتے ہیں ڈاکٹر بننے کے لئے انجینئر بننے کے لئے سائنس دان بننے کے لئے پروفیسر اور لیکچرار بننے کے لئے مگر کیا وہ سارے کے سارے ڈاکٹر بن جاتے ہیں سارے انجینئر بن جاتے ہیں اس کا جواب بالکل نفی میں ہوگا سینکڑوں میں کوئی ایک آدھ ہوتا ہے منزل تک پہنچنے والا اور اگر کوئی سارے مراحل طے کر کے منزل تک پہنچ بھی جائے ڈاکٹر یا پروفیسر بن بھی جائے پھر بھی کوئی ضروری نہیں کہ اس کے والدین کو دنیا کی عیاشی نصیب ہو جائے۔

میرے دوستو اخبارات میں کتنے ایسے واقعات آپ نے پڑھے ہوں گے بلکہ آپ کے جاننے والوں رشتہ داروں میں ایسے واقعات پیش آئے ہوں گے کہ

والدین نے بچے کی تعلیم پر لاکھوں روپیہ لگادیا' پاکستان میں اعلیٰ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اس کو یورپ بھیج دیا گیا' وہاں سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے ڈگریاں لے کروہ آرہا ہے' ائرپورٹ پر اس کا استقبال کیا جارہا ہے' ائرپورٹ سے گھر آتے ہوئے راستے میں اس کی گاڑی حادثے کا شکار ہوگئی' اور صاحبزادہ صاحب دنیا کو سدھار گئے۔

میرے دوستو سوچیں اس کے والدین کا کیا حال ہوگا؟ اس کی ڈگریاں اب ان کی کس کام کی ہوں گی "خسر الدنیا والآخرۃ" کا منظر ہوگا' آخرت تو گئی ہی تھی ساتھ دنیا بھی گئی اور یہ کوئی فرضی واقعہ نہیں ایسا کئی مرتبہ ہو چکا ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے ہندوستان کی ایک ریاست گولیار کا ایک واقعہ لکھا ہے' وہاں کے ایک نواب صاحب نے اپنے بیٹے کو اعلیٰ تعلیم دلائی اور اپنے ملک کی اعلیٰ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اسکو بیرونی ملک تعلیم حاصل کرنے کیلئے بھیج دیا بیرون ملک سے اسکا بیٹا پڑھ کر آگیا بڑی بڑی ڈگریاں لیکر آگیا ابھی اس نے کام شروع نہیں کیا تھا کہ وہ بیچارہ کسی بیماری میں مبتلا ہو گیا اور بیماری اتنی شدید تھی کہ ڈاکٹروں اور حکیموں نے اس کو لاعلاج قرار دے دیا اب انکو اٹھا کر گھر لے آئے اور وہ موت کے انتظار میں دن گننے لگا اسکا آخری وقت ہے آنکھیں بند کر کے چارپائی پر لیٹا ہوا ہے اسکا بوڑھا باپ اسکے سرھانے بیٹھ کر رو رہا ہے اور زبان سے کہہ رہا ہے میرے پیارے بیٹے میں نے تیری تعلیم پر لاکھوں روپیہ برباد کر دیا مگر ہائے افسوس میں اپنی محنت کا پھل نہ

کھاسکا مجھے خوشی دیکھنی نصیب نہ ہوئی 'والد کی آواز سن کر بیمار بیٹے نے آنکھیں کھول دیں اور کہنے لگا اباجان اب مت روئیں یہ رونے کا وقت نہیں کل قیامت کے دن جب مجھے جہنم کی آگ میں جلتے ہوئے دیکھنا تو پھر اس وقت رونا وہ رونے کا وقت ہوگا۔

تو خلاصہ پوری بات کا یہ ہوا کہ دنیا کی تعلیم سے 'سکولوں اور کالجوں کی تعلیم سے آخرت کا مستقبل تو بڑے دور کی بات ہے خود دنیا والے مستقبل کا کامیاب ہونا بھی یقینی نہیں۔

لیکن میرے دوستو اگر آپ نے اپنی اولاد کو دینی تعلیم دلوائی اسکو دین کا عالم بنایا قرآن کا حافظ اور قاری بنایا' تو میں گارنٹی سے کہتا ہوں آپکے بچے کا دنیا والا مستقبل بھی تابناک ہوگا اور آخرت والا مستقبل بھی روشن ہوگا' فرض کریں آپکا بچہ درمیان میں ہی دنیا سے کوچ کر جاتا ہے فارغ ہو کر اسکا انتقال ہو جاتا ہے تو پھر بھی میرے دوستو آپ کی محنت ضائع نہیں گئی آپ نے جتنی محنت کی جتنا پیسہ لگایا اس سب کا آپ کو دس گنا بدلہ ملے گا اور آپ کا اور آپ کے بچے کا آخرت والا مستقبل کامیاب ہو جائے گا آپ کا ایک حافظ قرآن بچہ اپنے ساتھ اپنے خاندان کے دس آدمیوں کی سفارش کر کے ان کو بھی جنت میں لے جائے گا۔

دینی تعلیم حاصل کرنے والا بچہ اگر ہر امتحان میں ناکام بھی ہوتا رہے تب بھی اس کا اور اسکے والدین کا آخرت کا ثواب اور اجر کہیں نہیں جاتا وہ اکو ملکر رہتا ہے" سے خانے کا محروم بھی محروم نہیں ہے اور اگر آپکا بچہ کامیاب ہو جاتا ہے

باقاعدہ حافظ قرآن اور دین کا عالم بن جاتا ہے تو پھر تو اس کا دنیا والا مستقبل بھی روشن ہو گا اور آخرت والا مستقبل بھی کامیاب ہو گا دنیا میں اللہ پاک اس کو وہ کامیابیاں عطا فرمائیں گے اور ایسا نوازیں گے کہ آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ دو بھائی تھے بڑے بھائی کا نام تھا اکبر علی اور چھوٹے کا نام تھا اشرف علی انکے والد صاحب نے اپنے بڑے بیٹے اکبر علی کو سکول کالج کی تعلیم دلائی وہ اونچے عہدوں پر فائز رہے اور چھوٹے بیٹے مولانا اشرف علی صاحب جب گاؤں کی ابتدائی تعلیم سے فارغ ہوئے تو ان کو اس زمانے کی مشہور دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند میں داخل کرایا گیا تو مولانا اشرف علی صاحب کے چچی مولانا کے والد صاحب کو کہنے لگی کہ بھائی جان آپ نے تو اکبر علی کو سکول و کالج کی تعلیم دلائی ہے وہ تو پڑھ کر بڑا افسر بنے گا اپنا پیٹ بھی پالے گا اور پوری خاندان کی کفالت بھی کرے گا لیکن اشرف علی کو تو آپ نے مدرسہ میں داخل کرادیا ہے وہ بڑا ہو کر کیا کرے گا کہاں سے کھائے گا تو مولانا کے والد دنیادار تو تھے مگر دنیا کے ساتھ اللہ نے ان کو دین کی سمجھ بھی عطا فرمائی تھی انہوں نے بڑا عجیب وغریب جواب دیا فرمانے لگے بھائی صاحبہ یہ کیا کہہ رہی ہے تو اپنی آنکھوں سے دیکھے گی اشرف علی جب پڑھ کر آئے گا تو اکبر علی جیسے ہزاروں ایسے ہوں گے جو اس کی جوتیوں میں بیٹھنے پر بھی فخر محسوس کریں گے۔

اللہ اکبر!

اللہ والے کے زبان سے نکلا ہو جملہ تھا اللہ تعالیٰ نے پورا کر دکھایا اور

بالکل ایسا ہی ہوا جیسا ان کے والد نے فرمایا تھا بڑے بڑے لوگ حضرت کے مرید ہوئے۔

میرے شیخ حضرت قبلہ نواب عشرت علی خانصاحب قیصر دامت برکاتہم نے ایک آدمی کو اپنا چشم دید واقعہ سنایا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ جب آخری عمر میں ضعیف ہو گئے تھے 'تو خانقاہ سے گھر تک جانا دشوار ہو گیا تھا، ایک ریاست کے نواب حضرت کے مرید تھے، حضرت سے بیعت تھے انہوں نے درخواست کی کہ اگر حضرت اجازت ہو تو میں آپ کے لئے وھیل چیر (چلنے والی کرسی) ہواکر لے آؤں، حضرت نے اجازت دیدی وہ کرسی ہواکر لے آئے، حضرت قبلہ نواب صاحب دامت برکاتہم فرمارہے تھے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت عصر کی نماز کے بعد اس کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور وہ ریاست کا نواب اپنے ہاتھوں سے حضرت کی کرسی کو پیچھے سے دھکیل رہا تھا، اللہ اکبر، حضرت کے والد نے کیا عجیب بات فرمائی تھی کہ اکبر علی جیسے ہزاروں اس کی جوتیوں میں بیٹھنے پر بھی فخر محسوس کریں گے، اور بالکل ایسا ہی ہوا جیسا انہوں نے فرمایا تھا، تو میرے دوستو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ دینی تعلیم میں آخرت کی کامیابی تو ہے ہی، لیکن اس میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کی کامیابیاں بھی رکھیں ہیں ایسی کہ ہم ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ جب بخاری شریف پڑھانے جاتے تو اتنی خوشبو لگا کر جاتے کہ جس

راستے سے گذر جاتے وہ راستہ بھی مہک جاتا اور لوگوں کو پتہ چل جاتا کہ حضرت درس کے لئے تشریف لے جاچکے ہیں، ایک دفعہ حضرت سبق کے لئے تیار ہو رہے تھے اور آپ کے کمرے میں کسی ریاست کے نواب صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے جو حضرت کو اپنے ہاں لے جانے کے لئے آئے ہوئے تھے، حضرت نے کہا سبق پڑھالوں تو پھر چلتے ہیں، جب سبق کے لئے حضرت تیار ہونے لگے، تو ایک طالب علم خدمت پر مامور تھا اس نے الماری سے کستوری کی ایک شیشی نکالی وہ نواب صاحب سمجھا تھوڑا سا روئی پر لگا کر کان میں رکھتے ہوں گے مگر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب طالب علم نے پوری شیشی اپنے ہاتھ پر انڈیل کر کچھ حضرت کی ڈاڑھی پر کچھ سر پر کچھ لباس پر لگادی اور شیشی ساری ختم کر دی، اب نواب صاحب سے خاموش نہ رہا گیا، کہنے لگے حضرت یہ تو بڑی مہنگی آتی ہے، ایک شیشی نوے روپے میں آتی ہے اور آپ نے تو ایک ہی مرتبہ میں ساری ختم کر دی، حضرت مسکرائے اور فرمایا نواب صاحب میں جس کے لئے لگاتا ہوں وہ روزانہ ایک شیشی کا انتظام کر دیتا ہے، یہ فرما کر حضرت حدیث شریف کا درس دینے کے لئے تشریف لے گئے، نواب صاحب بھی درس میں شریک ہوئے، جب درس ختم ہوا تو نواب صاحب پر حدیث کے سبق کا بڑا اثر تھا۔

حضرت نواب صاحب کے ساتھ جانے کے لئے موٹر پر بیٹھ گئے موٹر چل پڑی تو نواب صاحب کہنے لگے حضرت جی آئندہ سے ہر ماہ کی تین شیشیاں کستوری کی میرے ذمے ہیں، حضرت نے مسکرا کر فرمایا میں نے نہیں کہا تھا کہ

بس کے لئے لگا تا ہوں وہ خود ہی انتظام کر دیتا ہے۔

میرے دوستو کہاں تک سناؤں ، امام مالک رحمہ اللہ جب حدیث شریف پڑھانے مسجد نبوی میں آتے تو روزانہ نیا جوڑا پہن کر آتے اور فرماتے تھے کہ جب سال شروع ہوتا ہے تو کوئی اللہ کا بندہ سال کے تین سو ساٹھ جوڑے بنا کر خود لے آتا ہے ، میں ایک جوڑا روزانہ پہن کر آگے اس کو صدقہ کر دیتا ہوں ، پھر دوسرے دن دوسرا جوڑا ،

میرے دوستو اور بزرگو ،

یہ مت سوچیں کہ بچوں کو دینی تعلیم دی قرآن کا حافظ اور قاری بنایا ، دین کا عالم بنایا تو وہ کھائیں گے کہاں سے ان کے مستقبل کا کیا ہوگا ، میرے دوستو ان کا مستقبل ایسا روشن ہوگا کہ آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے ، جس کا قرآن پڑھیں گے پڑھائیں گے جس کے دین کی خدمت کریں گے آپ کا کیا خیال ہے کہ وہ ان کو یوں ہی چھوڑ دے گا اور ان کا خیال نہیں رکھے گا ، حاشا وکلا ، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا ایک آدمی صبح شام آپ کے کام میں لگا رہتا ہے آپ کا اس کے ساتھ کیسا برتاؤ ہوتا ہے ، آپ بندے ہو کر اپنے کام والوں کا خیال رکھتے ہیں وہ خدا ہو کر سارے کریموں کا کریم ہو کر اپنے کام کرنے والوں کا خیال کیسے نہیں رکھے گا۔

میرے دوستو نہ چاہتے ہوئے بھی بات لمبی ہو گئی ، بات یہ چل رہی تھی کہ لڑائی جھگڑے اور فساد سے اور طلاق تک نوبت پہنچنے سے بچنے کے لئے آپ کو

دو کام کرنے پڑیں گے پہلا کام یہاں ہو کہ اپنی اولاد کو دینی تعلیم سے روشناس کرانا۔

دوسرا کام:

اگر اولاد بڑی ہو گئی ہے اس کو مکمل دینی تعلیم دینے کی کوئی صورت نہیں ہے، تو آپ کم از کم اپنے گھر کے ماحول کو تو دینی بنانے کی کوشش کریں، اس کے لئے گھر سے ٹی،وی کا رواج ختم کریں، گندے فحش اخبارات گھر میں مت لائیں بلکہ اس کی جگہ دینی معلومات والی کتابیں رسائل اخبارات لانے کا اہتمام کریں، اور ایک وقت نکال کر پورے گھر میں بہشتی زیور اور فضائل اعمال کی اجتماعی تعلیم کرائیں، روزانہ بلا ناغہ پڑھیں جب ایک مرتبہ ختم ہو جائیں تو دوبارہ شروع کریں، انشاء اللہ چند دنوں میں اس کے نتائج اور برکات آپ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔

تیسرا کام:

تیسرا کام یہ بھی کریں کہ خود بھی اور اپنی اولاد کو بھی تبلیغی جماعت کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کریں یا پھر کسی اللہ والے سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کرنے کی کوشش کریں خود بھی اس کی مجلس میں آنا جانا شروع کریں، بچوں کو بھی

ساتھ لے جایا کریں۔

یہ تینوں کام کرنے سے یا صرف آخری دو کام بھی کر لئے تو انشاء اللہ سارے لڑائی جھگڑے ختم ہو جائیں گے پورا خاندان اور گھر امن کا گہوارہ بن جائے گا۔

آج وقت زیادہ ہو گیا ہے جس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں باقی انشاء اللہ آئندہ جمعے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

چھٹی تقریر

چھٹی تقریر

عنوان

طلاق تک پہنچانے والا دوسرا سبب

رشتے کا غلط انتخاب

بسم الله الرحمن الرحيم

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ أَمَّا بَعْدفَقَدْ
قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ
لِأَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا
فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ - أَوْ كَمَا
قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو :

طلاق تک پہنچانے والے اسباب کا بیان ہو رہا ہے، گزشتہ جمعے کو اس

سلسلے کا پہلا سبب بیان ہوا اولاد کا بے دین ہونا اور اولاد کی دینی تربیت نہ کرنا اس کو دینی تعلیم سے محروم رکھنا۔

آج دوسرا سبب عرض کرنا ہے اور وہ سبب ہے رشتے کا غلط انتخاب کرنا۔

میرے دوستو آج زمانہ ایسا بدلا ہے کہ ہم اسلامی اقدار بھول گئے اسلامی طور وطریقے بھول گئے، آخرت کی فکر ہمارے خیالات سے یکسر نکل گئی، دنیا اور دنیا کی رنگینیاں اور عیاشیاں ہمارے دل ودماغ میں سماگئی ہیں، بلکہ یوں کہیں سوار ہو گئی ہیں اس لئے ہم ہر کام کرنے سے قبل ایک دنیادار کی حیثیت سے سوچتے ہیں کہ اس کام کے کرنے میں دنیا کا کتنا نفع ہوگا اور کتنا خسارا ہوگا، لیکن یہ بات بھول گئے کہ ہم مسلمان ہیں ایک مسلمان کی حیثیت سے سوچنا چاہئے کہ اس کام کے کرنے میں دین کا کتنا نفع اور نقصان ہوگا اور ہماری آخرت کا کتنا نفع اور کتنا نقصان ہوگا۔

میرے دوستو بچے بچی کا رشتہ کرتے وقت اور اس کا انتخاب کرتے وقت بھی ہماری سوچ یہی ہوتی ہے اور انتخاب کا معیار دنیا ہوتی ہے، امیر سے امیر ترین خاندان کا انتخاب کیا جاتا ہے، جہیز کی لالچ بھی ہوتی ہے، کہ ایسی جگہ رشتہ کرو جہاں سے آنے والی لڑکی سب کچھ اپنے ساتھ لیکر آئے اور ہمارے خالی مکان کو بھر دے، بعض کی سوچ یہ ہوتی ہے کہ ایسی جگہ رشتہ کرو کہ لڑکی یا لڑکے کے والدین بیرون ملک رہتے ہوں، ہمارے بچے یا بچی کو بھی باہر بلالیں۔

میرے دوستو اس سوچ کے پیچھے دنیا کی نہ ختم ہونے والی حرص ہوتی ہے مگر اس رشتے کے نتائج جو نکلتے ہیں اللہ کی پناہ وہ نتائج ہلا دینے والے ہوتے ہیں، آپ آئے دن اخبارات میں پڑھتے بھی رہتے ہوں گے بہت کم ایسے رشتے ہوتے ہیں جو کامیاب ہوتے ہیں' اس لئے میرے دوستو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑا سا اس موضوع پر بھی بیان کر دیا جائے کہ ہم مسلمان ہیں ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمیں اپنی اولاد کے لئے رشتوں کا انتخاب کیسا کرنا چاہیے' اور کس کس بات کو معیار بنانا چاہیے۔

میرے بھائیو اپنی اولاد کے لئے رشتے کا انتخاب کرتے وقت اگر آپ چند کام کرلیں تو مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ وہ رشتے کامیاب ہوں گے اور ان کے نتیجے میں دونوں خاندانوں میں امن چین اور سکون پیدا ہوگا' لڑائی جھگڑے کی نوبت بہت کم آئے گی اب وہ کام ترتیب وار سنائیے۔

سب سے پہلا کام:

اللہ سے مانگنا ہے دعا کرنا ہے' میرے بھائیو آج ہماری ناکامیوں کی سب سے بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارا رابطہ اللہ سے کٹا ہوا ہے' ہم نے اللہ سے مانگنا چھوڑا ہوا ہے' یا تو مانگتے ہی نہیں اور یا مانگتے ہیں تو اس طرح نہیں مانگتے جس طرح مانگنے کا حق ہے' پہلے اسباب کی طرف دوڑتے ہیں جب مایوس ہو جاتے ہیں تو آخر

میں خدا الوز دعا یاد آتی ہے' حالانکہ میرے دوستو اسباب پیدا کرنے والی اور اسباب میں اثر ڈالنے والی خدا کی ذات ہے' اسباب کام کرنے میں اور اپنا اثر دکھانے میں خدا کے محتاج ہیں' مگر اللہ پاک کام کرنے میں اسباب کے محتاج نہیں ہیں' اس لئے سب سے پہلا کام تو یہ کریں کہ اللہ پاک سے دعا مانگیں اور اس طرح مانگیں جس طرح مانگنے کا حق ہے' بچوں کے والدین بھی مانگیں اور بچے خود بھی مانگیں۔

قرآن میں خود اللہ پاک نے سورۂ فرقان کے آخر رکوع میں اپنے نیک بندوں کی کچھ صفات ذکر فرمائی ہیں ان صفات میں ایک یہ صفت بھی بیان فرمائی ہے کہ وہ گڑگڑا کر اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلا کر یوں دعا مانگتے ہیں'

"رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا
قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا"

اے ہمارے پالنے والے ہمیں ہمارے بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گار لوگوں کا پیشوا بنا۔ یعنی اے اللہ ہمیں ایسے بیوی بچے عطا فرما جو ہماری آنکھوں کے لئے ٹھنڈک ہوں اور ہمارے لئے پریشانی کا باعث نہ ہوں۔

خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے'

"اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ اِمْرَاَةٍ
تُشَيِّبُنِىْ قَبْلَ الْمَشِيْبِ"

اے اللہ میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں ایسی عورت سے جو مجھے بڑھاپے کی عمر تک پہنچنے سے پہلے ہی بوڑھا کر دے'

میرے دوستو جب قرآن و حدیث دونوں میں دعا سکھلائی گئی ہے تو معلوم ہوا اس سلسلے میں دعا کرنا بڑا اہم ہے اس کو فضول مت سمجھیں' بہر حال طریقہ یہ ہے کہ پہلے دو رکعت صلاۃ الحاجت پڑھ لیا کریں اور پھر اللہ پاک سے خوب گڑگڑا کر دعا مانگیں 'اے اللہ تعالیٰ ہمارے بچے یا بچی کے لئے اچھے نیک دیندار رشتے کا انتظام فرما اور ہماری اس معاملے میں راہ نمائی فرما' یا جو بھی الفاظ آپ کے دل سے نکلیں' لڑکی یا لڑکا بھی اپنے لئے ایسی دعا مانگیں' اللہ تعالیٰ اپنے سے مانگنے والوں کو ناکام نہیں فرماتا' اللہ ضرور مدد فرمائیں گے۔

دوسرا کام:

دعا کے بعد مشورے کا اہتمام کریں' بندہ چونکہ عالم الغیب تو ہے نہیں کسی بھی کام کے اچھے یا بُرے سارے پہلو بیک وقت اس کی نگاہوں کے سامنے نہیں ہوتے اس لئے مسلمانوں کو مشورے کی تعلیم دی گئی ہے' تاکہ چند مسلمان بیٹھ کر جب ایک معاملے پر غور کریں گے تو اس کام کے مختلف پہلو سامنے آجائیں گے' جس کی وجہ سے ان کے لئے فیصلہ کرنا آسان ہو گا' ہماری شریعت میں مشورے کی بہت اہمیت ہے۔

قرآن کریم میں اللہ پاک نے اپنے نیک بندوں کی صفات بیان فرماتے ہوئے ان کی ایک صفت یہ بھی بیان فرمائی ہے '

" وَأَمْرُهُمْ شُوْرَىٰ بَيْنَهُمْ "

کہ میرے نیک بندے وہ ہیں ' جن کے معاملات آپس کے مشورے سے طے پاتے ہیں ' اسی اہمیت کی وجہ سے خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا :

" وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ "

میرے محبوب آپ اپنے صحابہ سے اہم معاملات میں مشورے لیتے رہا کریں ' بہر حال دعا کے بعد مشورے کا اہتمام بھی ضروری ہے۔

آج ہمارے یہاں مشورے کا رواج بالکل ختم ہو چکا ہے ' بلکہ اکثر حضرات بچے اور بچی کا رشتہ ایسے خفیہ طریقے سے کرتے ہیں کہ کانوں کان کسی کو خبر نہیں ہوتی اور اکثر رشتہ داروں کو اس وقت پتہ چلتا ہے جب سارے معاملات طے ہو جاتے ہیں ' میرے دوستو ایسا کرنے میں بسا اوقات بڑے بڑے نقصانات اٹھانے پڑتے ہیں ' اس لئے اپنے خاندان کے بڑوں سے مشورہ ضرور کر لیا کریں ' لیکن مشورہ کے لئے بھی ضروری ہے کہ ہر ایک سے مشورہ نہ شروع کر دیا جائے بلکہ مشورہ کے لئے ایسے لوگوں کا انتخاب کیا جائے جو دیندار بھی ہوں ' سمجھدار بھی ہوں ' تجربہ کار بھی ہوں اور رازدار بھی ہوں۔

تیسرا کام:

مشورے کے بعد کسی حتمی نتیجہ تک پہنچنے کے لئے مسنون استخارہ کا اہتمام بھی کریں' سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَاخَابَ مَنْ اِسْتَخَارَ وَمَانَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ"

جو استخارہ کرتا ہے وہ کبھی بھی اپنے مقصد میں ناکام نہیں ہوتا اور جو مشورہ کرتا رہتا ہے وہ کبھی بھی نادم اور پشیمان نہیں ہوتا' اس لئے میرے دوستو اپنی عادت بنالو استخارہ کرنے کی۔

بہر حال یہ شادی کا مسئلہ ساری زندگی کا مسئلہ ہے' یا ساری زندگی کی خوشی یا ساری زندگی کی پریشانی' اس لئے اتنا بڑا کام اور اتنا اہم کام استخارے کے بغیر نہ کرے اور استخارے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نفل استخارہ کی نیت سے پڑھے' اور اللہ پاک سے گڑگڑا کر دعا مانگے کہ یا اللہ ان دونوں راستوں میں سے جو راستہ میرے لئے بہتر ہو وہ مقدر فرمادے' ان رشتوں میں سے جو رشتہ ہمارے لئے بہتر ہو اس کا فیصلہ فرمادے استخارے کی مسنون دعا بڑی جامع مانع دعا ہے' ایسی جامع مانع دعا پیغمبر ہی سکھا سکتا ہے' عجیب مضمون ہے دعا کا' وہ مسنون دعا "اسوۂ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم" میں دعاؤں کی کتاب میں مل جائے گی' وہ زبانی یاد نہ ہو تو دیکھ کر ضرور پڑھ لیں اور اپنی زبان میں خوب گڑگڑا کر دعا مانگیں'

اس کے بعد اگر سونے کا وقت ہو تو باوضو قبلہ رُخ ہو کر سو جائیں اور اگر سونے کا وقت نہ ہو تو سونا ضروری نہیں، بس آپ نے نماز پڑھ کر دعا مانگ لی استخارہ ہو گیا اب جس طرف دل زیادہ مائل ہو رہا ہو اسی طرف فیصلہ کر لیں انشاء اللہ کامیابی ہو گی، اور اگر تردد دور نہ ہو تو سات دن تک استخارہ کر لیں انشاء اللہ دل کو اطمینان نصیب ہو جائے گا اگر پھر بھی تردد دور نہ ہو تو پھر کام شروع کر دیں اگر اللہ کو منظور ہوا تو رُکاوٹیں دور ہو جائیں گی اور راستہ بنتا جائے گا اور اللہ کو منظور نہ ہوا تو خود خود ایسی غائبانہ رُکاوٹ پیدا ہو جائے گی۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ استخارہ کے بعد خواب آتا ہے یا غائبانہ اشارہ ہوتا ہے، یاد رکھیں کہ استخارہ کے بعد خواب کا آنا کوئی ضروری نہیں، کبھی خواب آبھی جاتا ہے کبھی نہیں آتا، بس نماز پڑھ کر دعا استخارہ پڑھ کر کام شروع کرنا چاہیے انشاء اللہ کامیابی ہو گی۔

چوتھا کام:

رشتے کے انتخاب میں چند باتوں کا اہتمام کریں، سب سے پہلے رشتے کے انتخاب میں دینداری کو ترجیح دیں، گھر گھر میں لڑائی اور فساد کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارا معیارِ رشتہ کی انتخاب میں دنیا ہوتی ہے کہ اس رشتے کی وجہ سے ہمیں دنیا کا کتنا فائدہ ہو گا اور کونسا فائدہ ہو گا، تو میرے دوستو اگر آپ یہ

چاہتے ہیں کہ یہ رشتہ پائیدار ہو اور اسکے نتیجے میں ہمیں امن چین اور سکون نصیب ہو تو پھر اس کے لئے آپکو اپنی سوچ بدلنی پڑے گی اور انتخاب کا معیار دنیا کے بجائے دین کو بنانا پڑے گا' رشتہ کرتے وقت بے شک باقی چیزیں بھی دیکھیں حسب نسب خاندان اور حسن و جمال وغیرہ بھی دیکھیں لیکن ان سب میں آپ کی ترجیح دینداری ہونی چاہئے کہ جہاں رشتہ کیا جارہا ہے وہ لوگ دیندار بھی ہیں یا نہیں اور آپ کی ہونے والی بہو یا داماد یا بیوی یا شوہر دیندار بھی ہیں یا نہیں اور میرے دوستو یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ دین ہی وہ بنیادی چیز ہے جو انسان کو اللہ اور بندوں کے حقوق سکھاتا ہے اور ان کی ادائیگی پر ابھارتا ہے' دین ہوگا تو بیوی کے شوہر کے ساس سسر کے حقوق ادا ہوں گے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تُنۡكَحُ الۡمَرۡأَةُ لِأَرۡبَعٍ کسی بھی عورت سے چار باتوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے لِمَالِهَا اس کے مال کی وجہ سے کہ وہ مالدار بہت زیادہ ہے اس کے نتیجے میں مال ملے گا' دوسری چیز فرمائی وَلِحَسَبِهَا اس کے حسب نسب کی وجہ سے خاندانی شرافت کی وجہ سے' تیسری چیز فرمائی لِجَمَالِهَا اور اسی عورت کے حسن و جمال کی وجہ سے اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے' چوتھی چیز وَلِدِيۡنِهَا اور اس کے دین کی وجہ سے بھی اسے نکاح کیا جاتا ہے' آخر میں یہ ارشاد فرمایا فَاظۡفَرۡ بِذَاتِ الدِّيۡنِ تَرِبَتۡ يَدَاكَ تو دین والی کے ساتھ کامیابی حاصل کر تیرے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں۔

تو دینداری کو اپنی ترجیح قرار دے باقی چیزیں دوسرے نمبر پر ہیں

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ بچے کا باپ پر کیا حق ہے تو جواب میں ارشاد فرمایا کہ اسکی ماں کے انتخاب میں سوچ سمجھ سے کام لے یعنی کسی دیندار عورت کی گود اپنے بچے کی تربیت کیلئے منتخب کرے جیسی تربیت والی ماں کی گود ہو گی اولاد پر اس کے ویسے ہی اثرات مرتب ہونگے میرے دوستو آپ خود سوچیں ماں نماز روزے کی پابند ہو گی قرآن کی تلاوت کرنے والی ہو گی اللہ کا ذکر کرنے والی ہو گی تو اس کے دودھ میں جو اثرات ہونگے وہ کسی فاسق فاجر عورت کے دودھ میں تو نہیں ہو سکتے بہر حال سب سے پہلی بات جس کو رشتے کے انتخاب میں دیکھنا ہے وہ دیندار ی ہے دوسری بات دینداری کے بعد دوسرے نمبر پر خاندان کو بھی دیکھیں کہ خاندان شریف ہو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

"تَزَوَّجُوْافِي الْحِجْرِ الصَّالِحِ فَاِنَّ الْعِرْقَ دَسَّاسٌ"

آپ نے ارشاد فرمایا اچھے خاندان میں شادی کرواسلئے کہ خاندانی اثرات سرایت کرتے ہیں سب سے بہتر یہ ہے کہ اپنے خاندان کا انتخاب کرو پوری کوشش کر کے خاندان میں رشتہ کرنے کی کوئی صورت نکالو آج ہمارے ہاں جو فتنے عام ہو چکے ہیں ان میں سے ایک فتنہ یہ بھی ہے کہ خاندان والوں سے بنا کر نہیں رکھتے ذرا سی بات پر بر ساہا برس کی ناراضگی مول لیتے ہیں یہاں تک کہ قطع رحمی تک بات پہنچ جاتی ہے حالانکہ میرے دوستو خوب کان کھول کر سن لو قطع رحمی ایسا سخت گناہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گناہ کا ارتکاب کرنے والوں پر قرآن

کریم میں لعنت فرمائی ہے چچازاد بھنیں خالہ زاد بھنیں بیٹھی رہتی ہیں بوڑھی ہو جاتی ہیں مگر انہوں نے قسم اٹھائی ہوئی ہے کہ ہم نے اپنے خاندان میں دینا ہے نہ رشتہ لینا ہے میرے دوستو یہ بڑی خطرے کی بات ہے اور اللہ اور اللہ کے پیغمبر کی ناراضگی والی بات ہے اللہ کو اور اس کے پیغمبر کو ناراض کر کے ہم شادی کریں اور ہمیں چین نصیب ہو جائے ۔

ایں خیال است و محال است و جنون

تو سب سے پہلے کوشش کریں اپنے خاندان کی بزرگوں نے تجربے کی بنیاد پر کہا ہے کہ اپنے خاندان کا فاسق فاجر لڑکا یا لڑکی دوسرے خاندان کے پرہیزگار اور متقی کے مقابلے میں رشتہ کرنے کے اعتبار سے بہتر ہوتا ہے 'ایک خاندان والوں کا مزاج ایک ہوتا ہے عادات ایک ہوتی ہیں رسم و رواج ایک ہوتا ہے' پھر سب سے بڑی بات یہ کہ خون کا رشتہ ہوتا ہے ایک دوسرے کے دل میں ہمدردی ہوتی ہے خیر خواہی ہوتی ہے' تو کوشش کریں روٹھے ہوئے جتنے رشتہ دار ہیں ان کو منائیں اور آپس میں رشتہ کرنے کو ترجیح دیں۔

تیسرے نمبر پر دونوں میں مناسبت کا خیال بھی رکھیں عمر کے اعتبار سے بھی مناسبت ہونی چاہئے 'بعض والدین اپنے دنیوی مفاد کی خاطر اپنی جوان بچیاں بوڑھوں کو دے دیتے ہیں جس کی وجہ سے ان میں ان بن رہتی ہے اور بعد میں نوبت طلاق تک پہنچ جاتی ہے' جنت کی نعمتوں کے بیان میں اللہ پاک نے ایمان والوں کو جو حوریں دینے کا وعدہ فرمایا ہے ان کی صفات میں ایک اہم صفت ہم عمر

ہونے والی بھی بیان فرمائی ہے ارشاد فرمایا:

"عُرُبًا أَتْرَابًا لِأَصْحَابِ الْيَمِيْنِ"

اور وجہ اس کی یہی ہے کہ آپس میں محبت اور تعلق جو دو ہم عمروں میں پیدا ہو سکتا ہے وہ بڑی چھوٹی عمر والوں میں نہیں ہو سکتا' آپ نے کبھی بھی نہیں دیکھا ہوگا کو کوئی بچہ کسی بوڑھے کا دوست بنا ہو ان میں گپ شپ ہو رہی ہو' بوڑھوں کی دوستی بوڑھوں کے ساتھ جوانوں کی دوستی جوانوں کے ساتھ اور بچوں کی دوستی بچوں کے ساتھ ہوتی ہے' تو جب عمر میں تفاوت ہوگا تو میاں بیوی میں محبت اور تعلق پیدا نہیں ہو سکے گا اور یہی تعلق تو بنیاد تھی گھریلو زندگی کا جب یہ ہی نہ ہوا تو نباہ کیسے ہوگا' بہر حال دونوں کی عمر میں بھی تناسب ہو۔

اسی طرح مال و دولت کے اعتبار سے بھی مناسبت ہو ایسا نہ ہو کہ ایک تو بہت زیادہ مالدار ہو دوسری جانب بالکل غربت ہی غربت ہو اس میں بعد میں بڑی پریشانیاں اٹھانی پڑیں گی۔

اسی طرح خاندان میں بھی تناسب ہونا چاہئے ایسا نہ ہو کہ ایک کا خاندان تو بہت اونچا ہو اور دوسرا بہت ہی نچلے خاندان کا نہ ہو۔

اسی طرح دونوں کی تعلیم میں بھی مناسبت ہو ایسا نہ ہو کہ ایک تعلیم یافتہ ہو اور دوسرے کو نام لکھنا بھی نہ آتا ہو۔

بہر حال ان ساری باتوں میں تناسب کا خیال رکھیں تب جا کر نباہ ہوگا وقت چونکہ ختم ہو رہا ہے' اس لئے میں نے اشارہ کر دیا امید ہے آپ پوری بات

سمجھ گئے ہوں گے۔

آخر میں یہ بھی عرض کردوں کہ دینداری اور خاندانی تناسب دیکھنے کے ساتھ حسن وجمال کا بھی لحاظ کریں' اس کا بھی شریعت نے خیال رکھا ہے' یہاں تک کہ پردے کی اتنی سختی کے باوجود شوہر کو اپنی ہونے والی بیوی کو ایک نظر دیکھنے کی بھی شریعت نے اجازت دی ہے' تاکہ بعد میں پریشانی اور بدمزگی پیدا نہ ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوکر عرض کیا کہ میں نے ایک انصاریہ عورت سے نکاح کیا ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم نے اس کو دیکھ لیا ہے اس شخص نے عرض کیا نہیں تو فرمایا جاؤ دیکھ لو انصاری عورتوں میں کچھ ہوتا ہے یعنی ان کی آنکھیں چھوٹی ہوتی ہیں' تو معلوم ہوا دیکھنے کی بھی اجازت ہے لیکن یہ اس وقت جب سارے معاملات طے ہوجائیں اور لڑکی والوں کا رجحان بھی ادھر ہوجائے تو لڑکی کے والدین کی اجازت سے باعزت طریقے سے اس کو ایک مرتبہ دیکھنے کی اجازت ہے باقی انشاء اللہ آئندہ۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ساتویں تقریر

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ساتویں تقریر

طلاق تک پہنچانے والا تیسرا سبب
شادی بیاہ کی تمام تقریبات میں گناہوں کی کثرت

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْد
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ٭
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ
وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ وَقَالَ النَّبِیُّ
صلی اللّٰه علیه وسلم اِنَّ اَعْظَمَ النِّکَاحِ
بَرَکَةً اَیْسَرُهُ مُؤْنَةً ، صدق اللّٰه وصدق
رسوله النبی الکریم

میرے دوستو اور بزرگو طلاق تک پہنچانے والے اسباب کا بیان ہو رہا ہے اب تک وہ سب بیان ہو چکے ہیں ایک دین کی بنیادی تعلیمات سے بے خبر ہونا اور دوسرا رشتے کا غلط انتخاب کرنا آج تیسرا سبب .بیان کرتا ہے اور وہ سب ہے منگنی سے لے کر ولیمے تک شادی بیاہ کی تمام تقریبات میں گناہوں کی کثرت اور بھر مار۔

میرے دوستو آپ خود سوچیں جس کام کی ابتداء ایسی ہو کہ اسمیں اللہ اور اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب جی بھر کر ناراض کیا جائے اور اسمیں ایسے ایسے کام کئے جائیں ایسے ایسے گناہ کیے جائیں جن پر اللہ اور اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لعنت برستی ہو تو میرے دوستو جس کام کی ابتداء ایسی ہو اس کام کی انتہاء کیسی ہو گی اس کے نتیجے میں ہمیں خوشیاں کہاں نصیب ہو سکتی ہیں' چین سکون اور اطمینان کہاں نصیب ہو سکتا ہے' میرے دوستو اور بزرگو میں اس سلسلے میں چند باتیں آپکے سامنے بیان کرنا چاہتا ہوں آپ غور اور توجہ فرمائیں انشاء اللہ مجھے اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ بات آپکو ضرور سمجھ میں آجائے گی۔

پہلی بات :

میرے دوستو ہم مسلمان ہیں ہم نے کلمہ پڑھا ہے ایمان اور اسلام

کا دعویٰ بھی کرتے ہیں تو میرے بھائیو مسلمان کی خوشی اور غمی اپنی مرضی کی نہیں ہوتی وہ کسی بھی معاملے میں آزاد نہیں کہ جو اس کے دل میں آئے کر گذرے اس نے خوشی منانی ہے تو اس طرح جیسے اللہ اور اللہ کے پیغمبر چاہتے ہیں اور غمی کے موقع پر بھی اس نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا لیکن افسوس اور صد افسوس ہے اس بات پر کہ ہم ان دونوں موقعوں پر شتر بے مہار کی طرح ایسے آزد ہو جاتے ہیں کہ الامان و الحفیظ دیکھنے والا فیصلہ نہیں کر سکتا کہ یہ مسلمان بھی ہیں یا نہیں آپ خود غور کریں پورے نکاح کی تمام تقریبات میں منگنی سے لیکر ولیمے تک تمام تقریبات کا جائزہ لیں سواء خطبہ نکاح اور ایجاب وقبول کے کوئی کام بھی ایسا نہیں ہو گا جس کو دیکھ کر فیصلہ کیا جا سکے کہ یہ مسلمانوں کی تقریب ہے۔

ہمارے محلے میں تین شادیاں ہوئیں ایک عیسائیوں کی دو مسلمانوں کی لیکن یقین مانیں دیکھنے والا بالکل فرق نہیں کر سکتا تھا کہ عیسائیوں کی شادی کونسی ہے اور مسلمانوں کی کونسی ہوئی' تینوں میں ایک جیسے کنجر ناچتے رہے ڈھول باجے بجتے رہے پٹاخے چھوٹتے رہے اور پورے محلے میں ساری رات کوئی آرام سے سو نہیں سکا میرے دوستو مسلمان کی غمی اور خوشی اپنی مرضی کی نہیں ہوتی' سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ"

یہ دنیا مؤمن کیلئے قید خانہ ہے جس طرح قیدی کا کوئی کام اپنی مرضی

کا نہیں ہوتا اس کے سارے کام جیل والوں کی مرضی کے تابع ہو کر کرنا پڑتے ہیں اسی طرح اس دنیا میں مؤمن کا کوئی کام اپنی مرضی کے مطابق نہیں ہو سکتا بلکہ ہر کام اس کو اللہ اور اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق کرنا پڑے گا اور ارشاد فرمایا یہ دنیا کافر کی جنت ہے جیسے جنت میں جنتی کا ہر کام اپنی مرضی کے مطابق ہو گا اپنی من چاہی زندگی گذارے گا اس پر کسی بھی قسم کی کوئی پابندی نہ ہو گی اسی طرح اس دنیا میں کافر کے سارے کام اپنی مرضی کے مطابق ہوتے ہیں جو وہ چاہتا ہے کر گذرتا ہے اس سے کوئی پوچھ نہیں ہوتی کہ تو نے یہ کام کیوں کیا اور یہ کام کیوں نہیں کیا۔

میرے دوستو اب ہم اپنی شادیوں کو دیکھ کر خود فیصلہ کر لیں کہ ہماری شادی مؤمنوں والی ہوتی ہے یا کافروں والی بلکہ کافر ہماری شادی کی تقریبات دیکھ کر یہ کہتے ہیں ہماری شادی اور مسلمانوں کی شادی میں کوئی فرق نہیں 'جنگ' اخبار میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ انڈیا سے ایک اداکار اور اس کی بیوی پاکستان آئے اور راولپنڈی میں ایک شادی میں شریک ہوئے بعد میں انہوں نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا شادی کی تقریبات دیکھ کر ہمیں یہ محسوس ہو رہا تھا کہ ہم پاکستان میں نہیں بلکہ انڈیا کی کسی شادی میں شریک ہیں اب اس سے اندازہ کریں کہ ہمارے ہاں شادی میں کیا کچھ نہیں ہو رہا۔

دوسری بات :

میرے دوستو اور بزرگو ہم سب کے ہاں یہ رواج بن چکا ہے کہ خوشی کے موقع پر ہر ایک کو خوش رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے' بڑوں کو بھی چھوٹوں کو بھی اور بچوں کو بھی اپنے ملازموں اور نوکرانیوں کو بھی خوش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے' عید کا موقع ہوتا ہے تو بچوں کو عیدی دی جاتی ہے ملازموں اور نوکروں کو بھی عیدی دی جاتی ہے خوش کرنے کے لئے' یہاں تک کہ سربراہان مملکت قیدیوں کی سزاؤں میں تخفیف کر دیتے ہیں ان کو خوش کرنے کے لئے اور کہتے ہیں کہ آج خوشی کا موقع ہے ہم سے کوئی ناراض نہ ہو۔

اسی طرح شادی بیاہ کے موقع پر بھی ہر ایک کو خوش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے' ہر طبقے کے لوگوں کو خوش کیا جاتا ہے' اپنے ملازمین کو بھی فقراء غرباء کو جو مانگنے آجاتے ہیں ان کو بھی دل کھول کر دیتے ہیں اگر شادی کے موقع پر خاندان کا کوئی فرد ناراض ہو تو اس کے پاس جرگہ لیکر جاتے ہیں اس کے پاؤں پکڑتے ہیں کہ ہماری خوشی کا موقع ہے آپ اپنی سابقہ ناراضگیوں کو معاف فرما کر ہماری خوشی میں ضرور شرکت کریں غرض ہر ایک کو راضی کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تمام رشتہ داروں کو تمام برادری والوں کو تمام دوست واحباب کو اور ہر ایک کی چاہتیں پوری کی جاتی ہیں' لیکن میرے دوستو کبھی آپ نے اس بارے میں

بھی سوچا ہے کہ ہم شادی بیاہ کے اور خوشی کے موقع پر سب رشتہ داروں کو اور دوست و احباب کو تو خوب خوش رکھتے ہیں' اور راضی رکھتے ہیں' مگر ایک ایسی ذات بھی ہے جس نے یہ سب کچھ دیا ہے جس نے اولاد والی نعمت دی ان کی شادی کا دن دیکھنا نصیب فرمایا' سارے رشتہ دار دیئے دوست و احباب دیئے اور وہ ذات ساری کائنات سے بڑی ہے اسی ذات کو راضی رکھنے کی کوشش تو بڑی دور کی بات ہے جان بوجھ کر عمداً اور قصداً اس کو ناراض کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اس کی نافرمانیوں کا ارتکاب کر کے اس کو کھلا کھلا کر کر کے گناہ کیے جاتے ہیں۔

میرے دوستو کتنے ظلم کی بات ہے' چچا' ماموں' پھوپھی' خالہ تو راضی ہو اور جس ذات نے یہ رشتے دیئے وہ ناراض ہوتا ہے تو بے شک ہوتا رہے اس کی پرواہ نہیں ہے' میرا تُو ذوم تو راضی ہوں دو جہاں کی جان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ناراض ہوتا ہے تو ہوتا رہے ہمیں اس کی پرواہ نہیں' میرے دوستو مؤمن کو تو ہر حال میں اللہ اور اس کے رسول کو خوش رکھنے اور راضی کرنے کی کوشش کرنی چاہئیے تھی چاہے اس کے نتیجے میں ساری دنیا ناراض ہو جائے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لَا يُـؤْمِنُ أَحَدُكُـمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ

إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ"

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک میری ذات اس کو اپنی اولاد اور والدین اور ساری کائنات سے زیادہ محبوب نہ ہو'

میری ذات کے لئے اس کو اگر ساری کائنات بھی چھوڑنی پڑے تو وہ تیار ہو جائے
حضرت مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم کے مواعظ میں کئی بار ایک شعر
نظر سے گذرا بڑا عجیب شعر ہے فرمایا'

سارا جہان مخالف ہو پروا نہ چاہیئے
مد نظر تو بس مرضی جانانہ چاہیئے
بس اس نظر سے کر تو فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیئے کیا نہ چاہیئے

مومن کی حالت اس شعر کے مطابق ہونی چاہیئے کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم راضی اور خوش ہو باقی پورا جہان اگر ناراض ہوتا ہے تو ہوتا رہے اس کی پرواہ نہ ہو' تو دوسری بات کا خلاصہ یہ ہو کہ خوشی اور شادی کے موقع پر جیسے ساری دنیا کو راضی اور خوش رکھنے اور خوش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اسی طرح اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی راضی اور خوش کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے اور ہر اس کام سے بچنے کی پوری کوشش کی جائے جس سے اللہ اور اس کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوتے ہوں۔

تیسری بات :

میرے دوستو اور بزرگو' نکاح کی تقریب میں جو خطبہ پڑھا جاتا ہے یہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کبھی آپ نے غور کیا ہے کہ اس خطبے میں ہمیں کس چیز کی ترغیب دی جاتی ہے افسوس یہی ہے کہ محفل کی گھما گھمی میں اکثر تو ایسے ہوتے ہیں کہ خطبہ سنتے ہی نہیں اور اس کی طرف کان ہی نہیں لگاتے بلکہ اپنی گپ اور ہنسی مذاق میں مصروف ہوتے ہیں' اور بعض سنتے تو ہیں مگر سمجھتے نہیں اور غور نہیں کرتے' انگلش کو اوڑھنا بچھونا بنایا ہوا ہے مگر وہ زبان جو تمام زبانوں کی سردار ہے اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے' اور آسمانی کتاب قرآن کی زبان ہے اور اہل جنت کی زبان ہے' عربی زبان سے اتنا بھی لگاؤ نہیں کہ قرآن کا لفظی ترجمہ تو سمجھ میں آجائے یا جمعہ کا خطبہ یا عیدین کا خطبہ اور نکاح کا خطبہ ہی سمجھ میں آجائے۔

بہر حال میں آپ کی توجہ خطبہ نکاح میں پڑھی جانے والی تین آیات کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں' وہ تینوں آیات سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطبہ نکاح میں پڑھنی ثابت ہیں ذرا ان آیات کے مضمون پر غور کریں اور پھر جو کچھ شادی بیاہ کے تقریبات میں کرتے ہیں اس پر بھی غور کریں کہ کیا وہ ان آیات کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے یا نہیں' اب وہ آیات اور صرف ان کا لفظی

ترجمہ ہی سن لیں۔

پہلی آیت :

يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ
تُقَاتِهٖ وَلاَ تَمُوْتُنَّ اِلاَّ وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ

اے ایمان والو اللہ سے اس طرح ڈرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے اور
اسلام اور ایمان کی حالت ہی میں تمہیں موت آنی چاہیے۔

دوسری آیت :

يَآ أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ
مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا
وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيْراً وَّنِسَآءً وَّاتَّقُوا
اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ
كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْباً

اے لوگو ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے
اور اسی نے پیدا کی جوڑ اور پھیلائے ان دونوں سے بہت سارے مرد اور بہت
ساری عورتیں اور ڈرتے رہو اس اللہ سے جس کے واسطے سے سوال کرتے ہو

اور قرابت داروں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی سے بچتے رہو بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے۔

تیسری آیت :

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوا
قَوْلاً سَدِيْداً يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ
وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيْماً

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو اللہ تمہارے اعمال کو درست کردے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ بڑی کامیابی سے ہم کنار ہوا۔

میرے دوستو گھروں میں جاکر اور ترجمہ والا قرآن بار بار یہ آیات اور ان کا ترجمہ پڑھیں اور ان پر غور کریں سوچیں کہ ان تینوں آیات میں اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا جارہا ہے اللہ سے اس طرح ڈرنا نہیں ہوتا جیسے سانپ بچھو سے ڈرنا ہوتا ہے بلکہ اللہ سے ڈرنے کا مطلب یہ ہے اے ایمان والو اللہ سے ڈر کر اس کی نافرمانیاں چھوڑنے والے بن جاؤ اللہ سے ڈر کر گناہوں کو چھوڑنے والے بن جاؤ۔

میرے دوستو کتنے ظلم ہات ہے جب نکاح کے خطبہ میں یہ آیات پڑھی جارہی ہوتی ہیں اور ایمان والوں کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم سنایا جارہا ہوتا ہے عین اس وقت تقویٰ والے حکم کی دھجیاں اڑائی جارہی ہوتی ہیں' وڈیو فلم بن رہی ہوتی ہے عورتوں اور مردوں کا مخلوط اجتماع ہورہا ہوتا ہے' کھڑے ہو کر کھانا کھلانے کے انتظامات ہورہے ہوتے ہیں' دوستو ذرا انصاف سے فرمائیں یہ قرآنی آیات کا مذاق اڑانا نہیں تو اور کیا ہے۔

میرے دوستو اور میرے بھائیو میں نے جو آپ کے سامنے تین باتیں مختصر ابیان کی ہیں' ان پر غور کریں اور منگنی سے لیکر ولیمے تک کی تمام تقریبات کا جائزہ لیں' اور ان سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کریں میں صرف ان کی طرف اشارہ کردیتا ہوں تاکہ آپ کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

ان تمام تقریبات میں سب سے بڑا گناہ ہے وڈیو فلم بنانا ہوا نا اور اس کو باقی رکھنا پھر بار بار اس کو دیکھ کر لطف اندوز ہونا ہے۔

میرے دوستو تصویر بنانا ہوا نا ویسے بھی حرام ہے پھر جب تصویر غیر محرم عورت کی بنائی جائے اور اس حالت کی بنائی جائے کہ عورتیں اور مرد اکٹھے غیر محرم جمع ہوں اور عورتیں بن ٹھن کر آئی ہوں۔ تو کتنا بڑا گناہ ہو گا' پھر تصویر دیکھنا ویسے بھی حرام ہے اور خاص کر غیر محرم مرد کی تصویر عورت دیکھے اور غیر محرم عورت کی تصویر مرد دیکھے کتنے بڑے گناہ اور بے غیرتی کی بات ہے۔

دوسرا بڑا گناہ :

ان تقریبات میں مشترکہ طور پر جو گناہ کیا جاتا ہے' میرے دوستو وہ بے پردگی کا مظاہرہ ہے' جو ذرا زیادہ اپنے آپ کو مہذب کہلانا چاہتے ہیں اور بڑا بننا چاہتے ہیں' وہ تو پروگرام میں مخلوط اجتماع کا انتظام بناتے ہیں کہ جتنی بے حیائی ہو گی اتنی ہی ہماری بڑائی کی تعریف ہو گی' اور جو ذرا شریف ہوتے ہیں وہ مردوں کے بیٹھنے اور کھانے کا انتظام الگ کرتے ہیں اور عورتوں کے بیٹھنے اور کھانے کا انتظام علیحدہ کرتے ہیں مگر یہ علیحدگی برائے نام ہوتی ہے اکثر سب کچھ نظر بھی آرہا ہوتا ہے اور غیر محرم مرد عورتوں کے ہال میں چکر بھی لگاتے رہتے ہیں ' خاص کر کھانا کھلانے والے تو غیر محرم ہی ہوتے ہیں۔

تیسرا بڑا گناہ :

ان تمام تقریبات میں تیسرا بڑا گناہ کھڑے ہو کر اور چل پھر کر کھانا کھانا ہے اور اس کا انتظام کرنا ہے۔

میرے دوستو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر کھانے پینے سے منع فرمایا ہے' آپ کی سنت بیٹھ کر کھانا کھانے کی تھی' کتنی بے غیرتی کی بات ہے کہ ہم نے اپنے محبوب کی سنت کو تو چھوڑ دیا اور غیروں کی نقالی

کرنے کے لئے غیر بھی وہ جو ہمارے ازلی دشمن ہیں یہودی اور عیسائی 'اپنے دشمنوں کی نقالی کرنے کے لئے جھوٹی عزت بنانے کے لئے ہم کتنے گر گئے کہ جانوروں کی عادت اپنانی شروع کر دیں۔

قرآن نے کافروں کے بارے میں فرمایا

"يَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ"

یہ ایسے کھاتے ہیں جیسے جانور اور آگ ان کا ٹھکانہ ہے۔

اور فرمایا:

"اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ"

یہ تو جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں۔

میرے دوستو انصاف فرمائیں کھڑے ہو کر کھانے کی تقریب میں ہمارے معزز مہمان ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش میں جب بھاگ رہے ہوتے ہیں اور چھینا جھپٹی ہو رہی ہوتی ہے تو انصاف سے بتلائیں وہ کیسے نظر آتے ہیں کیا اسی کا نام تہذیب ہے اگر اسی کا نام تہذیب ہے تو پھر بد تہذیبی کیا ہو گی۔

؎ خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

چوتھا بڑا گناہ :

جو ان تمام تقریبات میں نظر آتا ہے وہ ہے فضول خرچی اور اسراف یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ اللہ پاک نے فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے فرمایا :

"اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْآاِخْوَانَ الشَّیَاطِیْنِ
وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّہٖ کَفُوْرًا"

بے شک پکی بات ہے کہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان تو اپنے رب کا نافرمان اور ناشکرا ہے' تو فضول خرچی کر کے اس کا بھائی بننا کتنی بری بات ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا :

"وَلَاتُسْرِفُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَایُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ"

اللہ تعالیٰ فضول خرچی والوں کو پسند نہیں فرماتے۔

اللہ تعالیٰ کے ان واضح ارشادات کے باوجود ہمارے ہاں منگنی سے لے کر ولیمے تک تمام تقریبات میں محض اپنا نام بنانے کے لئے لاکھوں روپیہ برباد کیا جاتا ہے' آپ خود سوچیں منگنی کی سادہ سی تقریب گھر میں ہو جاتی' چند خاندان کے افراد جمع ہو جاتے تو کام ہو جاتا' لیکن منگنی کے لئے ہزاروں روپیہ خرچ

کر کے ہوٹل اور شادی ہال بک کر دلیا جاتا ہے 'نام کی منگنی ہوتی ہے مگر دیکھنے میں پوری شادی بن جاتی ہے 'یہی منظر رخصتی میں اور بارات کے استقبال میں اور ویسے میں غرض ہر تقریب میں نظر آتا ہے کہ فضول لاکھوں روپیہ برباد کر دیا جاتا ہے دیکھا دیکھی میں غریب بے چارے نام چلانے میں لاکھوں کے مقروض ہو جاتے ہیں۔

میرے دوستو ذرا انصاف تو کرو یہ لاکھوں روپیہ جو یوں ہی برباد کر دیا گیا اگر افغانستان اور کشمیر اور چیچنیا کے مظلوم اور بے سہارا مسلمانوں کے کام آجاتا تو یہ بہتر تھا یا اس کو ہوٹلوں کے کرایوں میں وڈیو فلموں میں 'بھرے ہوئے پیٹ والے لوگوں کے کھانے میں 'جو روزانہ اپنے گھروں میں مرغ پلاؤ کھاتے ہیں ان کو کھلانے میں اس پیسے کو برباد کر دینا زیادہ بہتر ہے 'چلو افغانستان 'کشمیر کے مسلمانوں کو آپ نہیں دیتے تو آپ کے اپنے ملک میں اپنے شہر میں اپنے گاؤں میں اپنے رشتہ داروں میں کتنے ہی بے چارے ایسے غریب ہیں جن کے پاس رہنے کے لئے مکان نہیں پہننے کے لئے لباس نہیں کھانے کیلئے دال روٹی جن کو میسر نہیں 'جن کی بچیاں پیسے نہ ہونے کی وجہ سے بوڑھی ہو رہی ہیں یہ آپ کا لاکھوں روپیہ جو آپ نے فضول ضائع کر دیا کتنے ایسے غریبوں کے کام آجاتا اور آپ ان کی دعائیں لے لیتے یا اگر آپ کا دل کسی غریب کو یوں دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا تو اس کو بچا کر رکھتے شادی کے بعد آپ کے اپنے بچوں کے کام آسکتا تھا کمانا نہ ہونے کی وجہ سے جو جھگڑے ہوتے ہیں ان سے جان چھوٹ جاتی 'میرے

دوستو میں نے صرف اشارہ کردیا آپ اس کا بہتر مصرف خود سوچ سکتے ہیں۔
بہر حال اسی فضول خرچی والے گناہ سے اپنے آپ کو بچائیں اسی گناہ کو بہت بڑا دخل ہے حالات کے بگاڑنے میں خود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اِنَّ اَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً اَيْسَرُهُ مُؤْنَةً"

اسی نکاح میں میں برکت سب سے زیادہ ہوگی جس میں مشقت اور زیر بار ہونا کم ہوگا ہلکا پھلکا ہوگا' تو اللہ پاک اس میں برکتیں ڈال دیں گے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے نکاح فرمائے ذرا انکے ولیمے بھی دیکھیں اور پھر اپنے ولیموں پر بھی نگاہ ڈالیں دو جہان کے سردار کا ولیمہ کیا ہوتا تھا مشکوٰۃ شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے ولیمے میں بکری ذبح فرمائی تھی باقی ازواج مطہرات کے ولیمے میں گوشت روٹی بھی نہیں ہوتا تھابلکہ کھجور ستو وغیرہ سے ولیمہ فرمادیا کرتے تھے چنانچہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنھا سے نکاح فرمایا تو غزوہ خیبر سے واپسی پر سفر میں ولیمہ فرمایا تھا' ولیمہ کیا تھا چمڑے کا دسترخوان بچھادیا گیا تھا اور اعلان کردیا گیا جس کے پاس جو کچھ ہو وہ لے آئے' چنانچہ چند کھجوریں' پنیر وغیرہ جمع ہوگیا سب نے مل کر کھالیا ' یہی دو جہان کے سردار کا ولیمہ تھا ہم ذرا اپنے ولیمہ کو بھی دیکھیں' جس کے صرف کارڈ چھاپنے پر ہزاروں روپیہ برباد کر

دیتے ہیں 'اور اس کارڈ پر لکھتے ہیں دعوت ولیمہ مسنونہ 'نام رکھا ہے ولیمہ مسنونہ اور ارتکاب کیا جاتا ہے اس میں بے شمار گناہوں کا 'یہ سنت کا مذاق اڑانا نہیں تو اور کیا ہے ؟

تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سادگی کو اپنایا اور اور سادگی کو اپنانے کا حکم دیا 'اور یہی حال صحابہ کرام کا تھا 'حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بڑے مالدار صحابی تھے ایک مرتبہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کپڑوں پر رنگ دیکھا تو پوچھا یہ کیا ہے 'حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے ایک عورت سے نکاح کیا ہے 'آپ نے ارشاد فرمایا 'اللہ تمہیں مبارک کرے '

" أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ "

ولیمہ ضرور کرو اگر چہ ایک بکری ہی ذبح کردو۔

میرے دوستو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نکاح کو اتنا آسان کام سمجھا جاتا تھا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دینا بھی اور دعوت دینا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح پڑھوانا بھی ضروری نہ سمجھا 'کپڑوں کو دیکھ کر آپ کو پتہ چلا کو انکی شادی ہو گئی ہے ،ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ تھی (العیاذ باللہ) صحابہ سے بڑھ کر آپ سے محبت کرنے والا کون ہو سکتا ہے 'لیکن بات صرف اتنی تھی کہ وہاں تکلفات نہ تھے سادگی ہی سادگی تھی اور ہم نے تکلفات کو اختیار کر کے اپنے آپ کو تکلیف میں ڈال دیا۔

میرے دوستو اس کے علاوہ بھی بے شمار گناہ ہیں جو ان تقریبات میں کئے جاتے ہیں 'افسوس وقت نہیں ورنہ میں ان کو بھی تفصیل سے ذکر کرتا۔

لڑکے کا لڑکی کو انگوٹھی پہنانا منگنی کی تقریب میں 'ابھی نکاح بھی نہیں ہوا کہ دونوں میں ملاقات ہو رہی ہے 'اس طرح سہرا باندھنا ہندوانہ رسم ہے ڈھول باجے بجانا' کنجروں اور خسروں کو نچوانا' فائرنگ کرنا' پٹاخے چھوڑنا' یہ سارے گناہ کے کام ہیں۔

میرے دوستو اپنے آپ کو اور اپنے پورے خاندان کو جہاں تک ہو سکے ان گناہوں سے بچانے کی کوشش کرو 'جب اتنے گناہوں کے ساتھ ایک کام پایہ تکمیل تک پہنچے گا تو اس میں خیر و برکت کہاں سے آئے گی 'اس نکاح کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد نیک صالح دیندار کیسے بنے گی 'گھر میں امن چین سکون کیسے نصیب ہو گا۔

بہر حال میرے دوستو میری تمام معروضات کا خلاصہ یہ ہے کہ حالات

کو طلاق تک پہنچانے میں ان گناہوں کا بھی بہت بڑا دخل ہے جو شادی بیاہ کی تقریبات میں کئے جاتے ہیں' تو طلاق تک پہنچانے والا تیسرا سبب شادی بیاہ کی تقریبات میں گناہوں کی کثرت اور بھر مار ہے' اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنے دین کی صحیح سمجھ عطاء فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

آٹھویں تقریر

آٹھویں تقریر

طلاق تک پہنچانے والا چوتھا سبب

میاں بیوی کا ایک دوسرے کے حقوق ادا نہ کرنا

(قسط ۱)

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ عَلیٰ رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ کَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّ یَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا کَثِیْرًا

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَ خِیَارُکُمْ خِیَارُکُمْ لِاَهْلِهٖ

وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَیْرًا

صدق اللّٰه العظیم وصدق رسوله النبی الکریم۔

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو طلاق تک پہنچانے والے اسباب کا بیان ہو رہا ہے اب تک تین سبب بیان ہو چکے ہیں اسلامی تعلیمات سے بے خبر ہونا رشتے کا غلط انتخاب کرنا اور شادی بیاہ کی تقریبات میں گناہوں کا ارتکاب کرنا آج چوتھا سبب بیان کرنا ہے اور چوتھے سبب کا خلاصہ یہ ہے میاں بیوی کا ایک دوسرے کے شرعی حقوق ادا نہ کرنا اور ایک دوسرے کے حقوق کا خیال نہ رکھنا اسکی وجہ بھی بے عملی اور بے دینی ہے یہ ساری باتیں دین سکھاتا ہے جب دین ہی نہ ہو تو بندہ مادر پدر آزاد ہو جاتا ہے نہ خدا اور رسول کے حقوق کی اس کو پرواہ ہوتی ہے نہ بندوں کے حقوق کی اس کو پرواہ ہوتی ہے تو اصل اور بنیادی بات یہی ہے کہ اپنے بیوی بچوں کو دیندار بنانے کی کوشش کریں اور اپنے گھر کے ماحول کو دینی بنانے کی کوشش کریں انشاء اللہ سارے مسئلے حل ہو جائیں گے اور ساری پریشانیاں ختم ہو جائیں گی بہر حال طلاق تک پہنچانے والا چوتھا سبب میاں بیوی کا ایک دوسرے کے حقوق کو ادا نہ کرنا ہے میں اسلسلے میں مختصراً دو تین باتیں آپکی خدمت میں بیان کرنا چاہتا ہوں اللہ تعالی ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے آمین

پہلی بات:

میرے دوستو اللہ تعالی کے احکامات جو بندوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور جن کا پورا کرنا بندوں کے ذمے لگایا گیا ہے احکامات دو قسم کے ہیں پہلی قسم کے احکامات وہ ہیں جن کا تعلق خود اللہ پاک کی ذات کے ساتھ ہے اور انکو حقوق اللہ کہا جاتا ہے یعنی اللہ تعالی کے حقوق اور دوسری قسم کے احکامات وہ ہیں جن کا تعلق بندوں کے ساتھ ہے بندوں کے حقوق کے ساتھ ہے کہ بندوں کے ساتھ آپ نے معاملات کیسے کرنے ہیں انکے ساتھ رہنا سہنا کیسا ہے اٹھنا بیٹھنا کیسا ہے خرید و فروخت کیسے کرنی ہے تو دو قسم کے احکامات ہو گئے نماز روزے زکوۃ وغیرہ ان سب احکامات کا تعلق حقوق اللہ کے ساتھ ہے چوری نہ کرو ڈاکہ مت ڈالو ناپ تول میں کمی مت کرو کسی کو دھوکہ مت دو فراڈ مت کرو رشوت مت لو کسی کو گالی مت دو بہتان مت لگاؤ غیبت مت کرو والدین کا ادب اور احترام کرو چھوٹوں پر شفقت کرو بڑوں کا ادب کرو پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آؤ بیمار کی عیادت کرو اسی قسم کے بے شمار احکامات ہیں جن کا تعلق حقوق العباد کے ساتھ ہے میرے دوستو قرآن و حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کے نزدیک اپنے حقوق کے معاملہ میں بندوں کے حقوق کا معاملہ بڑا اہم ہے حقوق اللہ میں کمی بیشی ہو گی تو ان کی توبہ تو آسان ہے اللہ کے

سامنے گڑگڑا کر توبہ کرلو اور تلافی مافات کرلو تو اللہ غفور رحیم ہے معاف فرمادیں گے لیکن بندوں کے حقوق کو خدانخواستہ ضائع کر دیا ان پر ظلم کیا ان کے ساتھ دھوکہ اور فراڈ کیا تو ان کی معافی فقط توبہ کے ساتھ نہیں ہو گی بلکہ توبہ کے ساتھ ساتھ اسی صاحب حق بندے کو بھی راضی کرنا پڑے گا تب جا کر وہ حقوق معاف ہو نگے اور اگر دنیا میں وہ حقوق اداء نہ کئے یا نہ معاف کرائے تو قیامت والے دن ان کا معاف کرانا بڑا مشکل ہو گا اور قیامت والے دن ہر ایک کو ضرورت ہو گی معاف کرنے کے لئے تیار نہیں ہو گا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو مخاطب فرما کر پوچھا بتاؤ مفلس کون ہے صحابہ نے اپنے اندازے کے مطابق عرض کر دیا جس کے پاس کھانے پینے کیلئے رہنے سہنے کیلئے کچھ نہ ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ مفلس نہیں یہاں کی مفلسی اور غربت ایک دن ختم ہونے والی ہے حقیقی مفلس وہ شخص ہو گا جو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے پاس نیکیوں کے انبار ہوں گے' نمازوں کے روزوں کے زکوۃ صدقات خیرات کے' مگر جب اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر ہو گا تو چاروں طرف سے لوگ اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے والے کھڑے ہو جائیں گے' کوئی کہے گا اے اللہ اس نے میری اتنی زمین دبائی تھی' کوئی کہے گا اے اللہ اس نے اتنے پیسے مجھ سے دھوکہ کے ساتھ لئے تھے' کوئی کہے گا اس نے مجھے گالی دی تھی اس نے میری غیبت کی تھی بہتان لگایا تھا۔ غرض چاروں طرف سے حقوق والے

اپنے حقوق کا مطالبہ کریں گے' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے فرشتوں کو اس کے پاس جو نیک اعمال ہیں ان کو ان حقوق والوں میں تقسیم کردو' چنانچہ وہ نیکیاں تقسیم ہونا شروع ہو جائیں۔

علامہ شامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ایک ناجائز پائی کے بدلے میں ساڑے سات سو مقبول نمازیں دینی پڑیں گی' اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی حفاظت فرمائے' اندازہ کریں' جب اس قدر تھوک کے حساب سے نیکیاں تقسیم ہوں گی تو کہاں پوری ہو سکتی ہیں؟ چنانچہ آخر کار ایسا ہی ہوگا وہ نیکیوں کے انبار ختم ہو جائیں گے' مگر حقوق کا مطالبہ کرنے والے اب بھی باقی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے ان حقوق والوں کے گناہ لے کر اس کے حوالے کردو' چنانچہ وہ گناہ اس کے حوالے کردیئے جائیں گے۔ اب اس بے چارے کے پاس نیکیوں کے بجائے گناہوں کے انبار لگ جائیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حقیقی مفلس یہ ہوگا جو آخرت کے بازار میں چلنے والا سکہ اور کام آنے والا سکہ دنیا سے اپنے ساتھ لے کر آیا تھا مگر یہاں خالی ہاتھ رہ گیا' کیوں کہ آخرت کے بازار میں تو نیکیاں ہی کام آتی ہیں اور یہ ساری نیکیاں دوسروں کے حوالے کر بیٹھا ہے۔

تو میرے دوستو بڑے ڈرنے کی بات ہے' یہاں دنیا کا معاملہ آسان ہے حقوق کا ادا کرنا بھی آسان ہے اور اگر خدانخواستہ ادا نہ کرسکے تو معافی بھی مانگی جا سکتی ہے اور یہاں آسانی سے معافی مل بھی سکتی ہے' لیکن میرے دوستو آخرت کا

معاملہ بہت ہی مشکل ہے وہاں کوئی بھی معاف کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا اس لئے سارے حقوق کے ادا کرنے کی کوشش یہیں کرنی چاہیئے 'اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی رحیم و کریم ذات ہے جو انسان اپنی کوشش کرے مگر پھر بھی کوئی کمی بیشی رہ جائے تو اللہ پاک اپنا فضل فرمائیں گے 'اور قیامت والے دن بھی بعض بندے ایسے ہوں گے جن کے ساتھ حقوق العباد کے معاملہ میں بھی اپنے فضل کا معاملہ فرمائیں گے۔

امام غزالی نے احیاء العلوم میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ دو آدمی قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کی عدالت میں لڑتے ہوئے آئیں گے 'ایک آدمی دوسرے سے اپنا حق مانگ رہا ہوگا دوسرا معذرت کر رہا ہوگا اس حال میں اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوں گے 'حق والا اللہ سے فریاد کرے گا کہ میرا حق دلوایا جائے 'دوسرے سے باز پرس ہوگی وہ معذرت کرے گا 'یہ بات چل رہی ہوگی کہ اچانک حق کا مطالبہ کرنے والے کی نگاہ اوپر اٹھ جائے گی تو آسمان پر اس کو موتیوں کے بڑے خوبصورت محلات نظر آئیں گے 'وہ اتنے دلکش اور خوبصورت ہونگے کہ وہ ان کو دیکھتا رہ جائے گا 'حیرانگی سے دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دریافت کرے گا میرے مولیٰ یہ اتنے خوبصورت بنگلے اور محلات کس پیغمبر کے ہیں 'اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے یہ محلات اس کو ملیں گے جو ان کی قیمت ادا کرے گا وہ حیرانگی سے عرض کرے گا 'میرے اللہ ان محلات کی قیمت کون دے سکتا ہے 'اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے میرے بندے تیرے پاس اس کی قیمت موجود

ہے اگر تو دیدے تو یہ محلات تجھے مل جائیں گے' وہ عرض کرے گا یااللہ ان کی قیمت کیا ہے ان محلات کی قیمت ہے اپنے مسلمان بھائی کا حق معاف کر دینا' وہ خوشی سے اچھل پڑے گا اور اس مجبور مسلمان کا حق معاف کر دے گا اللہ تعالیٰ دونوں کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔

میرے دوستو یہ ہوگا اللہ کے فضل کا معاملہ مگر یہ کسی کسی کے ساتھ ہوگا اور ظاہر ہے یہ انہیں کے ساتھ ہوگا جو دنیا میں کوشش کریں گے حقوق کو ادا کرنے کی لیکن اگر عدل کا معاملہ ہوا تو پائی پائی کا حساب دینا پڑے گا بہر حال میرے دوستو حقوق العباد کا معاملہ بڑا اہم ہے لیکن آج کل حقوق العباد کی ادائیگی اور معاملات کی درستگی کو ہم نے دین کی فہرست سے نکال دیا ہے' دین نام ہو گیا ہے صرف نمازیں پڑھنے کا روزے رکھنے کا اور تسبیحات اور نوافل اور تلاوت قرآن کا' بس نمازیں بڑی لمبی لمبی پڑھو تم پکے مسلمان ہو چاہے' ز مینیں لوگوں کی دبار کھی ہوں اور رشوت کے پیسوں سے بنگلے بنار کھے ہوں ان چیزوں کو دین کی فہرست سے نکال دیا گیا ہے۔

تو میرے دوستو گذارش یہ ہے کہ ایک مسلمان کو حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کی فکر بھی کرنی چاہئے بلکہ زیادہ کرنی چاہئے ان حقوق العباد میں سے میاں بیوی کے حقوق بھی ہیں ان کو بھی دونوں طرف سے ادا کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

شریعت نے میاں بیوی کے حقوق کو بڑی اہمیت دی ہے یہاں تک کہ

قرآن کریم نے ہر مسئلے کے اصول بیان فرمائے ہیں مگر اسکی جزئیات اور تفصیلات قرآن نے بیان نہیں فرمائیں بلکہ وہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات اور اپنی عملی زندگی کے ذریعے واضح فرمائیں مثلاً نماز کے بارے میں ارشاد فرمایا "أَقِيمُوا الصَّلَاةَ" باقی نماز کیسے پڑھیں گے کتنی چیزیں اسمیں فرض ہیں اور کتنی واجب ہیں ان سب چیزوں کے بیان سے قرآن نے سکوت اختیار فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تفصیلات بیان فرمائی ہیں یہی حال زکوٰۃ کا ہے اور دیگر احکامات کا ہے 'لیکن میرے دوستو میاں بیوی کے حقوق کو بیان فرماتے ہوئے قرآن کریم نے اپنا انداز بدل دیا اور اسکی جزئیات اور تفصیلات بھی بڑے اہتمام کے ساتھ بیان فرمائیں اب اندازہ کریں کہ انکی کتنی اہمیت ہے شریعت کی نگاہ میں' وجہ اس کی ظاہر ہے کہ پورے تمدن کی بنیاد اور معاشرہ کی اصلاح کی بنیاد میاں بیوی کے حقوق اور تعلقات پر ہے اگر میاں بیوی کے تعلقات استوار ہیں اور خوشگوار ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے حقوق ادا کر رہے ہیں تو اس سے گھر کا نظام درست رہے گا اور گھر کے نظام کے درست ہونے سے اولاد درست ہوگی اور اولاد کی درستگی سے پورا معاشرہ درست رہے گا' اولاد کی درستگی پر ہی پورے معاشرے کی عمارت کھڑی ہوتی ہے لیکن اگر خدا نخواستہ میاں بیوی کے تعلقات درست نہیں' ایک دوسرے سے ناراض ہیں اور روزانہ لڑائی اور جھگڑا گھر میں ہو رہا ہے دونوں ایک دوسرے کے حقوق ضائع کر رہے ہیں

تو اس کی وجہ سے پورا خاندان پریشانی کا شکار ہو گا لولاد پر اس کے برے اثرات پڑیں گے جس کے نتیجے میں معاشرے میں بگاڑ آئے گا۔

مسلم شریف میں ایک حدیث آتی ہے کہ سمندر میں پانی کے لوپر شیطان اپنا تخت بچھاتا ہے اس کے چیلے آکر اپنی اپنی کارگزاری سناتے ہیں تو ابلیس ہر چیلے کی کارگزاری سن کر خوشی کا اظہار کرتا رہتا ہے مگر بہت زیادہ خوش نہیں ہوتا لیکن جب ایک چیلہ آکر یہ کارگزاری سناتا ہے کہ میں نے میاں بیوی میں لڑائی کرواکر دونوں میں جدائی کروادی ہے تو یہ سن کر ابلیس اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوتا ہے لور اس کو گلے لگالیتا ہے لور معانقہ کر کے کہتا ہے تو نے بہت بڑا کام کیا' اصل تو تو ہی میرا نمائندہ ہے اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ میاں بیوی کی لڑائی کیسا شیطانی عمل ہے جس سے شیطان خوش ہوتا ہے ظاہر ہے اس کام سے اللہ لور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کتنے ناراض ہوتے ہوں گے اسلئے میرے دوستو قرآن کریم نے بڑے اہتمام کے ساتھ میاں بیوی کے حقوق کی چھوٹی چھوٹی جزئیات لور تفصیلات بھی بیان فرمائی ہیں۔

میرے دوستو یہ تو تھی پہلی بات جو تمہیدی تھی اب دوسری بات ہے شوہر کے ذمے بیوی کے حقوق کیا ہیں اس کی تفصیلات لور جزئیات تو بیان نہیں کی جاسکتی اس کے لئے بڑا وقت چاہئے' میں مختصراً آپکے سامنے بطور نمونہ کے قرآن کریم کا ایک ارشاد لور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دو ارشاد لور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل آپ کے سامنے عرض کر دیتا ہوں لور ایک

مسلمان کیلئے یہی تین چیزیں کافی ہو جاتی ہیں۔

قرآن کریم کا ارشاد:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ"

اور اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آیا کرو' بڑا جامع مانع حکم ہے کہ ہر معاملے میں حسن سلوک کا مظاہرہ کیا کرو' ان کے ساتھ رہنے سہنے میں' ان کے لباس کے مسئلے میں' کھانے پینے کے معاملے میں' فراخ دلی اور حسن سلوک کا مظاہرہ کرو آگے عجیب بات فرمائی:

"فَإِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا
شَيْئاً وَيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْراً كَثِيْراً"

اگر کسی وجہ سے تمہیں ناپسند ہوں یا کوئی عادت ناپسند ہو تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان ہی میں بہت زیادہ بھلائی رکھی ہو مثلاً ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ایسی نیک اولاد عطاء فرمائیں جو تمہارے لئے صدقہ جاریہ بنیں اور دنیا میں بھی تمہارے کام آئے اور آخرت میں بھی تمہارے کام آئے۔

بہر حال میرے دوستو اللہ تعالیٰ نے بیویوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کا حکم فرمایا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا ارشاد یہ ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

"اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَاناً اَحْسَنُهُمْ خُلُقاً"

تمام مؤمنین میں سب سے زیادہ کامل ایمان والا وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں" وَ خِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِأَهْلِهٖ "اور تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جو اپنے گھر والوں کے حق میں اچھے ہوں" یعنی ان کے ساتھ حسن اخلاق کے ساتھ پیش آنے والے ہوں' ایسانہ ہو کہ باہر دوستوں میں تو ایسی گپ شپ ہو رہی ہو ہنسی مذاق ہو رہا ہو کہ دیکھنے والا سمجھے اس سے بڑھ کر تو کوئی خوش اخلاق نہیں ہوگا' لیکن حضرت جیسے ہی گھر میں داخل ہوں ماتھے پر بل پڑ جائیں' سب بیوی بچے ڈر کے مارے ایک کونے میں دبک کر بیٹھ جاتے ہوں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جو اپنے گھر والوں کے حق میں بہترین ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل :

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا سے تشریف لے گئے تو نو ازواج مطہرات آپ کے نکاح میں تھیں میاں بیوی والے تعلقات میں جو مسائل پیدا ہوتے ہیں یقیناً وہاں بھی پیدا ہوتے ہوں گے' ازواج مطہرات آپس میں ایک دوسرے کی سوکنیں بھی تھیں لیکن حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ساری زندگی ہاتھ

اٹھانے کی نوبت نہ آئی اور دولت کدے پر جب بھی تشریف آوری ہوتی تو مسکراتے ہوئے تشریف لاتے میرے دوستو ایک ماہ ایک سال اس طرح گذارنا تو آسان ہے لیکن ساری زندگی اس طرح گذر جائے یہ انبیاء علیہم السلام ہی کا کام ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ایک مشہور خلیفہ گذرے ہیں ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی رحمہ اللہ ان کی زوجہ محترمہ بتایا کرتی تھیں کہ (۵۰ یا ۵۵) سال رفاقت رہی مگر ساری رفاقت کے زمانے میں مارنا اور غصہ ہونا تو بڑے دور کی بات ہے کبھی لہجہ بدل کر بھی بات کرنے کی نوبت نہیں آتی۔

اللہ اکبر'

میرے دوستو یہ ہے اصل کرامت' لوگ ہوامیں اڑنے اور پانی میں تیرنے کو کرامت سمجھتے ہیں لیکن ایسی کرامت تو کوئی دکھائے نا کیا وہ انسان نہیں تھے کیا ان کے درمیان وہ بیوی والے مسائل نہیں پیدا ہوتے تھے بہر حال میرے دوستو میں نے آپ کے سامنے قرآن کریم کا ارشاد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی اور آپکا عمل بھی بیان کر دیا ہے انشاء اللہ اس سلسلے میں اتنا کافی ہوگا صرف غور کرنے کی ضرورت ہے ان ارشادات کو سامنے رکھتے ہوئے انسان اگر صرف دو کام کرلے تو انشاء اللہ بیوی کے حقوق کی ادائیگی آسان ہو جائے گی۔

پہلا کام:

پہلا کام تو یہ کرے کہ ہر کام کے وقت اس بات کا مراقبہ کیا کرے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے میرے اس کام کو جان رہے ہیں دفتر میں' بازار میں' گھر میں' جہاں بھی کوئی کام کرے یہ تصور کر لیا کرے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی رحمہ اللہ کے پاس ایک مرد حاضر ہوا اور عرض کیا حضرت جی مجھے مرتبہ احسان حاصل ہو گیا ہے مرتبہ احسان ایک خاص اصطلاح ہے کہ بندے کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں حضور کی کیفیت نصیب ہو جائے جبرئیل امین نے انسانی شکل میں آکر ایک مرتبہ مختلف سوال کئے' ایک سوال یہ بھی کیا:

"مَاالإِحْسَانُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟"

کہ اللہ کے پیغمبر احسان کس چیز کا نام ہے تو ارشاد فرمایا:

"اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ"

احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ کیفیت نہیں پیدا ہو سکتی تو کم از کم اتنی کیفیت تو ضرور پیدا

ہو جائے کہ جب تو عبادت کر رہا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے دیکھ رہے ہوتے ہیں تو اس مرید نے اس کی طرف اشارہ کر کے عرض کیا حضرت مجھے مرتبہ احسان حاصل ہو گیا کہ جب میں نماز پڑھتا ہوں تو میری یہ کیفیت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں۔

حضرت ڈاکٹر صاحب نے بے ساختہ جواب دیا کہ ارے بھائی صرف نماز میں مرتبہ احسان حاصل ہوا ہے یا بیوی بچوں میں جب ہوتے ہو' دفتر میں یا بازار میں جب ہوتے ہو' تو اُس وقت بھی مرتبہ احسان نصیب ہوتا ہے یا نہیں تو حضرت نے اشارہ فرمایا کہ انسان کی زندگی کے جتنے کام ہیں ان سب کو کرتے وقت یہ تصور ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں تو بیوی بچوں کے ساتھ معاملات کرتے ہوئے اللہ کے دیکھنے کا تصور کرے گا تو انشاء اللہ حسن سلوک کی توفیق نصیب ہوگی۔

دوسرا کام :

دوسرا کام یہ کرے کہ یہ سوچا کرے کہ میری بیوی بھی کسی کی بیٹی ہے کسی کی بہن ہے کسی کی خالہ ہے کسی کی پھوپی ہے اور اس دنیا میں مکافات عمل ضرور ہو کر کے رہتی ہے میں آج اگر کسی کی بیٹی بہن پھوپی خالہ کو ستاؤں گا تو کل میری بیٹی اور بہن پھوپی خالہ کے ساتھ ایسا ہو سکتا ہے اور میں اگر اپنی بیوی کے

ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤنگا تو اللہ پاک اس کے بدلے میں مجھے اپنی بیٹی اور بہن خالہ کے معاملہ میں خوشی نصیب فرمائیں گے ان کے شوہروں کو ان کے ساتھ حسن سلوک کی توفیق نصیب فرمائیں گے۔

اب وقت بہت ہو چکا ہے باقی انشاء اللہ آئندہ جمعہ کو '

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نویں تقریر

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نویں تقریر

طلاق تک پہنچانے والا چوتھا سبب

میاں بیوی کا ایک دوسرے کے حقوق ادا نہ کرنا

قسط (۲)

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ کَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّیَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا کَثِیْرًا وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَخِیَارُکُمْ خِیَارُکُمْ لِاَهْلِهٖ وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَیْرًا صدق اللّٰه العظیم وصدق رسوله النبی الکریم۔

سابقہ مضمون سے ربط :

میرے دوستو اور بزرگو،

طلاق تک پہنچانے والے اسباب کا بیان ہو رہا ہے تین اسباب بیان ہو چکے ہیں، دینی تعلیم سے بالکل بے خبر اور ناواقف ہونا، رشتے کا غلط انتخاب اور شادی بیاہ کی تقریبات میں گناہوں کی کثرت چوتھا سبب گذشتہ جمعے شروع ہوا تھا کہ میاں بیوی کا ایک دوسرے کے شرعی حقوق ادا نہ کرنا بھی طلاق تک پہنچانے والا ہے اس کا ایک حصہ بیان ہو چکا ہے جس میں تمہیدی بات اور شوہر کے ذمے بیوی کے جو حقوق ہیں وہ مختصراً بیان ہوئے، آج اسی چوتھے سبب کا دوسرا حصہ بیان کرنا ہے کہ بیوی کے ذمے شوہر کے شرعی حقوق کیا ہیں۔

تمہیدی بات :

میرے دوستو اور بزرگو،

شریعت اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا قانون ہے اس میں بڑی اعتدال اور دونوں جانب کی رعایت ہوتی ہے، جیسے شریعت نے شوہر کے ذمے بیوی کے حقوق لگائے ہیں، اسی طرح بیوی کے ذمے شوہر کے حقوق بھی لگائے گئے ہیں، اللہ کے پیغمبر نے دونوں کو ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی تلقین کی ہے، تب ہی

جاکر گھریلو زندگی کی گاڑی پٹڑی پر صحیح چلے گی۔

اب بیوی کے ذمے شوہر کے کیا حقوق ہیں یہ سارے حقوق مفصلاً بیان کرنا تو بڑا مشکل ہے میں چند اہم حقوق بیان کر کے ایک لائن آپ کے لئے متعین کر دیتا ہوں کوشش کرنے والے کیلئے سارا راستہ صاف ہو جائے گا ان حقوق کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کے سب سے بڑے ہادی اور معلم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اَلدُّنْیَا مَتَاعٌ"

کہ دنیا چند روزہ نفع اٹھانے کا سامان ہے۔

"وَخَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا اَلْمَرْأَۃُ الصَّالِحَۃُ"

اور اس دنیا کے سارے سامان میں سے سب سے بہتر نفع حاصل کرنے کی چیز نیک عورت ہے نیک دیندار بیوی ہے پھر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک بیوی کی پانچ صفات بیان فرما کر ایک معیار قائم فرمادیا کہ نیک اور دیندار عورت کونسی ہوتی ہے جس میں پانچ صفات پائی جائیں۔

پہلی صفت اِنْ اَمَرَهَا اَطَاعَتْهُ:

سب سے پہلا سبق مسلمان بچی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیا کہ اگر تمہارا رفیق حیات کوئی حکم کرے تو اس کی اطاعت کرو، بشرطیکہ اس چیز کو تمہارے اور تمہارے شوہر کے خالق ومالک نے منع نہ کیا ہو اگر شوہر کی اطاعت

کرنے سے اللہ کا حکم ٹوٹتا ہو تو پھر شوہر کی اطاعت جائز نہیں' جیسے شوہر نامحرم مردوں سے ملنے کے لئے کہے یا گناہ کی مجلسوں میں شرکت پر مجبور کرے یا بے پردہ ہو کر باہر نکلنے کے لئے کہتا ہے تو اس قسم کے گناہ کے کاموں میں شوہر کی اطاعت ضروری کیا جائز ہی نہیں۔

"لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ"

جہاں خالق کا حکم ٹوٹ رہا ہو وہاں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں رہتی' ہاں اس بات کی پوری کوشش کرے کہ اپنے شوہر کی ہر جائز بات مانے' اس کی منشأ کے مطابق چلنے کی کوشش کرے' اپنا چین سکون سب قربان کردے پھر دیکھئے میاں بیوی میں کیسی محبت پیدا ہوتی ہے' پھر یک جان دو قالب ہوں گے۔ ایک دماغ دو جسم ہوں گے' ایک بیماری دو علاج چاہنے والے' ایک پریشانی دو دعا مانگنے والے' ایک کام دو سوچنے والے' ایک غم دو سہنے والے' ایک خوشی دو ہنسنے والے ایک کام دو سوچنے والے تو بیوی کو چاہئے کہ شوہر کی خوشی کے ساتھ خوش ہونا سیکھے اس کے غم کے ساتھ غمگین ہونا سیکھے حضرت ابو [illegible] رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی کو نصیحت کی تھی اگر مجھے ناراض دیکھنا تو منالینا اگر میں تمہیں ناراض د[illegible] تو منالوں گا ورنہ زندگی کی گاڑی ایک ساتھ نہیں چل سکتی تو میرے دو[illegible] نیک عورت کی پہلی صفت یہ بیان فرمائی: "إِنْ أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ"

اگر شوہر اس کو کوئی حکم کرے تو اسکا کہنا مانے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے شوہر کو امیر بنایا ہے بیوی کو مأمور بنایا ہے ارشاد فرمایا:

"اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ"

یعنی مرد عورتوں پر نگہبان اور منتظم ہیں اللہ نے یہ اصول بیان فرمایا آج دنیا میں یہ پراپیگنڈا جاری ہے کہ عورت کو محکوم بنا دیا گیا مرد کی بالادستی قائم کر دی گئی عورت کو قیدی بنا دیا گیا حالانکہ میرے دوستو اور بزرگو بات صرف سمجھنے کی ہے مرد کے امیر اور عورت کے مأمور ہونے کی حقیقت صرف اتنی ہے جیسے دو دوست سفر کریں تو انتظام کو برقرار رکھنے کے لئے ایک کو امیر بنایا جائے گا تاکہ سفر کے جملہ انتظامات اور پالیسی اس امیر کے فیصلے کے تابع ہو اب جب چھوٹے سے سفر کے لئے امیر کی ضرورت ہے تو اتنے لمبے سفر کے لئے جو شادی کے بعد شروع ہوتا ہے شادی کے بعد مرد عورت نے زندگی کا سفر اکھٹے کرنا ہوتا ہے تو اتنے لمبے سفر کو بغیر امیر مقرر کئے ہوئے تو طے نہیں کیا جا سکتا ورنہ سخت بدنظمی ہو گی اور روزانہ پریشانی ہو گی امیر تو بہر حال بنانا پڑے گا اب دو ہی راستے ہیں یا تو مرد کو امیر بنا دیا عورت کو امیر بنا کر مرد کو اس کا محکوم بنالو تیسرا کوئی راستہ نہیں اب انسانی خلقت میں فطرتی طور پر جو قوت اور صلاحیت مرد کو ملی ہے وہ عورت کو نہیں ملی ہے اس لئے عقل کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ مرد کو امیر بنایا جائے ان دونوں کے پیدا کرنے والے اور ان دونوں کے نفسیات کو جاننے والے خدا تعالیٰ کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ مرد کو امیر بنایا جائے اگر اس فیصلہ کو مانتے ہو تو اس میں تمہاری سعادت اور کامیابی ہے اگر نہیں مانتے بلکہ اس فیصلہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اور اس کے ساتھ بغاوت کرتے ہوئے عورت کو امیر بنانے

پرہیز ہو تو تم جانو اور تمہاری زندگی جانے تمہیں اس کی سزا بھگتنی پڑے گی جن لوگوں نے اس فیصلے کے خلاف بغاوت کی ان کا انجام دیکھ لیجئے کیا ہوا اہل فارس نے جب کسریٰ کی بیٹی کو اپنا بادشاہ بنایا تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لَنْ یُّفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْاَمْرَهُمْ اِمْرَأَةٌ"

وہ قوم ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتی جس نے اپنے امور کا والی ایک عورت کو بنا دیا ہو۔

اس طرح سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے

"اِذَاکَانَ اُمَرَآءُکُمْ خِیَارُکُمْ"

جب تمہارے امیر تم میں سب سے بہتر ہو۔

"وَاَغْنِیَآءُکُمْ سَمْحَآءُکُمْ"

اور تمہارے مالدار سخی ہوں۔

"وَاُمُوْرُکُمْ شُوْرٰی بَیْنَکُمْ"

اور تمہارے امور آپس کے مشورے سے طے پا رہے ہوں۔

"فَظَهْرُالْاَرْضِ خَیْرٌلَّکُمْ مِنْ بَطْنِهَا"

تو پھر زمین کی پشت تمہارے لئے بہتر ہے زمین کے پیٹ سے یعنی زندہ رہنا بہتر ہے موت سے۔

"وَاِذَاکَانَ اُمَرَآءُکُمْ شِرَارُکُمْ"

جب تمہارے امیر تم میں سے بدترین لوگ ہوں۔

" وَاَغْنِيَاءُ كُمْ بُخَلَاءُ كُمْ "

اور تمہارے مالدار بخیل ہوں۔

" وَاُمُوْرُكُمْ اِلٰى نِسَاءِ كُمْ "

اور تمہارے امور تمہاری عورتوں کے سپرد ہوں تو'

" فَبَطْنُ الْاَرْضِ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ ظَهْرِهَا "

تو پھر زمین کا پیٹ تمہارے لئے بہتر ہے زندگی سے۔

میرے دوستو اس سے اندازہ کرلیں کہ جب عورت ایک چھوٹے گھر کی سربراہ نہیں بن سکتی' امیر نہیں بن سکتی' تو پورے ملک کی سربراہ کیسے بن سکتی ہے بہر حال اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ یہ ہے کہ زندگی کے اس سفر کا امیر مرد کو ہونا چاہئے اور یہی عقل سلیم کا تقاضا ہے لیکن مرد کے امیر ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مرد بادشاہ اور حاکم ہے عورت اس کی رعیت اور محکوم ہے مرد آقا ہے اور عورت اس کی غلام اور باندی ہے بلکہ مرد کے امیر ہونے کا مطلب ایسا ہی ہے جیسے دو دوست سفر میں ایک کو امیر بنالیں اسی لئے قرآن کریم نے قوام کا لفظ بولا ہے بادشاہ اور مالک کا لفظ نہیں بولا فرمایا:

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ۔

میرے دوستو اسلام میں امیر کا تصور ہے۔

" سَيِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ "

قوم کا سردار ان کا خادم ہوتا ہے

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی کے اصلاحی خطبات میں امیر کے خادم ہونے کا ایک عجیب واقعہ پڑھا کہ مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اور مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ اور چند ساتھی دیوبند سے باہر ایک سفر پر روانہ ہوئے تو مولانا اعزاز علی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بھائی کسی کو امیر بنالو تو سب نے جواب دیا کہ حضرت امیر تو بنے بنائے موجود ہیں آپ ہمارے استاد ہیں ہم شاگرد ہیں تو امیر تو آپ ہی ہوں گے' حضرت نے فرمایا تو پھر امیر کی اطاعت کرنی ہوگی' اسٹیشن پہ جب گاڑی آئی تو حضرت نے سب ساتھیوں کا سامان اٹھالیا اور گاڑی کی طرف چل پڑے' اب سارے ساتھی حضرت کی طرف دوڑے سامان لینے کے لئے' تو سختی سے فرمایا کہ امیر کی اطاعت کرنی پڑے گی' میرا حکم ہے کہ کوئی سامان نہ اٹھائے' پھر سارے راستے میں جو مشقت اور محنت والا کام ہوتا وہ خود حضرت اپنے دست مبارک سے پورا فرماتے۔ اسلام میں امیر کا تصور یہ ہے کہ امیر دوسروں کی خدمت کرے "سَيِّدُالْقَوم خادِمُهُم"

بات دوسری طرف چلی گئی' بات یہ چل رہی تھی کہ نیک بیوی کی پہلی صفت یہ ہے "اِنْ أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ"

اس کا رفیق حیات جو اس کو حکم دے خوشدلی سے اس کی اطاعت کرے۔

ایسی اطاعت کرے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لَوْ أَمَرْتُ اَحَداً اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ
لأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا"

اگر میں کسی انسان کو حکم دیتا کہ وہ دوسرے انسان کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے عورت پر ایسی اطاعت ضروری ہے کہ اس کا شوہر اس قابل ہے کہ بیوی اس کو سجدہ کرے مگر سجدہ چونکہ اللہ کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں اس لئے عورت کو ایسا حکم نہیں دیا گیا ' یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیوی شوہر کی ایسی اطاعت کرے کہ :

"لَوْ اَنَّ رَجُلاً أَمَرَ اِمْرَأَتَهُ اَنْ تَنْقُلَ حَجَراً
مِنْ جَبَلٍ اَحْمَرَ اِلیٰ جَبَلٍ اَسْوَدَ وَمِنْ
جَبَلٍ اَسْوَدَ اِلیٰ جَبَلٍ اَحْمَرَلَكَانَ حَقٌّ
لَهَا اَنْ تَفْعَلَ"

اگر کوئی مرد اپنی عورت کو یہ حکم کرے کہ وہ لال پہاڑ سے سیاہ پہاڑ کی طرف پتھر منتقل کرے اور سیاہ پہاڑ سے لال پہاڑ کی طرف پتھر منتقل کرے تو عورت پر لازم ہے کہ یہ کام بھی کرے۔

یہ بطور مثال کے ارشاد فرمایا کہ اگر بالفرض شوہر ایسا کام کہتا ہے جو مشقت والا ہے اور اس حکم کی کوئی وجہ بھی سمجھ میں نہیں آرہی ہے تب بھی عورت پر اپنے شوہر کی اطاعت لازم ہے 'میرے دوستو عورت پر مرد کی اطاعت

اتنی ضروری ہے۔

ان دو حدیثوں سے اندازہ کرلیں کہ اسلام عورت سے کیسی اطاعت کروانا چاہتا ہے' شوہر کی اطاعت عورت کے لئے نفلی عبادت سے بھی مقدم ہے' شوہر کی اجازت کے بغیر عورت نفلی روزہ نہیں رکھ سکتی۔

میرے دوستو جب بیوی کے ذمے شریعت نے ایسی اطاعت رکھی ہے' تو اس پر اجر و ثواب بھی بہت زیادہ رکھا ہے' حضرت امّ سلیم رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس عورت کا انتقال اس حالت میں ہوا کہ اس کا شوہر اس سے خوش تھا تو وہ عورت جنت میں جائے گی۔

اسی طرح ایک اور ارشاد بھی فرمایا کہ مرد کی نیکیوں میں عورت کو بھی حصہ ملتا ہے' حضرت اسماء بنت یزید انصاریہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں عورتوں کی طرف سے بطور قاصد کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں' بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو مردوں اور عورتوں دونوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا' ہم عورتوں کی جماعت آپ پر اور اللہ پر ایمان لائی لیکن ہم عورتیں گھروں پر پابند رہتی ہیں مرد اپنی خواہشیں ہم سے پوری کرتے ہیں ہم ان کی اولاد اپنے پیٹوں میں اٹھاتی ہیں ان سب باتوں کے باوجود مرد بہت سے ثواب کے کاموں میں ہم سے بڑھے رہتے ہیں وہ جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں جماعت کی نماز میں اور جنازہ میں شریک ہوتے ہیں بیماروں کی عیادت کرتے ہیں جہاد کرتے

ہیں حج اور عمرہ کرتے ہیں ہم پیچھے ان کے گھر کی جان کی مال اولاد کی حفاظت کرتی ہیں تو فرمایئے کیا ثواب میں ہم ان کے ساتھ شریک نہیں ہیں'

اس عورت کا یہ عجیب وغریب سوال سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم نے دین کے بارے میں اس عورت سے بہتر کوئی سوال کرنے والی سنی 'صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو تو خیال بھی نہیں تھا کہ کوئی عورت بھی ایسا سوال کر سکتی ہے اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماء رضی اللہ عنھا کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا غور سے سن اور سمجھ اور جن عورتوں نے تجھ کو بھیجا ہے ان کو بتادے کہ عورت کا اپنے خاوند کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور اس کی خوشنودی کو ڈھونڈنا اور اس پر عمل کرنا ان سب چیزوں کے ثواب کے برابر ہے بہر حال نیک عورت کی پہلی صفت یہ بیان ہوئی "اِنْ أَمَرَھا أَطاعَتہٗ" کہ وہ شوہر کی اطاعت کرنے والی ہو۔

نیک بیوی کی دوسری صفت اِنْ نَظَرَ اِلَیْھَا سَرَّتْہٗ

کہ اگر شوہر اس کی طرف دیکھے تو اس کو خوش کرے یعنی عورت دیکھنے کے بعد خوشی محسوس ہو یعنی وہ عورت اپنا رنگ ڈھنگ شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے ایسا رکھے جو شوہر کو پسند ہو ایسا بناؤ سنگھار کرے جو شوہر کو پسند ہو'

دیکھنے سے شوہر کا دل خوش ہو۔

عورتیں اس بناؤ سنگھار کے معاملے میں دو غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں۔

پہلی غلطی :

پہلی غلطی تو یہ ہوتی ہے کہ بعض عورتیں گھروں میں بناؤ سنگھار نہیں کریں گی گھر میں تو نوکرانیوں کی طرح رہیں گی میلے کچیلے کپڑے پہن کر رہیں گی، بال وغیرہ نہیں سنواریں گی، لیکن جیسے ہی باہر جانا ہوگا تو بن سنور کر بیگم صاحبہ بن جائے گی' حالانکہ میرے دوستو عورت پر شوہر کا یہ حق بھی ہے کہ وہ اس کے لئے بناؤ سنگھار کرے 'ایک صحابی کی بیوی کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں میلی کچیلی حالت میں دیکھا تو اس عورت سے دریافت فرمایا کہ کیا وجہ ہے تم بے نکاحی عورتوں کی طرح لگ رہی ہو' تو اس نے عرض کیا یارسول اللہ میں کس کے لئے بناؤ سنگھار کروں' میرا شوہر دن کو ہمیشہ روزے سے ہوتے ہیں اور رات کو ہمیشہ نوافل پڑھتا رہتا ہے' تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کے شوہر کو بلایا اور سمجھایا کہ اللہ کے بندے :

"اِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِعَيْنِكَ
عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِزَوْجَتِكَ عَلَيْكَ حَقًّا"

بے شک تیرے نفس کا بھی تیرے اوپر حق ہے تیری آنکھوں کا بھی

تیرے اوپر حق ہے تیری بیوی کا بھی تیرے اوپر حق ہے' عبادت بھی کیا کر مگر آرام بھی کیا کر آنکھوں کو نیند کے ذریعے آرام پہنچایا کر اور بیوی کے حقوق بھی ادا کیا کر' یعنی اعتدال کے ساتھ زندگی گزارو۔

بہر حال بات یہ بیان ہو رہی ہے کہ عورتیں اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ گھر میں تو بالکل میلی کچیلی رہیں گی اور باہر جاتے وقت بناؤ سنگھار کریں گی' ہر تقریب میں ایسا جوڑا پہن کر جائیں گی جو پہلے نہ پہنا ہو' بلکہ اکثر تقریبات میں عورتوں کی وجہ سے دیر ہو جاتی ہے۔

عورتوں کی دوسری غلط فہمی:

دوسری غلطی جس میں عورتوں کی اکثریت مبتلا ہے' وہ یہ ہے کہ جب بناؤ سنگھار کرنے پر آتی ہیں تو شرعی حدود کو پھلانگ جاتی ہیں اور بناؤ سنگھار سے بات بڑھ کر فیشن تک جا پہنچتی ہیں' جائز و ناجائز اور حلال و حرام کی پرواہ کئے بغیر شرعی حدود کو پھلانگ جاتی ہیں' مثلاً بعض ایسی فیشن کی دلدادہ ہوتی ہیں کہ ناخنوں کو بڑھانا کیا ناخنوں پالنا شروع کر دیتی ہیں یہاں تک کہ وہ ناخن نہیں بلکہ چھرے بن جاتے ہیں' حالانکہ میرے دوستو ناخنوں کو کاٹنے کا حکم ہے' سب سے افضل مدت ایک ہفتہ' درمیانی پندرہ دن ہے اور انتہائی مدت چالیس دن ہے' اگر کوئی چالیس دن تک نہیں کاٹے گا تو گناہگار ہوگا' اسی طرح بعض بال کٹوا کر مردوں کی

مشابہت اختیار کرلیتی ہیں' حالانکہ میرے دوستو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مردوں پر بھی لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ایسی عورتوں پر بھی لعنت فرمائی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔ اسی طرح بعض عورتیں خوبصورتی حاصل کرنے کے لئے اپنے ابرو باریک کرواتی ہیں اور دانتوں میں فاصلہ کرواتی ہیں' حالانکہ ایسا کرنے والیوں پر حدیث میں لعنت وارد ہوئی ہے' اسی طرح بعض عورتوں کو باریک لباس پہننے کا اور سر پر جوڑا باندھنے کا مرض بھی ہوتا ہے یا ایسا چھوٹا لباس پہنتی ہیں کہ پنڈلیاں اور کلائیاں سب ننگی ہوتی ہیں ان سب کاموں پر بڑی سخت وعید آئی ہے'

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

"صِنْفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّـــارِ لَمْ اَرَهُمَا قَوْمٌ
مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَاَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ
بِهَا النَّاسَ وَ نِسَآءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَـاتٌ
مُـمِيْــلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُؤُسُهُــنَّ كَاَسْنِمَةِ
الْبُـخْتِ الْمَــائِلَةِ لَايَدْخُلْـنَ الْـجَنَّةَ
وَلَا يَجِدْنَ رِيْحَهَا وَاِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَـدُ
مِنْ مَسِيْرَةِ كَذَا وَكَذَا"

ارشاد فرمایا دو جماعتیں ایسی ہیں جو اہل نار میں سے ہیں' میں نے ان کو نہیں دیکھا یعنی میرے بعد آئیں گی ایک جماعت وہ ہوگی جن کے پاس لاٹھیاں

ہوں گی گائے کی دم کی طرح جس کے ساتھ لوگوں کو ماریں گے 'جلسے اور جلوس پر پولیس کی لاٹھی چارج کا منظر بالکل یہی ہوتا ہے' جو اس حدیث میں بیان فرمایا گیا ہے'

بہر حال ایک جماعت تو یہ ہوگی جہنمیوں کی' دوسری جماعت ایسی عورتوں کی ہوگی جو کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی' یا تو لباس باریک ہوگا یا چھوٹا ہوگا یا بدن پر چست اور تنگ ہوگا 'بہر حال کوئی بھی صورت ہو وہ لباس ایسا ہوگا کہ پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی' غیر مردوں کی طرف مائل ہونے والی اور ان کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں گی ان کے سر بختی لونٹوں کی کوہانوں کی طرح مائل ہوں گی' یہ جنت میں داخل نہیں ہو سکیں گی اور جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے آتی ہے۔

بہر حال میرے دوستو' بات دوسری طرف چلی گئی عورتوں کی غلطی بیان ہو رہی تھی کہ وہ بناؤ سنگھار کرتے ہوئے شرعی حدود کو پھلانگ جاتی ہیں' تو عورت پر مرد کا یہ حق ہے کہ وہ اس کے لئے بناؤ سنگھار کرے مگر شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے' تو نیک عورت کی دوسری صفت یہ بیان ہوئی اِنْ نَظَرَ اِلَيْهَا سَرَّتْهُ کہ شوہر اس کو دیکھے تو اس کو مسرت حاصل ہو۔

نیک عورت کی تیسری صفت

وَاِنْ اَقْسَمَ عَلَيْهَا اَبَرَّتْهُ:

ارشاد فرمایا کہ اگر شوہر کسی ایسے کام کی قسم کھا بیٹھے جس کا انجام دینا بیوی سے متعلق ہو تو اس کی بیوی اس قسم کو سچا کر دکھائے یعنی وہ کام کر لے جس پر شوہر نے قسم کھائی ہو' مثلاً یہ قسم کھالے کہ آج تہجد ضرور پڑھو گی یا اپنی ساس کے ہاں ضرور چلو گی تو عورت کو یہ قسم پوری کو دینی چاہئے' اس لئے کہ شوہر کا اس قسم کی قسم اُٹھانا اس کی محبت کی علامت ہے' اگر یہ ٹھکرادے گی تو اس کا دل ٹوٹے گا' جس کا نتیجہ اس کے حق میں اچھا نہیں ہو گا' اس لئے حتی الوسع اس کام کو کرنے کی کوشش کریں۔

چوتھی صفت وَاِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ فِیْ نَفْسِهَا وَمَالِهَا:

نیک بیوی کی چوتھی صفت یہ بیان فرمائی کہ شوہر کی عدم موجودگی میں اپنی جان آبرو کی اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے' ایسانہ ہو کہ شوہر موجود ہو یا دیکھ رہا ہو تو پردہ کرے اور اس کی عدم موجودگی میں بے پردہ ہو جائے' اور ایسا بھی

نہ کرے کہ اس کی عدم موجودگی میں اس کا مال ناجائز اڑاتی رہے یا میکے پہنچاتی رہے عورت کے دل میں شوہر کے پیسے کا درد ہو ضرورت کے موقع پر خرچ کرے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَلْمَرْأَۃُ رَاعِیَۃٌ فِیْ بَیْتِ زَوْجِہَا"

کہ عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگہبان ہے یعنی اس کے مال کی اور سامان کی حفاظت عورت کی ذمہ داری ہے۔

پانچویں صفت:

عورت کی پانچویں صفت یہ ہے کہ اپنے شوہر کی دینداری اور ایمان داری کی فکر کرنے والی ہو، اس کی نمازوں کی روزوں کی حلال و حرام کی فکر کرنے والی ہو۔ حدیث میں ہے صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ کونسا مال بہتر ہے، تو ارشاد فرمایا:

"اَفْضَلُہٗ لِسَانٌ ذَاکِرٌ وَقَلْبٌ شَاکِرٌ وَ
زَوْجَۃٌ مُؤْمِنَۃٌ تُعِیْنُہٗ عَلٰی اِیْمَانِہٖ"

ارشاد فرمایا سب سے بہترین مال ذکر کرنے والی زبان اور شکر ادا کرنے والا دل اور ایسی ایمان والی بیوی جو شوہر کی مدد کرے اس کے ایمان پر، تو پانچویں

صفت نیک بیوی کی یہ بیان فرمائی کہ وہ اپنے شوہر کے ایمان کی اور اس کی دینداری کی فکر کرتی ہو۔

اب وقت بہت ہو چکا ہے باقی انشاء اللہ آئندہ۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دسویں تقریر

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دسویں تقریر

طلاق تک پہنچانے والا پانچواں سبب

غصہ میں بے قابو ہو جانا

قسط (۱)

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ

وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ،،

صدق اللّٰه العظیم

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو،

طلاق تک پہنچانے والے اسباب بیان ہو رہے ہیں اب تک چار اسباب

بیان ہو چکے ہیں، دینی تعلیم سے ناواقف ہونا، رشتے کا غلط انتخاب، شادی بیاہ کی تقریبات میں گناہوں کی کثرت، اور میاں بیوی کا ایک دوسرے کے شرعی حقوق ادانہ کرنا، یہ چاروں اسباب بیان ہو چکے ہیں آج پانچواں سبب ہے غصہ میں بے قابو ہو جانا اور غصے کو بے جا استعمال کرنا شریعت کی بتائی ہوئی تدبیروں کو اختیار نہ کرنا، تو پانچواں سبب ہے طلاق تک پہنچانے والا، غصے میں بے قابو ہو جانا ذرا سا غصہ آئے تو اپنے آپ سے باہر ہو جانا اور کوئی انتہائی قدم اٹھا دینا۔

اب میرے دوستو اصل تو دو چیزیں بیان کرنے کی ہیں، ایک غصے کے نقصانات، دوسرا غصے پر قابو پانے کی تدبیریں اور علاج، مگر بات کی تہ تک پہنچنے کے لئے ایک تمہیدی بات سمجھنی ضروری ہے، پہلے بھی کئی مرتبہ بیان ہو چکی ہے پہلے مختصراً وہ تمہیدی بات سن لیں پھر اصل مضمون غصے کے نقصان اور غصے کا علاج بیان ہو گا۔

تمہیدی بات :

انسان روح اور جسم کے مجموعے کا نام ہے اللہ تعالی نے انسان کو چیزیں عطا فرمائی ہیں، ایک ظاہری بدن عطا فرمایا دوسری چیز روح فرمائی، اکیلے بدن کو بھی انسان نہیں کہتے، روح جب نکل جاتی ہے تو اپنی اولاد اپنے پیارے والد کو بھی دو دن گھر رکھنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

تو میرے دوستو انسان نام ہے روح اور جسم کے مجموعے کا، جس طرح انسان کا جسم غذا کے بغیر، کھانے اور پینے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا، اسی طرح میرے دوستو انسان کا روح بھی نیک اعمال اور اللہ کے ذکر اور قرآن کی تلاوت کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا ۔انسانی جسم کو جتنی غذا کم ملے گی آہستہ آہستہ مرجھاتا جائے گا اور کمزور ہوتا جائے گا ۔ غرض اللہ تعالیٰ نے دونوں کی غذا کا انتظام فرمایا ہے، پھر اسی طرح میرے دوستو انسان کے جسم اور بدن کو کچھ بیماریاں لگ جاتی ہیں، کبھی بخار کبھی نزلہ زکام، کھانسی، ان سب کو جسمانی امراض کہا جاتا ہے ان بیماریوں کے لگنے سے انسان کا جسم بیمار ہو جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح میرے دوستو کچھ بیماریاں ایسی ہیں جو انسان کے روح کو لگتی ہیں، کفر و شرک کی بیماری، حسد کی بیماری، بغض اور کینہ کی بیماری غصے کی بیماری، ریاء اور تکبر کی بیماری، یہ سب روحانی بیماریاں کہلاتی ہیں ۔ان کے لگنے سے انسان کا روح بیمار ہو جاتا ہے۔

میرے دوستو یہ دو قسم کی بیماریاں انسان کے لئے خطرناک اور نقصان دہ ہیں، لیکن جسمانی بیماریوں کا نقصان محدود اور تھوڑے عرصے کے لئے ہوتا ہے ،اگر کوئی علاج نہ کروائے، یا علاج تو کروائے مگر علاج سے جسمانی بیماری دور نہ ہوا فاقہ نہ ہو، تو زیادہ سے زیادہ موت تک وہ بیماری اس کو نقصان پہنچا سکتی ہے موت کے بعد وہ بیماری اس کو کچھ نقصان نہیں کر سکتی، بلکہ موت آکر ساری بیماریوں کا خاتمہ کر دیتی ہے مگر میرے دوستو اگر روحانی بیماریوں کا علاج نہ کیا

جائے تو موت تک بھی یہ نقصان پہنچاتی رہتی ہیں اور موت کے بعد اخروی زندگی جس نے کبھی بھی ختم نہیں ہونا اس ہمیشہ والی زندگی میں بھی یہ روحانی امراض نقصان پہنچاتی رہتی ہیں، کفر و شرک کی سزا ملتی رہتی ہے، تکبر اور غرور کی سزا ملتی رہتی ہے۔

بہر حال میرے دوستو انسان کے لئے جسمانی بیماریوں سے روحانی بیماریاں زیادہ مضر اور نقصان دہ ہیں، لیکن اس کے باوجود آج جسمانی بیماریوں کے علاج کی تو اتنی فکر ہے کہ ذرا سا نزلہ اور زکام ہو جائے تو ڈاکٹروں اور حکیموں کے پاس چکر لگا گا کر نہیں تھکتے، مگر روحانی امراض کے بارے میں سرے سے معلوم ہی نہیں کہ روحانی امراض ہوتی کیا ہیں؟ اور ان کا علاج کیسے اور کہاں سے کیا جاتا ہے، ساری زندگی غفلت میں گزر رہی ہے۔

میرے دوستو اللہ تعالیٰ نے جس طرح جسم کی تربیت کا انتظام فرمایا، جس طرح جسم کو لگنے والی بیماریوں کے لئے مختلف قسم کی دوائیاں پیدا فرمائیں، اور ان کے علاج کے لئے ڈاکٹر، حکیم اور طبیب پیدا فرمائے، مختلف طریقہائے علاج پیدا فرمائے، ایلوپیتھی، ہومیوپیتھی اور یونانی طریقہ علاج وغیرہ، بالکل اسی طرح میرے دوستو اللہ تعالیٰ نے رحانی امراض کے لئے انبیاء علیہم السلام اور انبیاء کے وارث اللہ والے پیدا فرمائے ان کو مختلف تدبیریں اور علاج روحانی امراض کے بتائے، انہوں نے دنیا میں بڑے بڑے مریضوں کا علاج کر کے کہاں سے کہاں پہنچادیا۔

توروحانی امراض کا اصل اور فطرتی علاج انبیاء علیہم السلام کی صحبت اور ان کے بتائے ہوئے نسخوں اور تدبیروں کو اختیار کرنا، انبیاء کے بعد انبیاء کے وارث اور سچے جانشین اولیاء اللہ ہوتے ہیں، اب نبوت کا دروازہ تو بند ہو چکا ہے مگر ولایت کا دروازہ قیامت تک کھلا رہے گا، اللہ والے دنیا میں آتے رہے اور آتے رہیں گے، ان روحانی بیماریوں کا فطرتی اور تیر بہدف علاج اللہ والوں کی صحبت ہے، انبیاء کی صحبت میں بڑی تاثیر ہوتی تھی۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ایسی تاثیر تھی کہ ایک منٹ کی صحبت کہاں سے کہاں پہنچا دیتی تھی، کفر و شرک اور ساری روحانی بیماریاں دھل جاتی تھیں، اور ایک منٹ کی صحبت سے وہاں تک پہنچ جاتے تھے کہ ساری دنیا کے غوث، قطب اور ابدال مل کر ان کی گرد پا کو بھی نہیں پہنچ سکتے، انبیاء علیہم السلام کی صحبت تو میسر نہیں آسکتی مگر انبیاء علیہم السلام کے وارث اور سچے جانشین اولیاء اللہ کی صحبت کا دروازہ قیامت تک کھلا ہوا ہے ان تمام بیماریوں کا اصل اور فطرتی علاج اللہ والوں کی صحبت ہی ہے بڑے بڑے شرابی اور کبابی اللہ والوں کی صحبت کی برکت سے اولیاء اللہ بن گئے اور بڑی بڑی روحانی بیماریاں ان کی دور ہو گئیں۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ایک مرید نے خط لکھا کہ حضرت میرے اندر غصہ کا مرض ہے اس کا علاج فرمائیں، مجھے بہت زیادہ غصہ آتا ہے، تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ان کو تحریر فرمایا، لکھنؤ میں انوار بکڈپو کے مالک مولانا

محمد حسن کاکوری کی مجلس میں تھوڑی دیر جاکر بیٹھ جایا کرو کچھ عرصہ بعد اس شخص نے دوبارہ خط لکھا اپنے حالات لکھے، کہ میں آپ کے ارشاد کے مطابق مولانا حسن صاحب کی مجلس میں جاتا رہا ہوں، اب الحمد للہ مجھے غصہ نہیں آتا، میرے غصے کا علاج ہو گیا، لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی کہ بیماری کیسے دور ہوئی، مولانا محمد حسن صاحب نے تو کبھی غصے کے بارے میں ایک بات بھی ارشاد نہیں فرمائی پھر میرا غصہ ان کے پاس بیٹھنے سے کیسے زائل ہو گیا، تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اس کے جواب میں لکھا کہ حضرت مولانا محمد حسن صاحب بڑے حلیم الطبع ہیں ان کے دل میں صبر، حلم اور برداشت کا مادہ بہت زیادہ ہے، آپ ان کے پاس بیٹھے رہے تو ان کے دل کی صفت آپ کے دل میں منتقل ہو گئی۔

تو میرے دوستو روحانی بیماریوں کا اصل علاج یہی ہے کہ اللہ والوں کی صحبت اختیار کی جائے، ان کی بتائی ہوئی تدبیروں پر عمل کیا جائے انشاء اللہ، اللہ تعالی ضرور شفاء عطاء فرمائیں گے، میرے دوستو بات دوسری طرف نکل گئی اور طویل بھی ہو گئی اب میں اصل مضمون کی طرف آتا ہوں۔

پہلی بات:

یہ ساری تمہیدی بات اس لئے بیان کی کہ آپ کو یہ بات سمجھ میں آجائے، کہ روحانی بیماریاں کیا ہوتی ہیں اور ان کا نقصان کتنا ہوتا ہے اور ان کے

علاج کا اصل طریقہ کیا ہے۔

دوسری بات : غصہ کے نقصانات

میرے دوستو ان روحانی بماریوں میں سے ایک خطرناک بماری غصے میں بے قابو ہو جانا ہے یہ بڑی خطرناک بماری ہے اور کئی گناہوں کا سبب بن جاتی ہے اور بسااوقات آدمی کا دین اور دنیا دونوں تباہ ہو جاتے ہیں، اسی غصہ کی وجہ سے آدمی دوسرے مسلمان کو قتل کر دیتا ہے اسی غصے کی وجہ سے آدمی غیبت میں بہتان میں مبتلا ہو جاتا ہے، دوسروں کو گالیاں دیتا ہے ان کو برا بھلا کہتا ہے، اسی غصے کی وجہ سے آدمی دوسرے مسلمان کو نقصان پہنچانے کے منصوبے بناتا ہے ان کے خلاف سازشیں کرتا رہتا ہے اسی غصے کی وجہ سے بیوی کو طلاق دے بیٹھتا ہے اور ساری زندگی پشیمان رہتا ہے، اسی غصے کی وجہ سے بیوی بد زبانی کرتی ہے اور زبان درازی کرتی ہے، اور بات بڑھ جاتی ہے آخر کار طلاق تک نوبت نا پہنچتی ہے۔ آج اسکو بیان بھی اس لئے کیا جارہا ہے کہ یہ بھی طلاق تک پہنچانے والا سبب ہے۔ تو میرے دوستو خلاصہ یہ ہے کہ یہ بڑی خطرناک بماری ہے دین و دنیا کی تباہی کا سبب ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ غصہ ایمان کو اس طرح تباہ کر دیتا ہے جیسے ایلوا شہد کو، غصہ سے بچنے کا اہتمام کریں میرے دوستو خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ غصہ آنا برا نہیں، انسانیت کے خلاف نہیں یہ

فطری چیز ہے جب کوئی ناگوار بات پیش آئے گی تو غصہ ضرور آئے گا جس کو غصہ نہ آئے اسکو انسان کہنا مشکل ہے دنیا کے سب سے کامل انسان سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تھے، آپ کو بھی غصہ آتا تھا صحابہ فرماتے ہیں جب آپ کو غصہ آتا تھا تو رخسار مبارک سرخ ہو جایا کرتے تھے

كَأَنَّ الرُّمَّانَ عُصِرَ عَلٰى وَجْهِهٖ

جیسے کسی نے آپ کے چہرہ انور پر انار کو نچوڑ دیا ہو اگر غصہ آنا عیب کی بات ہوتی تو اللہ کے پیغمبر کو کبھی بھی غصہ نہ آیا کرتا کیوں کہ انبیاء علیہم السلام عیوب سے پاک ہوتے ہیں تو غصہ آنا برا نہیں اسلئے کہ اگر غصہ نہ آتا تو جہاد کیسے کرتے دشمن کے ساتھ کے ساتھ لڑتے کیسے، ہاں غصے کو غلط استعمال کرنا گناہ ہے اللہ نے انسانی طبیعت میں غصہ بھی رکھ دیا اور اسکو ضبط کرنے کا اختیار بھی عطا فرمایا اگر کوئی غصے کو ضبط کرنا چاہے تو کر سکتا ہے صحیح استعمال کرنا چاہے کر سکتا ہے غلط استعمال کرنا چاہے کر سکتا ہے۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے ہر چیز میں برائی اور بھلائی دونوں کے موقع استعمال کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، اچھے موقع میں استعمال کرو گے تو وہ چیز آپ کے حق اچھی بن جائے گی اور غلط جگہ استعمال کرو گے تو وہی چیز آپ کے حق میں بری بن جائے گی۔

دیکھو جیسے مال و دولت ہے صحیح طریقے سے خرچ کرے تو یہ مال دولت اللہ کی نعمت ہے اور اگر غلط کمائے غلط طریقے سے جمع کرے اور غلط طریقے

سے خرچ کرے تو یہی مال اس کے لئے وبال ہوگا اور اس کی تباہی کا سبب ہوگا۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی ایک اور مثال بھی بیان فرمائی ہے فرمایا جیسے تلوار کی دھار ہے اور کاٹ ہے مسلمان کے گلے پر رکھو تب بھی کاٹے گی اور کافر کے گلے پر رکھو گے تب بھی کاٹے گی، تو فرق اس کے استعمال سے آئے گا اسی طرح میرے دوستو غصے کی ذات میں برائی نہیں یہ تو طبعی چیز ہے یہ تو بہر حال آئے گا اب آگے آپ کی مرضی ہے کہ آپ اس کو استعمال کیسے کرتے ہیں، صحیح استعمال کرو گے تو غصہ رحمت بن جائے گا اور اگر غلط استعمال کریں گے تو یہی غصہ عذاب بن جائے گا اسی غصہ کو جہاد میں دشمنوں کے خلاف استعمال کریں گے تو نعمت ہوگا یا جہاد کا موقع نہیں تو اپنے نفس کے خلاف استعمال کرو یہ بھی چھپا ہوا دشمن ہے یہ شہوت کے پردے میں انسان سے گناہ کروا کر انسان کی دنیا آخرت تباہ کرواتا ہے یہ نفس اس دوست کی طرح جو لڈو میں زہر کھلاتا ہے، یہ بڑا خطرناک دشمن ہے اس کے خلاف غصہ استعمال کرو یہ گناہ کروانا چاہے تو آپ ڈٹ جائیں میں تیرا کہنا ہرگز نہیں مانوں گا، تیری ایسی کی تیسی میں تجھے ٹھیک کرتا ہوں، ابھی وضوء کر کے نماز شروع کرتا ہوں، یا کل روزہ رکھوں گا تجھے بھوکا رکھوں گا، تو ان ساری صورتوں میں غصہ آپ کے لئے نعمت بن جائے گا، لیکن یہی غصہ اگر آپ نے غلط استعمال کر لیا، کسی مسلمان کو گالی دینے کے لئے، نقصان پہنچانے کے لئے، قتل کرنے کے لئے استعمال کر لیا، بیوی کو طلاق دینے کے لئے استعمال کر لیا تو یہی غصہ آپ کے لئے وبال جان بن

جائے گا، تباہی کا سبب بن جائے گا۔

تو میرے دوستو غصہ آنے کو آپ روک نہیں سکتے ہاں ضبط کر سکتے ہو، اس کو قابو میں کر سکتے ہو۔ شریعت نے غصے کو ضبط کرنے کی قابو کرنے کی فضیلت بھی بیان فرمائی ہے اور ضبط کرنے کی تدبیریں اور علاج بھی بتائے ہیں، اب پہلے انشاء اللہ غصے کو ضبط کرنے کی فضیلت بیان ہوگی اس کے بعد پھر علاج اور تدبیریں بیان ہوں گی۔ پہلے فضیلت سن لیں کہ اگر علاج مشکل ہو تو نفع اور فائدہ کی لالچ میں اس کو برداشت کیا جا سکے۔

تیسری بات:

غصہ کو ضبط کرنے کے فضائل

یہ بڑے مجاہدے کا کام ہے، مگر اس پر اللہ تعالیٰ ثواب بھی بہت عطاء فرماتے ہیں، سب سے پہلے تو قرآن کریم سے اس کی فضیلت سن لو،

اللہ تعالیٰ نے سورۂ آل عمران چوتھے پارے میں ان متقین کی صفات بیان فرمائی ہیں، جن کے لئے جنت کی تیاری کا اعلان بھی فرمایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے

"وَسَارِعُوٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ"

اپنے رب کی مغفرت کی طرف دوڑو اور اس جنت کی طرف دوڑو جس

کی چوڑائی زمین و آسمان ہیں جو تیار کی گئی ہے واسطے پرہیزگاروں کے۔

آگے ان متقین کی صفات بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ"

جو خوشی اور پریشانی دونوں حالتوں میں اللہ کے راستے میں مال خرچ کرتے رہتے ہیں، اس کے بعد خصوصیت کے ساتھ دوسری صفت بیان فرمائی:

"وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ

وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ"

متقین کی دوسری صفت یہ ہے کہ اگر ان کو کسی ایسے شخص سے سابقہ پڑے جو ان کو اذیت اور تکلیف پہنچائے، تو وہ غصہ میں مشتعل اور مغلوب نہیں ہوتے، بلکہ اپنے غصے کو قابو کر لیتے ہیں، اور اس اذیت دینے والے سے انتقام نہیں لیتے۔

وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ

غصے کو ضبط کرنے والے ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا:

وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ

اس اذیت دینے والے کو دل سے معاف بھی کر دیتے ہیں، بلکہ الٹا اس کے ساتھ بھلائی اور احسان کا معاملہ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں متقین کی یہ تین صفتیں بیان فرمائی ہیں، غصے کو ضبط کر لینا، معاف کر دینا، برائی کرنے والے کے ساتھ اچھائی کرنا۔

ان آیات کی تفسیر میں مفسرین کرام نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک عجیب واقعہ نقل فرمایا ہے، کہ ایک دن آپ کی لونڈی آپ کو وضوء کرا رہی تھی کہ اچانک پانی کا برتن اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوپر گر گیا، تمام کپڑے بھیگ گئے، اس پر غصہ آنا فطرتی تھا، لونڈی کو خطرہ ہوا تو اس نے فوراً یہ آیت پڑھی:

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ

اللہ سے ڈرنے والے تو وہ ہوتے ہیں جو اپنے غصے کو ضبط کر لیتے ہیں: یہ سنتے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سارا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور بالکل خاموش ہو گئے زبان سے کچھ نہیں فرمایا، اس کے بعد لونڈی نے آیت کا اگلا جملہ پڑھا،

اللہ سے ڈرنے والے معاف کرنے والے ہوتے ہیں،

یہ جملہ سن کر حضرت نے فرمایا میں نے تجھے دل سے بھی معاف کر دیا، لونڈی بڑی ہوشیار تھی اس نے آیت کا تیسرا جملہ بھی پڑھ لیا، کہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں، حضرت نے فرمایا جا میں نے تجھے آزاد بھی کر دیا۔

ایسے ہوتے ہیں اللہ سے ڈرنے والے اور واقعۃً جنت ایسے ہی لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ایک شخص نے بھرے بازار میں گستاخی کی، اور گالیاں دیں، امام صاحب نے اپنے غصے کو ضبط فرمایا اور بالکل خاموش رہے، گھر

تشریف لائے تو ایک برتن میں کافی سارے درھم اور دینار رکھ اس کے گھر تشریف لے گئے، دروازے پر دستک دی، یہ شخص باہر آیا اور امام صاحب کو دیکھ کر حیران اور پریشان ہوا، امام صاحب نے وہ اشرفیوں کا بھرا ہو برتن اس کے آگے کر دیا، اور ارشاد فرمایا، آج آپ نے بازار میں اپنی بہت ساری نیکیاں مجھے دیدی تھیں، ان کے بدلے میں یہ اشرفیاں لے لو، امام صاحب کے اس معاملے کو دیکھ کر وہ شخص بڑا شرمندہ ہوا ہمیشہ کے لئے تائب ہو کر امام صاحب کا شاگرد بن گیا اور بعد میں اللہ تعالی نے اسکو بہت بڑا عالم بنادیا تو میرے دوستو اللہ والوں کی شان یہ ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ غصے کو ضبط کرنے والے ہوتے ہیں بلکہ غصے کو ضبط کرنے کے بعد معاف بھی کرتے ہیں اور برائی کا بدلہ اچھائی سے دینے والے ہوتے ہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

گیارہویں تقریر

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

گیارہویں تقریر

طلاق تک پہنچانے والا پانچواں سبب

غصہ میں بے قابو ہو جانا

قسط (۲)

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْد

فَقَدْ قَالَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم

مَنْ کَظَمَ غَیْظًاهُوَ یَقْدِرُ عَلٰی اِنْفَاذِهٖ

مَلأَ اللّٰهُ تَعَالٰی قَلْبَهٗ اَمْنًا وَّاِیْمَانًا اَوْ

کَمَا قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

میرے واجب الا حترام دوستو اور بزرگو طلاق تک پہنچانے والا پانچواں سبب بیان ہو رہا ہے کہ غصہ میں بے قابو ہو جانا بھی طلاق تک پہنچانے والا سبب ہے اس سلسلے میں گزشتہ جمعے تمہیدی بات بیان ہوئی جس میں غصہ کے

نقصانات بیان ہوئے اب یہ مضمون چل رہا ہے کہ غصہ کو قابو کرنے کے علاج اور تدبیریں کیا ہیں جو اللہ اور اللہ کے رسول نے بتائی ہیں مگر علاج بیان کرنے سے قبل غصہ کو قابو کرنے اور ضبط کرنے کے فضائل ہیں انکو بیان کرنا ضروری تھا اسلئے کہ فائدہ معلوم ہو تو مشکل علاج بھی آسان معلوم ہوتا ہے ورنہ آسان علاج کرنے کو بھی دل نہیں مانتا اسلئے پہلے فضائل بیان ہونگے بعد میں انشاء اللہ علاج اور تدبیریں بیان ہوں گی، گزشتہ جمعہ پہلی فضیلت بیان ہو چکی ہے، قرآن کی آیت کے حوالے سے غصہ کو قابو کرنا جنت میں جانے والے متقین کی صفات میں سے ہے، ایسے ہی لوگوں کے لئے اللہ نے جنت تیار فرمائی ہے،

دوسری فضیلت :

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

مَنْ كَظَمَ غَيْظاً وَهُوَ يَقْدِرُ عَلىٰ اِنْفَاذِهِ

مَلأَ اللهُ قَلْبَهٗ اَمْنًا وَاِيْمَانًا ،،

جس نے غصے کو ضبط کیا اس حال میں کہ وہ اس غصے کو نکالنے پر قادر بھی تھا، تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کے دل کو چین سکون اور ایمان سے بھر دیں گے ،

سبحان اللہ

کتنا بڑا ثمرہ ہے مگر شرط لگائی کہ کہ وہ اس غصے کے نکالنے پر قادر ہو پھر بھی ضبط کرے تو یہ ضبط کرنا اللہ کے لئے ہوگا، اللہ کے ہاں اس کی بڑی قدر ہے ،شاگرد پر غصہ آیا اولاد پر غصہ آیا بیوی پر غصہ آیا، یہ ہیں ضبط کرنے کے مقامات، لیکن اگر مقابل بڑا ہے اور اس سے طاقت ور ہے، یہ صرف دانت پیس کر رہ جاتا ہے اور کچھ نہیں کر سکتا ہے ، جیسے غلام کو آقا پر غصہ آجائے، شاگرد کو استاد پر غصہ آئے، بیوی کو شوہر پر غصہ آئے، اب ان کو غصہ تو آرہا ہے مگر کچھ کر نہیں سکتے تو کہتے ہیں ہم نے غصہ کو ضبط کر لیا قابو کر لیا،

تو میرے دوستو یہ ضبط کرنا مجبوری کی وجہ سے ہوا، اللہ کے لئے نہیں ہوا، اس پر انعامات کا وعدہ نہیں، اس لئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قید لگائی کہ جس نے غصہ کو ضبط کر لیا ،اور وہ اس کے نافذ کردینے پر اور نکالنے پر قادر بھی تھا، تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو چین اور سکون اطمینان اور ایمان سے بھر دیں گے۔

میرے دوستو اس سے بڑا انعام اور کیا چاہئے، آج ساری دنیا چین سکون کے لئے پریشان ہے، اور بڑے پاپڑ بیل رہی ہے مگر چین سکون نصیب نہیں ہو رہا اللہ تعالیٰ آپ کو اس چھوٹے سے عمل کی برکت سے چین اطمینان عطا فرمادیں گے آگے بڑھیں اور ہمت کریں،

تیسری فضیلت :

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جس نے غصے کو ضبط کر لیا اور وہ اس کے نکالنے پر قادر تھا تو قیامت کے روز اللہ تعالی علی رؤس الاشہاد ساری کائنات کے سامنے اس کو اختیار دیں گے کہ ان موٹی موٹی آنکھوں والی حوروں میں سے جو چاہو منتخب کر لو۔

میرے دوستو دنیا میں چین اور آخرت میں حور عین اس عمل کی برکت سے اللہ تعالی عطا فرمائیں گے۔

چوتھی فضیلت :

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے دنیا میں اپنے غصے کو روک لیا قیامت میں اللہ تعالی اس عمل کی برکت سے اس شخص سے اپنا عذاب روک لیں گے، اور اس کی نجات ہو جائے گی، کتنا بڑا ثواب ہے دنیا میں جوش کی حالت میں اپنے غصے کو روکنا اور ضبط کرنا واقعۃً بڑا مشکل کام ہے اور اس ضبط کرنے میں بڑی تکلیف ہوتی ہے، مگر یہ عارضی تکلیف ہے اس عارضی تکلیف کی وجہ سے اللہ تعالی آخرت کی نہ ختم ہونے والی تکلیف سے بچائیں گے، تو میرے دوستو یہ سودا سستا ہے مہنگا نہیں ہے۔

پانچویں فضیلت :

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ جس شخص کا میرے ذمے حق ہو وہ کھڑا ہو جائے ، تو ساری مخلوق ایک دوسرے کی طرف دیکھے گی ، کوئی کھڑا نہ ہوگا ، سوائے اس شخص کے جس نے دنیا میں کسی کو معاف کیا ہوگا۔

تو میرے دوستو اپنے غصے کو ضبط کرنا اور اللہ کے لئے کسی کو معاف کر دینا اتنا بڑا کام ہے کہ قیامت والے دن ساری کائنات کے سامنے اللہ تعالیٰ اس کو یہ اعزاز عطاء فرمائیں گے کہ یہ وہ شخص ہے جس کا حق میرے ذمے ہے اور مجھے اس کا حق دینا ہے۔

چھٹی فضیلت :

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرْعَۃِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ

الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْغَضَبِ ،

فرمایا پہلوان وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان تو وہ ہے جو غصے

کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے، ان ارشادات سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ غصے کو ضبط کرنے کتنی فضیلت والا عمل ہے کہ اس کا ایک ثواب نہیں بلکہ کئی قسم کا ثواب بیان فرمایا اور مختلف انداز سے بیان فرمایا کہ انسان کے ذھن میں بات بیٹھ جائے اور اس مشکل کام کو کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔

ان ارشادات سے آپ کو اتنی بات تو معلوم ہو گئی کہ غصے کو ضبط کرنے والا مجاہدہ جو برداشت کرے گا اس کو اللہ پاک آخرت میں اتنا نوازیں گے کہ اس کے وہم و گمان سے بھی بہت زیادہ ہو گا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ غصے کو ضبط کرنے والے کو صرف آخرت میں نہیں نوازیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں بھی نوازتے ہیں اور ایسے درجات عطا فرماتے ہیں کہ دیکھنے والے حیران ہوتے ہیں اب ذرا ایک دو واقعات غصے کو ضبط کرنے والوں کے سن لیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کیسے نوازا۔

پہلا واقعہ :

حضرت شاہ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ شیر پر سواری کرتے تھے اور جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر شیر کی پشت پر لاد کر لاتے تھے اگر شیر شرارت کرتا تو زندہ سانپ کا کوڑا انکے ہاتھ میں ہوتا تھا اس سے شیر کی پٹائی کیا کرتے تھے خراسان سے ایک شخص انکسے بیعت ہونے کے لئے خرقان آیا جب ان کے گھر پہنچا تو

حضرت جنگل تشریف لے گئے تھے لکڑیاں کاٹنے، تو دروازہ کھٹکھٹا کر حضرت کا پوچھا، تو آگی بیوی نے پوچھا کیسے آئے ہو، کیا کام ہے اس نے جواب دیا کہ حضرت سے مرید ہونے آیا ہوں، بیوی کہنے لگی لاحول ولا قوۃ وہ حضرت کہاں ہیں، وہ تو بڑا مکار ہے تم کس چکر میں پھنس گئے ایسی باتیں سنائیں کہ اس نے کانوں کو ہاتھ لگالیا اور رونے لگا کہ میرے ہزار میل کا سفر بیکار ہو گیا محلے والوں نے سمجھایا کہ حضرت کی بیوی تیز مزاج ہے بدگمانی مت کرو، حضرت جنگل سے آرہے ہونگے جاؤ ان سے جا کر مل لو، یہ جب جنگل کی طرف گیا تو دیکھا کہ حضرت شاہ ابوالحسن شیر پر تشریف فرما ہیں اور آرہے ہیں۔

مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت کو کشف ہو گیا کہ یہ مہمان میری بیوی کی باتیں سن کر آرہا ہے ،اور پریشان ہے تو جب ملاقات ہوئی تو حضرت نے مسکرا کر پوچھا ،ارے بھائی پریشان اور غمگین کیوں ہو کیابات ہے تو اس نے عرض کیا کہ حضرت آپ کی بیوی بڑی تیز مزاج ہے ایسی عورت سے آپ نے شادی کیوں کی ،تو شیخ نے فرمایا :اسی بیوی کی طرف سے آنے والی اذیتوں پر صبر کرنے کی وجہ سے تو اللہ تعالی نے یہ انعام عطاء فرمایا ہے کہ شیر پر سواری کر رہا ہوں اور زندہ سانپ میرے ہاتھ میں کوڑا بنا ہوا ہے۔ مولانا رومی رحمہ اللہ نے اس کو جواب دیا۔

رہ گرنہ صبرم بے کشیدے بار زن
کے کشیدے میشر نرے گار من

اگر میر اصبر اسی عورت کی تکلیفوں کے بوجھ کو نہ اٹھاتا تو یہ شیر میر اعلام کب بنتا۔

دوسرا واقعہ :

حضرت مظہر جان جاناں رحمہ اللہ بڑے نازک مزاج تھے اور بڑی نفیس طبیعت والے تھے ، دشمن نے جب ان کو گولی ماری تو فرمایا کرتے تھے کہ گولی کی تکلیف تو نہیں ہے البتہ گندھک کی بدبو سے بڑی سخت تکلیف ہو رہی ہے ، دہلی کی جامع مسجد میں جب نماز پڑھ کر جب واپس تشریف لاتے تو راستے میں اگر کسی کا پلنگ ٹیڑھا پڑا ہوا دیکھ لیتے تو سر میں درد ہو جاتا۔

دہلی کا بادشاہ حاضر خدمت ہوا، اس کو پیاس لگی اٹھ کر صراحی سے پانی پیا اور کٹورا صراحی پر ترچھا رکھ دیا تو حضرت کے سر میں درد ہو گیا، بادشاہ نے محسوس کر لیا کہ حضرت اگر اجازت ہو تو ایک خادم خدمت کے لئے بھیج دوں حضرت نے فرمایا جب سے آپ نے صراحی پر کٹورا ٹیڑھا رکھا ہے اس وقت سے میرے سر میں درد ہو گیا، پتہ نہیں آپ بادشاہی کیسے کرتے ہوں گے ، جب بادشاہ ہو کر آپ کو کٹورا رکھنا بھی نہیں آتا، تو آپ کا خادم جو رنگ لگائے گا وہ میں کیسے بھگتوں گا ، تو غرض بڑے نازک مزاج تھے ان کو الہام ہوا کہ دہلی میں ایک نہایت غصے والی بد مزاج اور بد اخلاق عورت ہے اگر تم اس سے نکاح کر لو تو سارے عالم میں ہم تمہارا ڈنکا بجوا دیں گے ، حضرت مظہر جان جاناں رحمہ اللہ نے سودا کر لیا اور اس عورت

سے نکاح کر لیا، کچھ عرصے کے بعد حضرت کا ایک کابلی مرید آیا، حضرت نے ایک
دن بھیجا کھانا لانے کے لئے ۔ اس کابلی نے جاکر کہا کہ حضرت کھانا منگوا رہے ہیں
، تو اندر سے بیوی نے خوب صلواتیں سنائیں، کہ حضرت بنے ہوئے ہیں یہاں
کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے اور وہاں حضرت کی تقریر جاری ہے، حضرت کیا ہے بڑا مکار
ہے عرض جی بھر کے صلواتیں سنائیں، وہ کابلی تھا پٹھان اس کو بڑا غصہ آیا اس
نے بڑا چھرا نکال لیا بعد میں حضرت کے خیال سے اس کو چھوڑ دیا واپس آکر
حضرت کی خدمت میں گذارش کی کہ کیسی عورت سے آپ نے شادی کی ہے
بڑی بد اخلاق اور بد زبان ہے ، حضرت نے فرمایا ارے بے وقوف یہ جو پورے عالم
میں مظہر کا ڈنکا پٹ رہا ہے یہ اسی عورت کی لڑتیوں پر صبر کرنے کی بدولت ہے،
اس مجاہدے کی برکت سے تو اللہ تعالیٰ نے انعامات سے نوازا ہوا ہے۔

تو خلاصہ یہ ہوا میرے دوستو کہ غصے کو ضبط کرنا بڑی فضیلت والا کام
ہے اسکی بدولت اللہ پاک دنیا و آخرت میں نوازتے ہیں اپنے غصے پر قابو پانے کی
کوشش کر و اور غصے پر قابو پانا کوئی ایسا مشکل بھی نہیں کہ بالکل ناممکن ہو بلکہ اللہ
تعالیٰ نے بندے کو اختیار دیا ہے اس اختیار کو استعمال کرلے تو غصہ پر قابو پایا جاسکتا
ہے پر اختیار کیساتھ ساتھ شریعت نے چند تدابیر اور علاج بھی بتائے ہیں غصے
کو قابو کرنے کے انکو اختیار کر لیا جائے تو غصے پر قابو پانا اور زیادہ آسان ہو جاتا ہے
اللہ اور اس کے پیغمبر نے ایک علاج نہیں کئی علاج بتائے ہیں اسی سے اندازہ کرلو
کہ غصہ کتنی خطرناک بیماری ہے کہ اسکا ایک علاج نہیں بلکہ کئی علاج بتائے

ہیں اور کئی علاج خطرناک بیماری کے ہی بتائے جاتے ہیں اس سے اللہ تعالی کی شفقت بندوں پر اور اس کے رسول کی شفقت امت پر معلوم ہوئی کہ کتنی زیادہ شفقت ہے کہ ہم تمہیں ایک نہیں کئی علاج بتا رہے ہیں اگر یہ نہیں کر سکتے تو یہ کر لو کچھ نہ کچھ تو ضرور کرو ورنہ یہ بیماری تمہیں تباہ کر دے گی اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ نماز روزے سے زیادہ اخلاق کی درستگی کی ضرورت ہے کیونکہ متعدد تدبیریں اسی چیز کی بتائی جاتی ہیں جس کی ضرورت زیادہ ہو بہر حال اب غصے کے علاج بیان ہوں گے سن کر یاد کر لو اور ضرورت کے موقعہ پر انکو استعمال کیا کرو پہلے سے بات کان میں پڑی ہو تو وقت پر کام آہی جاتی ہے۔

غصے کا پہلا علاج :

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غصے کا سب سے پہلا علاج یہ بیان فرمایا کہ :

اَلْغَضَبُ مِنَ الشَّيْطَانِ وَالشَّيْطَانُ خُلِقَ مِنَ النَّارِ ،،

کہ غصہ شیطان کا اثر ہوتا ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے تو غصے میں آدمی آگ بگولا ہو جاتا ہے ایک اور حدیث میں فرمایا :

اِتَّقُوْا الْغَضَبَ فَاِنَّهٗ جَمْرَةٌ تَتَوَقَّدُ فِيْ قَلْبِ اِبْنِ آدَمَ ،،

غصے سے بچو کیوں کہ یہ آگ کا شعلہ ہے، جو ابن آدم کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔

پھر اس کی دلیل بھی بیان فرمائی :

اَلَمْ تَرَوْا اِلٰى اِنْتِفَاخِ اَوْدَاجِهٖ وَحُمْرَةِ عَيْنَيْهِ،،

کیا تم دیکھتے نہیں کہ جس پر غصہ چڑھ جاتا ہے اس کی گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں اور آنکھیں لال سرخ ہو جاتی ہیں، آنکھیں بتاتی ہیں کہ اندر آگ جل رہی ہے، آنکھیں شیشہ ہیں اندر کے آگ کا پتہ دیتی ہیں چاہے وہ غصہ کی آگ ہو یا محبت کی آگ ہو تو غصہ شیطان کے اثر سے پیدا ہوا ہے تو اب علاج کیا بتلایا، فرمایا: جس کو غصہ آئے اس کو چاہئے کہ وضو کرلے۔ سبحان اللہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کیسے کامل طبیب تھے، کیسا علاج اور کتنا آسان نسخہ بتایا کوئی پیسے خرچ نہیں ہوتے الثاانعامات کی بارش برستی ہے، غصے میں دو چیزیں تھیں ایک تو آگ تھی دوسرا شیطان کی شیطنت تھی، تو آگ کا علاج تو پانی سے فرمایا کہ جب بندہ وضو کرے گا تو آگ کا اثر تو پانی استعمال کرنے سے ختم ہو جائے گا، اور شیطان کی شیطنت کا علاج وضو سے فرمایا کہ وضو عبادت ہے اور شیطان کی شیطنت کا خلاصہ تکبر تھا، تو اس کا علاج وضو والی عبادت سے فرمایا، کہ عبادت نام ہے انتہائی عاجزی اختیار کرنے کا جو تکبر کی ضد ہے تو یہ علاج بالضد ہوا، تو وضوء سے شیطان کی شیطنت کا اثر دور ہو گا اور وضوء چونکہ پانی سے ہوتا ہے تو اس سے آگ کا اثر بھی ختم ہو جائے گا، اندازہ فرمائیں کیسا جامع علاج ہے اب ایسا علاج پیغمبر کے علاوہ اور کون بتا سکتا ہے، صرف ہاتھ منہ دھونے کا نہیں فرمایا پانی پینے کا نہیں فرمایا، اس لئے کہ اس طرح آگ کا علاج تو

ہوتا مگر شیطانی اثر کا علاج تو نہ ہوتا، تو وضوء کرے گا آگ کا اثر بھی ختم ہو گا اور عبادت بھی ہو گی اور عبادت کرنے والا اللہ کے قریب ہوتا ہے اس پر خدا کی رحمت کی بارش برستی ہے جب خدا سے قریب ہو گا تو شیطان سے دور ہو گا۔

البتہ یہ بات سمجھنے کی ہے کہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ وضو کرنے سے بھی غصہ نہیں جاتا تو میرے دوستو اس کی وجہ صرف ایمان کی کمزوری ہے ورنہ عرب کے بدوؤں کو دیکھ جب لڑائی کے لئے تیار ہوتے ہیں، غصے سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں، کوئی بھی تیسرا شخص آکر یہ کہدے یاشیخ صل علی النبی،، اسوقت سب کچھ چھوڑ کر کھڑے ہو جائیں گے اور درود شریف پڑھنا شروع کر دیں گے تو وضوء کرنے کے بعد بھی غصے کے اثر کا دور نہ ہونا ایمان کی کمزوری کی علامت ہے، پھر ایمان اور یقین کا علاج کرو جب ایمان مضبوط ہو گا تو شرعی علاج بھی مفید ہوں گے ،

بہر حال غصے کا پہلا علاج یہ ہوا کہ غصے والا آدمی وضوء کرلے انشاء اللہ غصے کو ضبط کرنے میں مدد ملے گی۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله ربالعالمين

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بارہویں تقریر

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بارہویں تقریر

طلاق تک پہنچانے والا پانچواں سبب

غصے میں بے قابو ہو جانا

قسط (۳)

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْد
فَقَدْ قَالَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم
اِذَا غَضِبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَجْلِسْ اَوْ كَمَا
قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ.

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو،

طلاق تک پہنچانے والا پانچواں سبب بیان ہو رہا ہے، غصے میں بے قابو ہو جانا، اس سلسلے میں پھر غصے کو قابو کرنے کی تدبیریں بیان ہونا شروع تھیں، گزشتہ جمعے کو غصے کو قابو کرنے کا ایک علاج اور ایک نسخہ بیان ہو چکا ہے کہ جب

غصہ آئے تو وضوء کرلیا جائے، آج اس سلسلے کو آگے چلاتے ہیں۔

غصے کو ضبط کرنے کا دوسرا علاج :

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا علاج یہ ارشاد فرمایا کہ جس کو غصہ آئے وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے انشاء اللہ اس سے غصہ کافور ہو جائیگا اور بیٹھنے سے نہ جائے یا پہلے سے بیٹھا ہوا ہو تو لیٹ جائے لیٹنے سے غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ سبحان اللہ

یہ بھی بڑا عجیب و غریب علاج ارشاد فرمایا،

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اس کی حکمت یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ علاج بالضد ہے جو اصل الاصول ہے علاج میں، اس کا علاج بالضد ہونا دو اعتبار سے ہے، ایک تو اس اعتبار سے کہ بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے کی بنسبت زمین کے زیادہ قریب ہوتا ہے اور زمین کی صفت ہے تواضع اور انکساری تو زمین کے قریب ہونے سے تواضع اور انکساری پیدا ہوگی اور یہ ضد ہے تکبر کی اور بڑائی کی جو اصل غصے کا سبب تھا آدمی اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں تب ہی تو غصہ آتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا علاج بتایا کہ اسکو اختیار کرنے سے تواضع اور انکساری پیدا ہو اس سے تکبر ختم ہوگا جس سے غصے کو قابو کرنے میں مدد ملے گی تو یہ علاج بالضد ہو اور دوسرا اس اعتبار سے بھی علاج بالضد ہے کہ غصے کا طبعی تقاضا

یہ ہوتا ہے کہ طبیعت میں ایسا جوش پیدا ہوتا ہے آدمی اگر لیٹا ہو تو غصہ کی وجہ سے اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے اور اگر بیٹھا ہو کھڑا ہو جاتا ہے آپ نے علاج اس کا الٹ بتایا ایسا علاج بتایا جو اسکے طبعی تقاضے کی ضد ہے کہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جائے اسلئے کہ جب غصہ آئے گا تو مارنے کو، ڈانٹنے کو دل چاہے گا اور کھڑا ہونے والا آدمی مارنے پر زیادہ قادر ہوتا ہے بہ نسبت بیٹھنے والے کے تو بٹھادیا تاکہ مار نہ سکے اور بیٹھنے والا زیادہ قادر ہوتا ہے مارنے پر بہ نسبت لیٹنے والے کے تو لٹادیا کہ مار نہ سکے تو ظاہر ہے کہ اگر مارتا تو بات بڑھ جاتی لڑائی طویل ہو جاتی جب مارے گا نہیں تو انشاء اللہ بات جلد ختم ہو جائے گی تو خلاصہ یہ ہے کہ ایسا عجیب و غریب علاج کسی روحانی بیماری کا پیغمبر ہی بتا سکتا ہے اور کسی کے بس کی بات نہیں تو دوسرا علاج یہ ہوا کہ غصے کی حالت میں اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔

غصے کو قابو کرنے کا تیسرا علاج :

ایک مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو شخصوں میں جھگڑا ہوا یہ دونوں صحابی تھے مگر بشریت سے کوئی خالی نہیں آخر وہ بھی انسان تھے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دونوں کو غصہ آیا ظاہر ہے بے ادبی تھی مگر اللہ تعالیٰ کو امت کی تعلیم کا انتظام کرنا تھا، تو دونوں کو غصہ آیا اور خوب جھگڑا ہوا، دونوں میں سے کوئی خاموش نہ ہوا، تو جناب نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنِّیْ اَعْلَمُ کَلِمَةً لَوْقَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَایَجِدُ،،

میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر وہ کلمہ ابھی پڑھ لے تو غصہ جاتا رہے اور وہ کلمہ ہے اعوذباللہ، یہ بھی بڑا عجیب وغریب علاج ہے اس لئے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ غصہ شیطانی اثر ہو تا ہے اور شیطان انسان کا ایسا ازلی دشمن ہے جو انسان کو دیکھتا ہے مگر انسان اس کو نہیں دیکھ سکتا، ارشاد باری تعالیٰ ہے :

اِنَّهُ یَرَاکُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَاتَرَوْنَهُمْ،،

وہ شیطان تمہارا ایسا دشمن ہے کہ وہ اور اس کی جماعت تم کو دیکھتی ہے اور تم اس کو نہیں دیکھ سکتے، تو نظر آنے والے دشمن سے حفاظت آسان ہوتی ہے مگر جو دشمن نظر نہ آئے ،اس کے حملہ کا پتہ نہ چل سکے اس سے حفاظت بڑی مشکل ہوتی ہے اور اس سے اپنا دفاع کرنا بڑا مشکل ہو تا ہے، اس لئے فرمایا :اگر شیطان کی شرارت سے بچنا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجایا کرو، جو تمہیں بھی دیکھ رہا ہو تا ہے اور شیطان اور اس کی جماعت کو بھی دیکھ رہا ہو تا ہے ، ان کے مکروفریب کو بھی جان رہا ہو تا ہے ، تو تم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجایا کرو تو اس طرح شیطان کے شر سے محفوظ ہو جاؤ گے۔

لیکن یہ بات یاد رہے کہ اعوذباللہ آہستہ پڑھے ورنہ آپ کا مد مقابل سمجھے گا کہ مجھے شیطان بنادیا تو لڑائی بجائے ختم ہونے کے تیز ہو جائے گی، آپ کہیں گے کہ اچھا ہم نے حدیث پر عمل کیا کہ لڑائی تیز ہو گئی، تو اعوذباللہ آہستہ دل میں

پڑھے، حدیث کو سمجھنا بھی ہر کسی کا کام نہیں۔

تو غصے کا تیسرا علاج یہ ہوا کہ جس کو غصہ آئے وہ اعوذ باللہ پڑھ لیا کرے۔

چوتھا علاج :

غصے کا چوتھا علاج ایک حدیث سے ماخوذ ہے، ایک صحابی حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"كُنْتُ اَضْرِبُ غُلاَماً لِیْ"

کہ میں اپنے غلام کو کسی بات پر مار رہا تھا تو

"فَسَمِعْتُ مِنْ خَلْفِیْ صَوْتاً"

تو میں نے اپنے پیچھے سے آواز سنی وہ آواز کیا تھی :

"اِعْلَمْ يَا اَبَا مَسْعُوْدَ لَلّٰهُ اَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ"

جتنی قدرت تجھ کو اس غلام پر حاصل ہے اس سے زیادہ قدرت خدا کو تجھ پر ہے۔

"فَالْتَفَتُّ فَاِذَا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم "

ابو مسعود فرماتے ہیں میں اس آواز کی طرف متوجہ ہوا تو وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز تھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے یہ چند جملے اپنا کام کر گئے تھے اور میرا غصہ ٹھنڈا ہو چکا تھا میں نے فوراً

عرض کیا:

"یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ھُوَ حُرٌّ لِوَجْہِ اللّٰہِ"

اے اللہ کے پیغمبر یہ غلام اللہ کی رضا کے لئے آزاد ہے، میں نے اس کو خدا کے لئے آزاد کر دیا ہے۔

تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَوْ لَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْکَ النَّارُ"

صحابہ کی شان اونچی تھی ان کی معمولی بات پر اتنی سخت وعید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنائی جس کا مرتبہ زیادہ ہوتا ہے اس کی معمولی خطا بھی بڑی سمجھی جاتی ہے، ایک عام آدمی کی چوری اور غلط حرکت اور ایک وزیر اعظم اور صدر صاحب کی غلط حرکت، دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے، یہ بات الگ ہے کہ آج زمانہ بدل گیا، عام آدمیوں کی معمولی جرائم بھی ان کے لئے اور ان کے خاندان کے لئے پریشانی کا باعث بنتے رہتے ہیں اور اقتدار میں بیٹھنے والوں کے بڑے بڑے جرائم اور بڑے بڑے ڈاکے اور ظلم بھی برداشت کر لئے جاتے ہیں، ایک تو وہ جرم اس ہوشیاری سے کرتے ہیں کہ ساتھ ساتھ تمام ثبوت مٹاتے چلے جاتے ہیں، دوسرا اگر پکڑے بھی جائیں تو سیاسی رشوتوں اور سفارشوں سے ان کی جان بخشی ہو جاتی ہے۔

بہر حال اس حدیث اور اس واقعہ سے ایک چوتھا علاج بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو خوب سوچے کہ جتنی مجھ کو اس پر قدرت حاصل ہے اس

سے زیادہ اللہ پاک میرے اوپر قادر ہیں، جتنے حقوق میرے اس پر ہیں، اس سے زیادہ حقوق اللہ تعالیٰ کے میرے ذمے ہیں، یہ میرے حقوق اتنے ضائع نہیں کر رہا جتنا میں اللہ کے حقوق ضائع کر رہا ہوں اگر اللہ بھی میرے ساتھ یوں ہی معاملہ کرے کہ ہر ہر حق کے ضائع کرنے پر پکڑنا شروع کر دے اور باز پرس شروع کر دے، تو میرا کیا بنے گا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ اور بانی تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے، حضرت شیخ الحدیث کے خادم نے کوئی غلطی کر دی تھی تو حضرت شیخ الحدیث اپنے خادم کو ڈانٹ رہے تھے اور باز پرس کر رہے تھے وہ بے چارہ معافی مانگ رہا تھا، حضرت شیخ الحدیث فرما رہے تھے کہ یہ غلطی تم در جن سے زیادہ دفع کر چکے ہو میں تمہارا کتنا بھگتوں گا، حضرت مولانا الیاس رحمہ اللہ قریب میں بیٹھے ہوئے تھے، حضرت شیخ الحدیث کے کان میں آہستہ سے کہا کہ اتنا بھگت لو جتنا قیامت کے دن بھگتوانا ہے، یعنی اتنا معاف کر دو جتنا کہ اپنا معاف کرانا ہے۔ سبحان اللہ

کیا ہی عجیب جملہ بیان فرمایا، انسان اگر تھوڑا سا اس پر غور کرے تو گھر گھر کے جھگڑے ختم ہو جائیں۔

واقعۃً انسان اللہ کے جتنے حقوق ضائع کر رہا ہے، اس کے غلام بیوی بچے، رشتہ دار نوکر، ملازم اس کے اتنے حقوق ضائع نہیں کر رہے ہیں، اور اللہ کے احسانات جتنے اس پر ہیں اس کے دوسرے پر اتنے احسانات نہیں، مگر پھر بھی،

اللہ کی طرف سے کتنے کرم کا اور عفو کا معاملہ ہو رہا ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بھانجے حضرت مسطح رضی اللہ عنہ، جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ پر بہتان لگا تو حضرت مسطح رضی اللہ عنہ نے بھی کوئی بات کہہ دی، منافقین کی باتوں میں وہ بھی آگئے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس کا بڑا رنج ہوا کہ یہ میرا قریبی عزیز بھی ہے، اور میرے اس پر احسانات بھی ہیں، اس نے ان احسانات کی بھی پرواہ نہ کی، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے غصے میں آ کر قسم اٹھالی کہ میں آئندہ اس کا کبھی بھی تعاون نہیں کروں گا، اس قسم کے اٹھانے پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آیت نازل فرما کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تنبیہ فرمائی، اور بڑے عجیب و غریب اور زور دار الفاظ ذکر فرمائے، ارشاد فرمایا:

"وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ
أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ
وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا
وَلْيَصْفَحُوا"

جن کو اللہ تعالیٰ نے مالی وسعت دی ہوئی ہے وہ اس بات پر قسم نہ اٹھائیں کہ وہ مساکین اور مہاجرین اور رشتہ داروں کو کچھ نہ دیا کریں گے، بلکہ ان کو چاہئے کہ ان کو معاف کر دیا کریں، اور درگزر سے کام لیا کریں، آگے سنیں بڑے عجیب الفاظ ہیں فرمایا:

"أَلاَ تُحِبُّوْنَ أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ"

کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کردے، یعنی یقیناً تم پسند کرو گے، تو جب تم اپنے لئے پسند کرتے ہو کہ اللہ ہمارے گناہ معاف فرمادے تو پھر تمہیں بھی چاہئے کہ دوسرے کمزور مسلمانوں کی غلطیوں سے درگذر کردیا کرو۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کردیا اور فرمایا:

"وَاللّٰهِ إِنِّیْ أُحِبُّ أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لِیْ"

اللہ کی قسم بے شک میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمادے۔

بات یہ بیان ہو رہی تھی کہ غصے کے وقت اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سوچا کرے۔

بلکہ حضرت تھانویؒ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس مضمون کو جلی قلم سے لکھوا کر ایسی جگہ لگوادے جہاں اکثر نظر پڑتی ہے، الفاظ یہ لکھوالے:

"خدا تعالیٰ کو تجھ پر اس سے زیادہ قدرت حاصل ہے جتنی تجھ کو دوسروں پر ہے"

انشاء اللہ اس طریقے کو اختیار کرنے سے بھی غصہ کنٹرول میں رہے گا، اس لئے کہ طبعی اور فطری بات ہے کہ غصہ جب ہی آتا ہے، کو جب دوسرے کو اپنے سامنے کمزور پاتا ہے، جب دوسرا زبردست ہوتا ہے تو غصہ نہیں آتا

بلکہ اگر وہاں کوئی تیسرا زبردست موجود ہو تب بھی غصہ نہیں آتا۔

ایک جگہ ایک ہاتھی مست ہو گیا اور قابو سے باہر ہو گیا لوگوں کو مارنا شروع کر دیا، بہت تدبیریں کی گئیں مگر قابو میں نہ آیا یہاں تک کہ مالک نے اجازت دے دی کہ اس کو گولی مار دی جائے، کسی پرانے تجربہ کار فیلبان نے سنا تو اس نے کہا شیر ببر کا پنجرہ لا کر سامنے رکھ دو، بس شیر کا لانا تھا کہ ہاتھی کی ساری مستی ختم ہو گئی اور چپ چاپ ہو کر کھڑا ہو گیا، ہاتھی کی بھی جان بچ گئی اور مالک کا نقصان بھی نہ ہوا۔

تو میرے دوستو یہ مضمون کہ "اللہ تعالیٰ کو تجھ پر زیادہ قدرت حاصل ہے"، یہ مضمون انشاء اللہ وہی کام دے گا جو شیر ببر کے پنجرے نے دیا، تو غصے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سوچے۔

بہادر شاہ ظفر کا شعر ہے

ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا ہو وہ کتنا ہی صاحب فہم و ذکاء
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہے جسے طیش میں خوف خدا نہ رہے

اس کو انسان مت سمجھو اگر چہ بڑا پڑھا لکھا تعلیم یافتہ سوٹ بوٹ والا مہذب نظر آرہا ہو، جس کو دولت کی فراوانی اور خوشی کی حالت میں خدا کی یاد نہ رہی اور جس کو طیش اور غصے کی حالت میں خدا کا خوف نہ رہا ہو۔

یہ غصے کے چار علاج تو خود حدیث سے ثابت ہیں اس کے علاوہ بھی

بزرگوں نے اپنے تجربات کی بنیاد پر کچھ اور علاج بھی بیان فرمائے ہیں، مختصراً وہ بھی سن لیں۔

پانچواں علاج :

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے ایک مرید کو غصے کا یہ علاج تحریر فرمایا، جس پر غصہ کیا ہو، غصہ دور ہو جانے کے بعد مجمع عام میں اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگے، ایک دو مرتبہ ایسا کرنے سے نفس کو عقل آجائے گی، کہ جب غصے کے بعد ایسی ذلت اٹھانی پڑتی ہے تو میں ایسے غصے سے باز آیا۔

چھٹا علاج :

جس کو غصہ کی بیماری زیادہ ہو اس کے لئے ایک وظیفہ بھی لکھا ہے، ہر کھانے پر اور پانی پینے پر " بسم الله الرحمن الرحيم "، اکیس (۲۱) مرتبہ پڑھ کر دم کر دیا کرے، اسی طرح ہر نماز کے بعد بھی اکیس (۲۱) مرتبہ "بسم الله الرحمن الرحيم " پڑھ لیا کریں، انشاء اللہ اس کی برکت سے غصہ کم ہو جائے گا، اس لئے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو وہاں شیطان کی شیطنت کا کیا کام؟

بہر حال یہ چند علاج بیان ہو چکے غصے کے، ان کو ذہن نشین کر لیں،

اور جب غصہ آئے تو ان کو استعمال کریں، ایک بھی علاج کر لیا تو انشاء اللہ ضرور فائدہ ہوگا۔

بہر حال میرے دوستو خلاصہ یہ ہوا کہ غصہ کا آنا برا نہیں غصہ کو بے موقع استعمال کرنا برا ہے، اور اسی بے موقع استعمال کی وجہ سے بات بڑھتے بڑھتے آخر کار نوبت طلاق تک جا پہنچتی ہے، میاں بیوی اگر شروع سے ہی غصے کو کنٹرول کریں بات بات پر موڈ خراب کرنے اور بگڑنے کے بجائے درگذر سے کام لیا کریں، تو انشاء اللہ زندگی کی گاڑی پٹری پر چلتی رہے گی اور حالات سازگار رہیں گے۔

تو طلاق تک پہنچانے والا پانچواں سبب غصے میں بے قابو ہو جانا ہے، طلاق تک پہنچانے والے پانچ اہم اسباب بیان ہو چکے، اور ان کو دور کرنے کی تدبیریں بھی بیان ہو چکیں، اب انشاء اللہ آئندہ جمعے سے طلاق دینے کا صحیح طریقہ بیان کیا جائے گا، اب وقت ختم ہو چکا ہے دعا کریں اللہ تعالی ہم سب کو اپنے دین کی صحیح سمجھ عطاء فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

تیرھویں تقریر

تیرھویں تقریر

طلاق سے پہلے بیوی کی اصلاح کے چار طریقے
اور طلاق دینے کا شرعی طریقہ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ

وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ

فَاِنْ اَطَعْنَکُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا

اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیْرًا

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو،

طلاق تک پہنچانے والے اہم اہم اسباب بیان ہو چکے ہیں، اب طلاق کا

صحیح طریقہ بیان کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بیوی کی اصلاح کے چار طریقے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمائے ہیں ، ان کو بیان کردیا جائے پھر اس کے بعد طلاق کا شرعی طریقہ بیان کیا جائے گا ، تو آج دو باتیں آپ کے سامنے بیان کرنی ہیں ، پہلی بات بیوی کی اصلاح کے چار طریقے ، اور دوسری بات طلاق دینے کا شرعی طریقہ۔

میرے دوستو اور بزرگو،

اللہ تعالیٰ کو تمام حلال کاموں میں سے طلاق دینا سخت ناپسند ہے ، اس لئے حالات کو سدھارنے کی اللہ تعالیٰ نے خود تدبیریں بتائیں ، ان ساری تدابیر کو اختیار کرنے کے باوجود اگر حالات کے سدھار کی کوئی صورت نہ بن سکے ، تو بامر مجبوری طلاق والے راستے کو اختیار کرنے کی اجازت دی ہے ، تاکہ ایسا نہ ہو کہ دونوں کے درمیان نباہ بھی نہ ہو سکے اور ساری زندگی ایک دوسرے سے جان بھی نہ چھڑا سکیں ، تو بامر مجبوری طلاق کو اختیار کرنے کی اجازت دی گئی ہے ، مگر اس سے قبل اصلاح کے سارے طریقے اختیار کئے جائیں۔

وہ چار طریقے ہیں جو خود اللہ تعالیٰ نے پانچویں پارے کے تیسرے رکوع میں سورۂ نساء میں بیان فرمائے ہیں۔

پہلا طریقہ:

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ

بیوی کی اصلاح کا سب سے پہلا طریقہ یہ ہے کہ اگر عورت تمہاری نافرمانی کرتی ہے بات نہیں مانتی تمہاری طبیعت کے خلاف کام کرتی ہے، تو سب سے پہلے خوش اخلاقی اور پیار و محبت سے نصیحت کرو اور سمجھاؤ، فرمایا:

فَعِظُوْهُنَّ

ان کو وعظ اور نصیحت کرو اور سمجھانے کی کوشش کرو، لیکن نصیحت کرنا بھی اتنا آسان نہیں، اس لئے چند باتوں کا خیال ضرور رکھنا چاہئے۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اپنے دل کو سمجھائے اور سوچے غور و فکر کرے کہ اگر اس کی فلاں عادت اچھی نہیں ہے، مگر اس میں بہت ساری خوبیاں بھی تو ہیں، بہت ساری اچھائیاں بھی تو ہیں، مثلاً سب سے بڑی خوبی اور اچھائی اس کی وفاداری والی وصف ہے، اور ایثار و قربانی والی وصف ہے کہ اس نے میرے لئے اپنے سارے رشتہ داروں کو چھوڑ دیا، والدین، بہن، بھائی، چچے، ماموں سب چھوڑ دیئے، اور میری ہو کر رہ گئی ہے، اور یہ بھی سوچے کہ ممکن ہے یہ مجھے اچھی تو نہیں لگ رہی لیکن اللہ تعالیٰ نے میرے لئے اس میں بہت سارے فوائد رکھے ہوں، اس طرف اشارہ فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا:

"فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا

شَيْئاً وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْراً كَثِيْراً،،

کہ اگر وہ عورتیں تمہیں ناپسند ہیں تو ممکن ہے کہ کسی چیز کو تم ناپسند کرو مگر اللہ تعالیٰ نے اس چیز میں تمہارے لئے بہت ساری بھلائی رکھی ہو اور اس کی تمہیں خبر نہ ہو ۔ مثلاً دنیا میں تمہاری خدمت گزار فرمان بردار مطیع ہو ، یا اس سے اولاد ہو کر مر جائے اور تمہارے لئے ذخیرہ آخرت بنے یا زندہ رہے اور نیک ہو اور تمہارے لئے صدقہ جاریہ بنے، سب سے اقل درجہ یہ ہے کہ سوچے کہ اگر اور کوئی بھی بھلائی اس میں نہ ہوتی تو اس کی ایذاؤں پر صبر کرنے سے مجھے اجر و ثواب تو ملے گا، اور اس اجر و ثواب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے دنیا اور آخرت میں نوازیں گے، اسی سلسلہ میں آپ نے شاہ ابو الحسن خرقانی اور مظہر جان جاناں رحمہما اللہ کے واقعات سن چکے ہیں، بہر حال ایسا سوچنے سے اس عورت کے ساتھ ہمدردی پیدا ہو گی اور اس ہمدردی والی نصیحت کا انشاء اللہ اثر بھی ہو گا۔

دوسری بات :

دوسری بات جس کا وقت نصیحت خیال رکھنا ضروری ہے ، کہ بیوی کو وعظ و نصیحت اس طرح نہ کرے جیسے مالک غلام کو کرتا ہے یا جیسے استاد شاگرد کو نصیحت کرتا ہے بلکہ داعیانہ انداز ہو ، انبیاء والا انداز ہو ، طعنہ نہ دے بات بات پر ڈانٹے نہیں کہ اس سے بجائے فائدے کے نقصان ہو گا ، دل میں نفرت پیدا

ہو گی۔

تیسری بات :

سمجھانے کے ساتھ ساتھ بیوی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرلے تاکہ دوا کے ساتھ دعا بھی جمع ہو جائے۔

چوتھی بات :

دینی کتابیں بھی وقتاً فوقتاً پڑھوایا کرے ، بہتر یہ ہے کہ وقت نکال کر پورے گھر میں اجتماعی طور پر دین کی کتاب کو پڑھایا جائے ، اس طرح کہ ایک پڑھنے والا ہو باقی سارے سننے والے ہوں ، ٹیپ ریکارڈ کے ذریعے بزرگوں کے بیانات سنوایا کرے ، یہ سارے طریقے مل جائیں گے ، تو انشاء اللہ اصلاح کی صورت پیدا ہو جائے گی۔

پانچویں بات :

وعظ و نصیحت ہمیشہ میٹھی زبان کے ساتھ نرم انداز سے اور بڑی خوش اخلاقی کے ساتھ نرم انداز اختیار کرنا بہت ضروری ہے ، اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرعون جیسے جابر اور متکبر کے پاس بھیج رہے تھے تو ان کو

جانے والے وقت جو ہدایات دی تھیں ان میں ایک یہ ہدایت بھی تھی۔

"وَقُوْلاَ لَهٗ قَوْلاً لَّيِّناً لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى"

کہ فرعون کے ساتھ بات نرم کرنا، ممکن ہے وہ نصیحت حاصل کرے اور اس کے دل میں ڈر پیدا ہو جائے۔

بہرحال میرے دوستو خلاصہ یہ ہے کہ نصیحت کا انداز خیر خواہانہ ہمدردانہ ہو، تنقید کا انداز نہ ہو ورنہ بجائے فائدے کے الٹا نقصان ہوگا۔

اصلاح کا دوسرا طریقہ :

"وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ"

اگر وعظ و نصیحت کے سارے طریقے اختیار کر لیے مگر بات نہیں بن رہی ہے تو دوسرا طریقہ اصلاح کا یہ ہے کہ بیوی کا بستر اپنے سے علیحدہ کر لے، یعنی میاں بیوی والے تعلقات منقطع کر دے محدود مدت کے لئے، امید ہے بیوی اگر سمجھدار ہوئی تو اس شریفانہ تنبیہ سے سمجھ جائے گی، مگر اس میں بھی دو باتوں کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے، ایک تو یہ ہے کہ بات چیت ختم نہ کرے اگر زیادہ غصہ آیا ہو تو تین دن سے زیادہ حلال نہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

"لاَ يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلاَثَةِ اَيَّامٍ"

کہ کسی مؤمن کے لئے حلال نہیں کہ دوسرے مسلمان سے تین دن سے زیادہ سلام کلام منقطع کرے۔

دوسری بات اس کا بھی خیال کرے کہ فقط کمرہ اور بستر الگ کرے دوسرے کمرے میں سوجائے مگر گھر چھوڑنا درست نہیں ہے ورنہ تعلقات اور بھی کشیدہ ہو جائیں گے۔

تیسرا، اس بات کا بھی خیال رہے کہ یہ بستر کی علیحدگی اور ترک تعلقات زیادہ طویل عرصے تک نہ رہے بلکہ ایک حد تک ہو، اگر خاوند یہ محسوس کرے کہ یہ بیوقوف ہے اتنی سمجھدار نہیں ہے تو پھر اس کیلئے اور طریقے سوچے یہ علیحدگی ختم کردے۔

اصلاح کا تیسرا طریقہ :

اگر اوپر والے دونوں طریقوں سے بیوی کو بات سمجھ میں نہیں آرہی تو خاوند کو معمولی مارنے کی بھی اجازت ہے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

وَاضْرِبُوْهُنَّ

تم ان کو مار بھی سکتے ہو لیکن اس میں بھی بڑی سمجھ داری کی ضرورت ہے ایک تو ایسی مار نہ ہو جس کی وجہ سے بدن پر اثر اور نشان ظاہر ہو دوسرا ایسا نہ مارے جیسے استاد شاگرد کو مالک غلام کو مارتا ہے، تیسرا مقصود اس سے اس کی اصلاح ہو

تکلیف پہنچانا نہ ہو۔

بہر حال مارنے کی بھی اجازت ہے مگر یہ آخری طریقہ نہایت ہی مجبوری کی صورت میں اختیار کیا جائے۔ اس لئے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری زندگی اپنی کسی زوجہ محترمہ پر ہاتھ نہیں اٹھایا اور ہاتھ اٹھانے کو پسند بھی نہیں فرمایا، بہر حال یہ تینوں تو وہ تھے جو اختیار کرنے کی صورت میں گھر کی بات گھر میں ہی رہے گی اور کسی دوسرے کو اطلاع نہ ہو گی لیکن بسا اوقات جھگڑا طویل ہو جاتا ہے اور بات ختم نہیں ہوتی اور میاں بیوی کے درمیان اصلاح کی ساری صورتیں ناکام ہو جاتی ہیں، تو پھر اللہ تعالیٰ دونوں کے درمیان ایک چوتھا طریقہ بھی بیان فرمایا ہے کہ طلاق دینے سے قبل وہ چوتھا طریقہ ضرور اختیار کیا جائے، اس چوتھے طریقے کو اختیار کرنے میں گھر کی بات گھر سے تو نکل جائے گی لیکن خاندان کے اندر ہی بات رہے گی باہر نہیں نکلے گی، وہ طریقہ یہ ہے کہ بڑوں کے سربراہ اور میاں میں پڑ کر صلح صفائی کی کوشش کریں اس طرح کہ دو منصف مقرر کریں ایک مرد کے خاندان سے ہو اور دوسرا عورت کے خاندان سے ہو، مگر یہ دونوں منصف ایسے ہوں کہ ان میں کم از کم تین شرطیں پائی جائیں، ایک تو وہ سمجھدار ہوں، دوسرا وہ دیانتدار ہوں، تیسرے وہ مخلص اور نیک نیت بھی ہوں، سمجھدار ہونے کی وجہ سے معاملہ کی تہہ تک پہنچ جائیں گے کہ قصور کس کا ہے اور اس کو کیسے سمجھایا جائے، اور دیانتدار ہونے کی وجہ سے کسی ایک کی جانبداری کا رشوت وغیرہ لینے کا خطرہ نہیں ہو گا، اور نیک نیت ہونے کی

وجہ اور مخلص ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی مدد ان کی شامل حال ہوگی، قرآن کریم کے الفاظ ہیں:

﴿اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیْنَھُمَا
اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا﴾

کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جاننے والی ہے کہ کون اصلاح کی کوشش کر رہا ہے اور کون دل سے چاہتا ہے اور کون دل سے نہیں چاہتا۔

اب تک صرف پہلی بات بیان ہوئی کہ بیوی کی اصلاح کے چار طریقے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں وہ کون سے ہیں، اب دوسری بات اور یہی اس مضمون کی آخری بات ہوگی۔

دوسری بات:

میرے دوستو آپ میں سے جو حضرات جو پابندی کے ساتھ ابتداء سے لے کر آخر تک شریک ہوتے رہیں، آپ کو یاد ہوگا کہ یہ طلاق کا مضمون کیسے شروع ہوا تھا، میرے دوستو اصل مضمون تھا گناہ بے لذت کا کہ وہ کون سے گناہ ہیں جن کے ارتکاب سے دنیا کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور انکو چھوڑ دینے سے کوئی نقصان نہیں ہوتا، ایسے گناہوں کو گناہ بے لذت کہا جاتا ہے، ان گناہوں میں سے ایک گناہ بے لذت اپنی بیوی کو اکھٹی تین طلاقیں دینا بھی ہے، اس مناسبت

ے یہ بیان شروع ہوا کہ جب تین طلاقیں اکٹھی دینا گناہ کا کام ہے اور گناہ کا کام
بھی ایسا ہے جو بے لذت ہے جس کے ارتکاب سے دنیا کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا
بلکہ ایسی ایسی پریشانیاں اٹھانی پڑتی ہیں جو ناقابل بیان ہوتی ہیں تو پھر طلاق دینے کا
صحیح طریقہ کیا ہے تاکہ بوقت ضرورت اسی کو اختیار کیا جائے، صحیح طریقہ بیان
کرنے کے لئے یہ مضمون شروع ہوا، سب سے پہلے طلاق کے بارے میں جو غلط
فہمیاں عوام میں پائی جاتی ہیں ان کو بیان کر کے ان کا ازالہ کیا گیا پھر اس کے بعد
طلاق تک پہنچانے والے اسباب بیان ہوئے، پھر آج طلاق سے قبل بیوی کے
اصلاح کے چار طریقے بیان ہوئے۔

اب آخر میں یہ طریقہ بھی سن لیں، بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ
سارے اسباب سے بچنے کا بھی اہتمام کیا گیا اور اصلاح کے چاروں طریقے بھی
اختیار کئے گئے مگر پھر بھی میاں بیوی میں نباہ کی کوئی صورت نہیں بن رہی ہے،
جس کی وجہ سے دونوں طرف کے خاندان پریشان ہیں تو اب بجائے اس کے کہ
دونوں کو اکٹھا رہنے پر مجبور کیا جائے اور ہمیشہ کے لئے دونوں خاندان پریشان
رہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے چھٹکارے کی صورت طلاق پیدا فرما دی، کہ
شوہر بیوی کو طلاق دے کر آزاد کر دے اب دونوں کے راستے جدا ہو جائیں گے
اور روز روز کی پریشانی سے بھی جان چھوٹ جائے گی، مگر طلاق دینے کے لئے بھی
وہی طریقہ اختیار کیا جائے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا پسند فرمایا ہوا ہے اسی
میں دونوں کی بھلائی ہے، اب وہ طریقہ بھی سن لیں، طلاق دینے کا سب سے

بہترین طریقہ یہ ہے کہ جب بیوی ماہواری سے پاک ہو اور اس پاکی کے زمانے میں شوہر نے بیوی سے صحبت بھی نہ کی ہو تو شوہر صاف الفاظ میں بیوی کو صرف ایک طلاق دیدے مثلاً یو کہہ دے کہ میں نے تجھے ایک طلاق دی اب اس کے بعد عورت عدت گزارے گی اگر حاملہ ہو اور پیٹ میں بچہ ہو تو بچے کی پیدائش سے عدت ختم ہو گی اور اگر حاملہ نہ ہو تو پھر تین ماہواریاں عدت کی مدت ہے تیسری ماہواری کے ختم ہونے پر عدت ختم ہو جائے گی۔

عدت کے دوران اگر دونوں پشیمان ہو جائیں تو خاوند کو رجوع کا اختیار حاصل ہے، صرف یوں کہہ دے کہ میں اپنی بیوی کو دوبارہ نکاح میں لوٹاتا ہوں، سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ یہ الفاظ دو گواہوں کی موجودگی میں کہے تاکہ جیسے طلاق کا علم سب کو ہو چکا ہے اب رجوع کا علم بھی سب کو ہو جائے اور کسی کو غلط فہمی نہ ہو لیکن اگر عدت کے دوران ان کو ہوش نہ لیا اور اپنی ضد پر ڈٹے رہے تو عدت کے گزرنے کے بعد دونوں کا نکاح ختم ہو چکا، بیوی شوہر کے نکاح سے نکل چکی ہے اور آزاد ہو گئی، اب جہاں بھی وہ نکاح کرنا چاہے کر سکتی ہے، کچھ عرصہ گزرنے کے بعد اگر دونوں کو ایک دوسرے کی یاد ستانے لگے اور دونوں اپنے کئے پر پشیمان ہوں تو بغیر حلالے کے دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں، نئے مہر کے ساتھ نیا نکاح دونوں کا ہو سکتا ہے، دوسری مرتبہ نکاح کے بعد بھی اگر کچھ عرصے کے بعد پھر ان بن شروع ہو جائے تو پھر بھی اصلاح کی وہ تمام صورتیں اور طریقے اختیار کئے جائیں جو پہلی مرتبہ کئے گئے تھے، مگر ساری

کوششیں کرنے کے باوجود بھی حالات درست نہ ہو سکیں اور نباہ کی کوئی صورت نہ دکھائی دے تو اس بار بامر مجبوری طلاق کو اختیار کیا جاسکتا ہے ، لیکن طلاق اسی شرعی طریقے سے دے جو پہلی مرتبہ بیان ہوا ہے ، کہ جب عورت ماہواری سے پاک ہو اور شوہر نے اس پاکی کے زمانے میں ہمبستری نہ کی ہو تو عورت کو ایک طلاق دیدے ، اب عدت کے دوران اگر پشیمان ہو تو پھر بھی رجوع کر سکتا ہے ، اور اگر عدت گزر گئی تو نکاح ہو جائے گا اب عورت اور شوہر دونوں ایک دوسرے سے آزاد ہیں ، عورت جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے ، لیکن کچھ عرصے کے بعد اگر دونوں کو پھر ایک دوسرے کی یاد ستا رہی ہے تو پھر بھی بغیر حلالے کے نئے مہر کے ساتھ تیسری بار نیا نکاح ہو سکتا ہے ، اب تیسری مرتبہ نکاح ہو جانے کے بعد دونوں کو بڑی احتیاط کی ضرورت ہے ، کیوں کہ شوہر دو طلاقوں کا حق پہلے استعمال کر چکا ہے ، اب اس کے پاس صرف ایک طلاق کا اختیار ہے ، اب دونوں کو خوب سوچ سمجھ کر زندگی گزارنی ہے ، لیکن اب کی بار بھی اگر دونوں میں جھگڑا ان بن شروع ہو جائے تو پھر بھی شوہر کو جلدبازی سے کام نہیں لینا چاہئے بلکہ اصلاح کے پھر بھی وہ سارے طریقے اختیار کئے جائیں جو پہلی مرتبہ اور دوسری مرتبہ اختیار کئے گئے تھے ، وہ سارے طریقے اختیار کرنے کے بعد بھی اصلاح احوال کی ساری تدبیریں ناکام ہو جائیں اور طلاق کے سوا کوئی چارہ نہ رہے تو شوہر اس وقت ایک طلاق دے جب ماہواری سے پاک ہو تو اس پاکی کے زمانے میں شوہر نے ہمبستری نہ کی ہو تو شوہر ایک طلاق دیدے ، بس اب اس تیسری طلاق

کے بعد یہ عورت ہمیشہ کے لئے اس شوہر پر حرام ہو گئی، اب نہ رجوع ہو سکتا ہے اور نہ حلالہ شرعی کے بغیر دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔

اب آپ اندازہ کر لیں کہ اس طلاق کے شرعی طریقہ کو اختیار کرنے میں کتنی آسانی ہے اور دونوں خاندانوں کو اور میاں بیوی کو سوچنے اور سمجھنے کے اور اصلاح احوال کے کتنے مواقع ملتے ہیں، لیکن طلاق کا غیر شرعی طریقہ اختیار کرنے اور تین طلاقیں اکٹھی دینے کی صورت میں کتنی پریشانی ہے کہ سوچنے اور سمجھنے کا موقع نہیں ملتا، مگر بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے۔

مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے آج ننانوے فیصد طلاق دینے والے یہی سمجھتے ہیں کہ طلاق دینے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ تین طلاقیں اکٹھی دے دی جائیں۔

الحمد للہ یہ مضمون تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا، اللہ پاک عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔

اصل مضمون شروع ہوا تھا کہ تین طلاقیں دینا گناہ بے لذت ہے، طلاق سے مقصود بیوی کو نکاح کی قید سے آزاد کرانا ہوتا ہے اور یہ مقصد جب ایک طلاق دینے سے بھی پورا ہو سکتا ہے تو تین طلاقیں دینا بے فائدہ اور بے لذت گناہ ہوگا، اللہ پاک ہر مسلمان کو اس سے محفوظ فرمائے۔ باقی گناہ بے لذت کا بیان ان شاء اللہ آئندہ جمعے سے پھر شروع ہوگا، اور اس سلسلے کا دوسرا گناہ بیان ہوگا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

نوٹ:

اہل علم حضرات کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ یہ طلاق ثلاثہ والا مضمون بیان کرنے کے لئے بندہ نے تیاری کے دوران مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کیا۔

(۱) طلاق کے نقصانات: یہ چھوٹا سا پمفلٹ ہے جو حضرت مولانا عبد الرؤف صاحب سکھروی دامت برکاتہم کا ایک وعظ ہے، اور اس مضمون کی جیاد اور جب یہی پمفلٹ بنا ہے۔

(۲) تحفہ دولہا و تحفہ دلہن: حضرت مولانا محمد حنیف صاحب۔

(۳) علاج الغضب: یہ مولانا حکیم اختر صاحب دامت برکاتہم کا ایک وعظ ہے۔

(۴) غصہ کی آفتیں اور ان کا علاج: یہ حضرت تھانوی قدس سرہ کا بیان کیا ہوا ایک مضمون ہے جو ماہنامہ الفاروق میں رجب ۱۴۱۷ھ میں شائع ہوا تھا۔

(۵) اصلاحی خطبات: یہ مواعظ ہیں استاذی المکرم حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

چودھویں تقریر

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

چودھویں تقریر

داڑھی صاف کرانا اور کترواناگناہ بے لذت ہے

قسط(۱)

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ عَلیٰ رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ،،

وقال فی مقام آخر

,,وَمَا آتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا،،

وقال علیه الصلاة والسلام

خَالِفُوْا الْمُشْرِکِیْنَ وَفِّرُوْا اللُّحیٰ وَاحْفُوْا الشَّوَارِبَ ،

صدق الله وصدق رسوله النبی الکریم

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو ایسے گناہوں کا بیان ہو رہا ہے جن کے کرنے میں دنیا کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور ان کے چھوڑنے میں دنیا کا کوئی نقصان نہیں ہے اور نہ ہی ان کے کرنے میں نفس کی کوئی خواہش پوری ہوتی ہے اور نہ ہی انکے کرنے میں لذت اور مزہ آتا ہے اسلئے ایسے گناہوں کو گناہ بے لذت کہا جاتا ہے ان گناہوں میں سے ایک گناہ بیان ہو چکا ہے تین طلاقیں اکٹھی دینا یہ بھی گناہ بے لذت ہے اس کی تفصیل آپ سن چکے ہیں آج اسی سلسلے کا دوسرا گناہ بیان کرتا ہے اور وہ گناہ ہے داڑھی مونڈنا اور ایک مشت سے کم ہونے کی صورت میں داڑھی کا کترنا یہ بھی ایسا گناہ ہے جسکے کرنے میں دنیا کا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور اسکے چھوڑنے میں دنیا کا کوئی نقصان نہیں ہے بلکہ انسان اگر غور کرے تو اس گناہ کے چھوڑنے میں دنیا کا کچھ فائدہ ضرور ہوگا اور نہیں تو وقت بچے گا اور شیو کے پیسے بچیں گے میرا ارادہ یہ ہے کہ اس مضمون کو مکمل تفصیل کے ساتھ آپکے سامنے پیش کروں تاکہ جو عمل کرنا چاہتا ہے اور داڑھی رکھنا چاہتا ہے اس کے ذہن کے تمام شکوک وشبہات دور ہو جائیں اور کھلے دل کے ساتھ استقامت کے ساتھ وہ داڑھی رکھے اور جو نہیں رکھنا چاہتا، کم از کم اس کے سامنے مسئلہ تو واضح ہو جائے شاید کبھی اللہ تعالیٰ اس کو بھی توفیق نصیب فرمائے تو اس کے سامنے راستہ تو واضح ہو، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ یہ مضمون مکمل تفصیل کے ساتھ آپ کے سامنے بیان کروں۔

آج پہلی بات آپ کی خدمت میں عرض کروں گا، اور وہ بات یہ ہے کہ داڑھی صاف کرنا، کرانا اور کتروانا ناجائز اور حرام کیوں ہے، اور گناہ کا کام کیوں ہے، بعض لوگ اس کو گناہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے، اس لئے اس کے حرام ہونے کی وجوہات بیان کرنا ضروری ہے۔

پہلی وجہ

اس کے حرام ہونے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ داڑھی مونڈنے کی صورت میں عورتوں کی مشابہت لازم آتی ہے، اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گناہ کا ارتکاب کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

حدیث میں آتا ہے:

"لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی الله علیه وسلم
اَلْمُتَشَبِّهِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ
وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ"

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے ہیں اور ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں، اور واقعۃً ایسا ہوتا ہے کہ داڑھی صاف

کرانے سے آدمی عورتوں کی طرح لگتا ہے اور پھر بعض تو ایسے ہوتے ہیں مونچھیں بھی صاف کرادیتے ہیں بعض ظالم تو اس سے بھی بڑھ جاتے ہیں داڑھی مونچھ صاف اور زلفیں رکھی ہوئی عورتوں کی طرح اور کپڑے پہنے ہوئے ہیں بالکل سیاہ تو اب آپ خود سوچیں کہ دیکھنے والا اس کو کیا سمجھے گا مرد سمجھے گا یا عورت میرے اپنے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہمیں میڈیکل کالج کے میدان میں جنازے میں شریک ہوئے تو ایسے ہی داڑھی مونچھ صاف لمبی زلفوں والے سیاہ لباس والے ایک شخص کو دیکھ کر میں حیران ہوا اور غور کرنے لگا کہ عورت کیسے جنازے میں آگئی ہے کافی دیر کے بعد راز کھلا کہ یہ تو نئے فیشن دلدادہ بزرگ ہیں جو مرد ہونے کے باوجود عورت بننے کے شوق میں عورت نظر آرہے ہیں اسی طرح کا ایک واقعہ ہمارے محلے کے تبلیغی بھائیوں کے ساتھ بھی پیش آیا کہ یہ گشت کرنے گئے ایک مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے ایک صاحب نکلے داڑھی مونچھ صاف سیاہ لباس والے اور سفید رنگ کا رومال دوپٹے کی طرح اوڑھا ہوا ان کو دیکھتے ہی تبلیغی ساتھیوں نے نگاہیں نیچی کرلیں اور بولے بہن اندر گھر میں کوئی مرد ہو تو اسکو باہر بھیجو یہ سنتے ہی وہ بزرگ شرمندہ ہو لوہ تو بہن نہیں تھی بھائی تھا بولا میں ہی مرد ہوں میرے دوستو اندازہ کریں شکل کیسی بدل جاتی ہے عورتوں کے ساتھ کیسی مشابہت ہو جاتی ہے اس مشابہت پر اللہ کے پیغمبر نے لعنت بھیجی ہے۔

حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ ایک واقعہ سنایا کرتے تھے

کہ کسی زمانے میں ہندوستان میں ایک فیشن نکلا تھا کہ داڑھی اور مونچھ مکمل صاف کرواکر ناک کے نیچے مونچھوں کے بال تھوڑے سے چھوڑ دیا کرتے تھے وہ دور سے ایسے نظر آتے تھے جیسے ناک کے نیچے مکھی بیٹھی ہو، کالج کا ایک لڑکا حجام کی دکان پر شیو کرانے گیا تو حجام نے شرارت کی شیو بناتے وقت ناک کے نیچے والی مکھی بھی اڑادی اور بالکل صفائی کردی وہ لڑکا شیو کرا کر واپس آیا غسل کرنے کے بعد جب آئینے میں اپنی شکل دیکھی تو بے ساختہ اس کی زبان پر یہ شعر آگیا،

کچھ تو فیشن کا تصدق کچھ کرم حجام کا
رفتہ رفتہ میری صورت ان کی صورت ہوگئی

بات طویل ہوگئی، خلاصہ یہ کہ داڑھی مونڈنے اور کترانے والے فعل کے حرام اور گناہ ہونے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ اس کام کے کرنے سے عورتوں کی مشابہت لازم آتی ہے اور یہ ایسا گناہ ہے جس پر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔

دوسری وجہ :

اس کے حرام ہونے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں غیر مسلموں اور کفار کے ساتھ بھی مشابہت لازم آتی ہے اور بل کلنٹن کی شکل بنا کر

انسان حزب اللہ سے نکل کر حزب الشیطان میں داخل ہو جاتا ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ،،

جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہی میں شمار ہوگا، چوروں کی مشابہت اختیار کرنے والا چور سمجھا جاتا ہے، شرابیوں کی مشابہت اختیار کرنے والا شرابی سمجھا جاتا ہے اللہ کے دشمنوں کی مشابہت اختیار کرنے والا ان کی شکل وصورت بنانے والا اللہ کا دشمن سمجھا جاتا ہے، اور اللہ کے دوستوں کی شکل بنانے والا اللہ کا دوست سمجھا جائے گا۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ایک خلیفہ خواجہ عزیزالحسن مجذوب رحمہ اللہ انہوں نے جو پہلی مرتبہ داڑھی رکھی، اور داڑھی رکھنے کے بعد جب پہلی مرتبہ حضرت کی خانقاہ میں آیا تو عجیب شعر کہا:

تیرے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

تو داڑھی رکھنے سے انسان کی شکل وصورت اللہ کے دوستوں والی بن جاتی ہے اللہ کے فرمانبرداروں والی بن جاتی ہے اور داڑھی منڈانے سے انسان کی شکل وصورت اللہ کے دشمنوں والی بن جاتی ہے، اور یہ کوئی فرضی بات نہیں بلکہ واقعی بات ہے، آپ اخبارات اور ٹی وی پر مسلمان سربراہوں کو غیر مسلم

سربراہوں کے ساتھ ملاقات کرتے ہوئے دیکھتے ہو، انصاف سے بتاؤ جس نے پہلی مرتبہ ان کو دیکھا ہو بتاؤ وہ فیصلہ کر سکتا ہے ان میں مسلمان کون ہے اور کافر کون ہے، مسلمانوں کا سربراہ کون ہے اور کافروں کا سربراہ کون ہے، پاکستان کے چیف آف آرمی سٹاف اور بھارت کے اور امریکہ کے چیف آف آرمی سٹاف کو دیکھنے کے بعد بتایئے آپ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ان میں مسلمان کون ہیں۔

تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ،،

جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہی میں شمار ہوگا، تو دوسری وجہ اس فعل کے حرام اور گناہ ہونے کی یہ ہوئی کہ داڑھی منڈانے سے آدمی کی شکل وصورت کافروں والی بن جاتی ہے۔

تیسری وجہ:

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نہیں کئی ارشادات احادیث کی کتابوں میں محفوظ چلے آرہے ہیں ان تمام ارشادات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کی بار بار تاکید فرمائی ہے۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَالِفُوْا الْمُشْرِكِيْنَ وَفِّرُوْا اللُّحىٰ وَاحْفُوْا الشَّوَارِبَ،

اس قسم کے بے شمار ارشادات ہیں۔

داڑھی منڈانے سے ایک تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان صریح ارشادات کی مخالفت لازم آتی ہے، دوسرا قرآن کریم کی ان بے شمار آیات کی بھی مخالفت لازم آتی ہے جن آیات میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا أَطِیْعُوْا اللّٰهَ وَأَطِیْعُوْا الرَّسُوْلَ،،

اسی طرح ارشاد فرمایا:

،،وَمَا آتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَانَهَاکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا،،

ایمان والوں جو حکم تمہیں اللہ کے رسول دے اس کو قبول کرلو یعنی اس کو بجالایا کرو اور جس سے روے اس سے رک جایا کرو اسی طرح ارشاد فرمایا:

وَ مَنْ یُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ ، بَعْـدِ مَـا تَبَیَّنَ
لَهُ الْهُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُوْ مِنِیْنَ نُوَلِّهٖ
مَا تَوَلّٰی وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَاءَ تْ مَـصِیْرًا

(پ۵ سورہ نساء)

بڑی سخت وعید ہے کہ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد بھی جو آپ کی مخالفت کرے گا اور ایمان والے لوگوں کے راستے کے سوا راستہ اختیار کرے گا تو وہ جدھر جانا چاہتا ہے ہم اسکو ادھر پھیر دیں گے اور اسکو جہنم میں داخل کریں گے میرے دوستو اس قسم کی بے شمار آیتیں ہیں جن میں مشترکہ طور سرکار

والا کیوں نہ ہو، لمبے لمبے نوافل پڑھنے والا کیوں نہ ہو، ہر سال حج کرنے والا ہر سال عمرے کرنے والا کیوں نہ ہو، صدقہ خیرات کثرت سے کرنے والا کیوں نہ ہو، مگر وہ بھی ولایت کے عہدے پر اس وقت تک فائز نہیں ہو سکتا، جب تک اس کی داڑھی سنت کے مطابق نہ ہوگی، حکومت کے عہدوں پر بیٹھنے والے جب تک اس عہدے کے مناسب وردی اور یونیفارم نہ پہنے، اس وقت تک وہ اس عہدے پر فائز نہیں ہو سکتے، تو میرے دوستو ولایت کے عہدے کی وردی اور یونیفارم داڑھی کا سنت کے مطابق ہونا ہے، تو خلاصہ یہ ہوا کہ جب سے دنیا بنی ہے اس وقت سے لے کر قیامت تک آنے والے تمام اولیاء کرام، غوث، قطب، ابدال داڑھی والے تھے اور داڑھی والے ہوں گے، کوئی داڑھی منڈا اور داڑھی کترا اولیاء اللہ کی صف میں داخل نہیں ہو سکتا۔

جنید بغدادی رحمہ اللہ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ بایزید بسطامی رحمہ اللہ، حسن بصری رحمہ اللہ، ابراھیم بن ادھم رحمہ اللہ، داود طائی رحمہ اللہ، خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ، شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ، مجدد الف ثانی رحمہ اللہ، اور امام ابو حنیفہ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ یہ سب بزرگان دین اور اکابر امت داڑھیوں والے تھے۔

اب میرے دوستو خود سوچیں اور خوب سوچیں اللہ کے اتنے نیک بندے ایک کام کو کرتے ہوں، تو وہ کام کتنا اہم ہوگا، اور کتنا ضروری ہوگا، ہمیں گناہوں کے معاملے میں تو شیطان یہ سکھاتا ہے کہ جب اتنے سارے لوگ یہ کام

کرتے ہیں اتنے مہذب تعلیم یافتہ بڑی بڑی ڈگریوں والے بڑے بڑے عقلمند اور سمجھدار یہ کام کرتے ہیں تو یہ کام گناہ کا کام کیسے ہو سکتا ہے ، اسی وجہ سے ٹی وی کا گناہ ہونا، تصویروں کا گناہ ہونا، وڈیو فلموں کا گناہ ہونا ہمیں سمجھ میں نہیں آتا ، کہ جب اتنے سارے پڑھے لکھے لوگ یہ کام کرتے ہیں تو یہ گناہ کا کام کیسے بن گیا ، مگر تعجب ہے اور حیرانگی ہے کہ نیکی کے کاموں میں یہ منطق ہماری سمجھ میں کیوں نہیں آتی، کہ جب اللہ کے بھیجے ہوئے سارے انبیاء ،اور سارے رسول اور سارے اولیاء، غوث، قطب، ابدال ایک کام کو بڑے اہتمام کے ساتھ کرتے ہوں تو وہ کام کتنا ضروری اور اہم ہوگا، یہ سارے اللہ کے محبوب تھے ان کی شکل وصورت اللہ تعالیٰ کو پسند تھی، کوشش کر کے ان کی شکل وصورت تو بناؤ، شاید اس صورت پر ہی اللہ تعالیٰ کو پیار آجائے ،اور اللہ تعالیٰ سچ مچ حقیقت میں بھی ان جیسا بننے کی توفیق عطاء فرمادیں،

حضرت خواجہ عزیزالحسن مجذوب رحمہ اللہ کا شعر آپ سن چکے ہیں۔

تیرے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں

حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

اب تک تو بات ہوئی کہ داڑھی منڈانا اور کترانا گناہ کا کام ہے اور ناجائز اور حرام ہے اب میرے دوست یہ سمجھیں کہ داڑھی منڈانا صرف گناہ ہی نہیں بلکہ بہت بڑا گناہ ہے اور بڑا خطرناک جرم ہے باقی گناہوں سے اس کی نوعیت

مختلف ہے اس کو معمولی گناہ نہ سمجھیں۔

پہلی وجہ :

پہلی وجہ اس کے سب سے بڑا گناہ ہونے کی یہ ہے کہ گناہوں کی دو قسمیں ہیں بعض ایسے گناہ ہوتے ہیں جو چھپا کر پوشیدہ اور خفیہ طریقے سے کئے جاتے ہیں اور دوسری قسم گناہوں کی وہ ہیں جو اعلانیہ اور کھلے عام کیئے جاتے ہیں میرے دوسو جو گناہ کھلے عام اور اعلانیہ کیئے جاتے ہوں انکا وبال اور انکا جرم اور انکا جرم ہو نا زیادہ سخت ہو تا ہے بنسبت ان گناہوں کے جو چھپا کر کیئے جاتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

کُلُّ اُمَّتِیْ مَعَافیٌ اِلاَّ الْمُجَاهِرِیْنَ،،

میرے پوری امت کے گناہ معاف کر دے جائیں گے مگر گناہ کرنے والے جو کھلے عام علی الاعلان گناہ کریں گے ان کو معاف نہیں کیا جایئے گا آپ خود سوچیں کہ ایک بیٹا اپنے باپ کے ساتھ بد تمیزی کے ساتھ پیش آتا ہے باپ کو تھپڑ مارتا ہے ،بند کمرے میں اپنے گھر میں جہاں اور کوئی دیکھنے والا نہیں تھا، اور دوسرا آدمی بھرے بازار میں سب کے سامنے اپنے والد کے ساتھ بد تمیزی کے ساتھ پیش آتا ہے، تو بتایئے بد تمیزی دونوں نے کی ، بے ادبی دونوں نے کی ، گستاخی دونوں نے کی ، مگر کس کو زیادہ مجرم سمجھا جائے گا ، ظاہر ہے

پھر سے بازار میں والد کے سامنے بد تمیزی کرنے والا زیادہ مجرم ہے۔

تو میرے دوستو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"كُلُّ أُمَّتِي مَعَافيً إلاَّ الْمُجَاهِرِيْنَ"،

میرے امت معاف کر دی جائے گی مگر اعلانیہ گناہ کرنے والے۔ تو جو بندہ اپنے رب کی نافرمانی کھلے عام کرتا ہے سب کو دکھا کر اعلانیہ کرتا ہے وہ زیادہ مجرم ہے بنسبت اس کے جو چھپ کر پوشیدہ طریقے سے کرتا ہے۔

اب میرے دوستو غور کریں داڑھی منڈانا اور کترانا ایسا گناہ جو کھلے عام کیا جاتا ہے بر سر بازار کیا جاتا ہے اور گناہ کرنے کے بعد گناہ کرنے والا اس گناہ کے اثر اور نشان کو لے کر بازار میں دفتر میں دوکان میں، مارکیٹ میں ہر جگہ جا کر دکھاتا ہے، کہ دیکھو میں نے اپنے پیدا کرنے والے کی کیسی نافرمانی کی ہے، منہ سے نہ بھی کہے زبان حال سے تو کہہ رہا ہوتا ہے جسکو سمجھنے والے سمجھ جاتے ہیں۔ اب وقت بہت ہو چکا ہے باقی انشاء اللہ آئندہ

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ :

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پندرھویں تقریر

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پندرھویں تقریر

داڑھی صاف کرانا اور کتروانا گناہ بے لذت

قسط(۲)

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطَانًا مَّرِيْدًا لَعَنَهُ اللّٰهُ وَقَالَ

لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا

وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ

آذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ

وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ

خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا (سورئہ نساء/پ ۵)

صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہفتہ پیش کئے جاتے ہیں اب آپ خود سوچیں کہ وہ امت جس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساری زندگی پریشان رہے جس امت کیلئے ساری ساری رات مصلے کی پشت پر روتے ہوئے گذار دیتے تھے وہ امت جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی مرحلے ہر کسی بھی موقع پر بھولا نہیں قربانی فرمارہے ہیں دو مینڈھے لائے گئے ایک اپنی طرف سے قربانی کیا 'دوسرے کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ میری امت کے ان افراد کی طرف سے ہے جو قربانی نہیں کر سکیں گے 'اندازہ کریں کتنا پیار تھا آپ کو اپنی امت کے ساتھ' کتنا احساس تھا آپ کو اپنی امت کا' تو امت کے اعمال جب آپ کے سامنے پیش ہوتے ہوں گے اور داڑھی منڈانے کا عمل بھی آپ کے سامنے پیش ہوتا ہوگا تو آپ کو کتنا صدمہ ہوتا ہوگا اور کتنا افسوس ہوتا ہوگا کہ میں تو ساری زندگی ان کے لئے روتا رہا 'اور ان کا حال یہ ہے کہ ان کو میری جیسی شکل بنانا بھی گوارا نہیں ہے 'اور میری شکل سے بھی بے زار نظر آتے ہیں۔

مرزا قتیل کا واقعہ :

مرزا قتیل شاعر تھا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں بڑے لمبے لمبے قصیدے پڑھا کرتا تھا ایک ایرانی اس کے قصائد پڑھ کر بہت متاثر ہوا اور اس کے دل میں مرزا قتیل سے ملاقات کا شوق پیدا ہوا وہ ایران سے چلا مرزا قتیل

سے ملاقات کرنے کے لئے' جب پوچھتے پوچھتے مرزا صاحب کے گھر پہنچا تو گھر والوں نے بتایا کہ وہ تو حجام کی دوکان پر گئے ہوئے ہیں' یہ ایرانی بھی پیچھے پہنچ گیا تو دیکھا کہ وہ مرزا قتیل جو آپ کی شان میں بڑی لمبی لمبی نعتیں پڑھا کرتا تھا' ہوئے لمبے لمبے مدحیہ قصیدے لکھا کرتا تھا وہ مرزا صاحب حجام کی دوکان میں بیٹھ کر داڑھی صاف کروا رہے ہیں' ایرانی نے جب اس کو دیکھا تو بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا'

"آغا ریش ے تراشی"

کہ داڑھی تراش رہے ہو تو جواب میں مرزا صاحب نے شاعرانہ چٹکلہ چھوڑ دیا'

"ریش می تراشم دلے دل کسے رانمی خراشم"

کہ میں داڑھی ہی تو تراش رہا ہوں کسی کا دل تو زخمی نہیں کر رہا۔ کونسا بڑا گناہ کر رہا ہوں جو آپ اتنے حیران۔

ایرانی نے جواب دیا:

"آرے دل رسول اللہ رامی تراشی"

ارے ظالم تو اور کسی کا دل تو نہیں دکھا رہا ہے مگر دو جہاں کی جان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دل تو زخمی کر رہا ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو چھیل رہا ہے ایرانی کے اس جملے نے بڑا کام کیا اور مرزا قتیل کے دل پر چوٹ لگی بے ہوش ہو کر گر گیا' کافی دیر کے بعد جب ہوش آیا تو اس نے ایرانی کو مخاطب

کر کے یہ شعر پڑھا:

جزاک کہ چشم باز کردی

مرا باجان جان ہمراہ کردی

اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے تو نے میری آنکھیں کھول دی ہیں، اور میرا رابطہ محبوب کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔

میرے دوستو سوچیں کہ امت کے اعمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوتے ہوں گے، تو اس گناہ کو دیکھ کر آپ کا دل کتنا زخمی ہوتا ہو گا۔

چوتھی وجہ:

چوتھی وجہ اس کے بڑا گناہ اور خطرناک گناہ ہونے کی یہ ہے کہ حدیث میں آتا ہے: کہ بندہ جس حال میں مرے گا اسی حال میں اٹھایا جائے گا شراب پیتے ہوئے موت آئی تو شراب پیتے ہوئے اٹھایا جائے گا' زنا کرتے ہوئے' چوری کرتے ہوئے' ڈاکہ ڈالتے ہوئے موت آئی تو اسی حال میں اٹھایا جائے گا' ٹی وی' وی سی آر دیکھتے ہوئے موت آئی تو اسی حالت میں اٹھایا جائے گا' کچھ دن پہلے اخبارات میں خبر شائع ہوئی کہ حیدر آباد کا ایک گھرانہ ٹی وی' وی سی آر دیکھ رہا تھا کہ مکان کی چھت گر گئی سب کے سب آناً فاناً دنیا کو سدھار گئے۔

میرے دوستو اللہ سے پناہ مانگو اللہ تعالیٰ عافیت کا معاملہ فرمائے' اب

قیامت والے دن سب کے سامنے گناہ کرتے ہوئے اٹھائے جائیں گے 'کتنی شرمساری ہوگی۔

آج کل بے حیائی اتنی عام ہو گئی ہے کہ اس کو گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا' بسوں میں وی سی آر چل رہا ہے اور سارے مزے لے رہے ہیں فحش گانے بج رہے ہیں اور ساری سواریاں سن رہی ہیں اب خدانہ خواستہ حادثہ ہو جائے اور اس حال میں موت آجائے تو بتائے کیا حشر ہوگا۔

تو جس حال میں موت آئے گی اسی حال میں اٹھایا جائے گا گناہ کرتے ہوئے موت آئی تو گناہ کرتے ہوئے اٹھایا جائے گا' نیکی کرتے ہوئے موت آئی تو نیکی کرتے ہوئے اٹھایا جائے گا'

بعض ایسے خوش نصیب بھی ہوتے ہیں جن کی موت سجدے کی حالت میں آتی ہے'

بعض ایسے خوش نصیب بھی ہوتے ہیں جن کی موت تلاوت قرآن کرتے ہوئے آتی ہے'

بعض ایسے خوش نصیب بھی ہوتے ہیں جن کی موت روزے کی حالت میں آتی ہے'

بعض ایسے خوش نصیب بھی ہوتے ہیں جن کی موت بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے آتی ہے' حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے آتی ہے'

یہ اپنے اپنے مقدر اور نصیب کی بات ہے'

کسی کا موت گانا گاتے ہوئے گانا سنتے ہوئے آئے'
اور کسی کی موت قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے۔

میرے بھائیو سوچو جس شخص کی موت اس حالت میں آئی کہ اس نے داڑھی صاف کروائی ہوئی تھی یا ایک مشت سے کم ہونے کی صورت میں بھی کترزائی ہوئی تھی تو اب موت کے بعد تو داڑھی نے بڑھنا نہیں ہے اسی حالت میں قیامت کے دن اٹھایا جائے گا' میرے دوستو یہ چہرہ لے کر جب میدان حشر میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا ہو گا تو آپ کے قلب اطہر پر کیا گزرے گی' ہم آپ کی شفاعت کی امیدیں لگائے بیٹھے ہیں اور اسی آس پہ جی رہے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری شفاعت فرمائیں گے اور یہ داڑھی منڈا ہوا چہرہ دیکھ کر اگر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا چہرہ انور پھیر لیا تو پھر ہمارا کیا بنے گا کون ہمارا پرسان حال ہو گا اور کہاں ہمارا ٹھکانہ ہو گا۔

آپ نے واقعہ سنا ہو گا بڑا مشہور واقعہ ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خسرو پرویز شاہ ایران کے پاس حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو خط دے کر بھیجا اس نے نامہ مبارک کو غصے سے چاک کر ڈالا' کہنے لگا ہماری رعیت کا ایک شخص ہے اور ہمارے نام سے پہلے اپنا نام لکھتا ہے پھر اس نے یمن کے گورنر باذان نامی کو حکم بھیجا کہ اس مدعی نبوت کو گرفتار کر کے میرے پاس لے آو' چنانچہ باذان نے دو آدمی آپ کی طرف روانہ کئے جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو ان کی داڑھیاں صاف تھیں ' اور مونچھیں بڑھی ہوتی

تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی شکل کو دیکھ کر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا تم خوار ہو تمہیں کس نے ایسی شکلیں بنانے کا حکم دیا ہے تو وہ کسریٰ کو رب کہا کرتے تھے کہنے لگے ہمارے رب نے کسریٰ نے ہمیں ایسی شکلیں بنانے کا حکم دیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مگر میرے رب نے تو مجھے داڑھی بڑھانا اور مونچھیں کترانے کا حکم دیا ہے۔

میرے دوستو غور کریں داڑھی منڈی ہوئی مشکل دیکھ کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنی تکلیف ہوتی ہے اگر اسی حال میں موت آگئی اور اسی حال میں اٹھائے گئے تو اس شکل کو لیکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا کیسے کریں گے میرے بھائیو موت کا کوئی وقت متعین نہیں کسی بھی وقت آسکتی ہے تو اگر اس حال میں آگئی تو کیا بنے گا بوڑھوں کے لئے زیادہ ڈرنے کا مقام ہے بڈھے ہو گئے پھر بھی اس گناہ کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں بوڑھوں کا تو پاسپورٹ سفارتخانے میں جمع ہو چکا ہے ویزہ لگنے والا ہے' یہ شکل اللہ اور اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کس منہ سے لے کر جائیں گے آخر اب کس چیز کا انتظار ہے کیا کوئی نئی شادی رچانی ہے' نوجوان تو بہانہ بناتے ہیں کہ رشتہ نہیں ملے گا حالانکہ اگر ایسا ہوتا تو داڑھی والے سارے غیر شادی شدہ ہوتے' بہر حال نوجوانوں کے پاس کچھ نہ کچھ بہانہ تو ہے بوڑھوں کے پاس اتنا بہانہ بھی نہیں مگر توفیق نہیں ہو رہی' قبر میں ٹانگیں لٹکائے ہوئے ہیں اور روزانہ تازہ شیو بھی ہو رہی ہے۔

بوڑھوں کی اس حالت پر ایک بزرگ کا بڑا عجیب شعر ہے' فرماتے ہیں:

قدم سوئے عقبیٰ نظر سوئے دنیا
کدھر جا رہا ہے کدھر دیکھتا ہے

جارہا ہے آخرت کی طرف اور دیکھ رہا ہے دنیا کی طرف 'تو ظاہر ہے کسی نہ کسی گڑھے میں تو گرے گا۔

تو میرے دوستو اور بزرگو 'ڈرنے کا مقام ہے موت کا کوئی پتہ نہیں موت سے پہلے ملک الموت کی ملاقات اور اپنے رب کی ملاقات اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کی تیاری کر لو کم از کم شکل تو اپنی وفاداروں والی بنالو۔

یاد رکھو اگر زندگی میں اپنی اختیار سے داڑھی نہ رکھو گے تو موت کے بعد داڑھی رکھنے کا اختیار نہیں رہے گا 'بلکہ بعض بے دین اور جاہل قسم کے لوگ تو یہاں تک بھی کرتے ہیں کہ اگر کسی کا انتقال ہو جائے تو اور اس کی شیو بڑھی ہوئی ہو تو وہ تھوڑے سے بال بھی بے چارے کے ساتھ نہیں رہنے دیتے بلکہ موت کے بعد بھی اس کی داڑھی صاف کر دیتے ہیں 'اور بعض تو حد کر دیتے ہیں کہ اس کے زیر ناف بال بھی صاف کر دیتے ہیں۔

خوب غور سے سن لو یہ سب گناہ اور جہالت کے کام ہیں 'میت کا جس حال میں انتقال ہو جائے اسی حال میں اس کو دفن کرنا ضروری ہے 'اس کے ناخن اس کے بال وغیرہ کاٹنا ناجائز ہیں 'پھر زیر ناف بالوں میں بغیر ضرورت اس کے ستر کو دیکھنے کا گناہ الگ ہو گا۔

پانچویں وجہ :

پانچویں وجہ اس کے بڑا گناہ ہونے کی یہ ہے کہ گناہوں کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ گناہ ہیں جن کو ارتکاب کرنے والے بھی گناہ سمجھتے ہیں 'دوسری قسم جس کو ارتکاب کرنے والے گناہ نہیں سمجھتے' یہ پہلے کے مقابلے میں زیادہ خطرناک ہوتے ہیں اور زیادہ تباہ کن ہوتے ہیں اس لئے کہ جس گناہ کو بندہ گناہ سمجھ کے کرتا ہے اس پر دل ملامت کرتا ہے ندامت ہوتی ہے کبھی نہ کبھی تو توبہ کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے لیکن میرے دوستو جس گناہ کو غلط فہمی کی وجہ سے گناہ ہی نہیں سمجھتا وہ بڑا خطرناک ہوتا ہے نہ دل اس پر ملامت کرتا ہے نہ ندامت ہوتی ہے نہ توبہ کی توفیق ہوتی ہے بلکہ وہ ڈبل گناہ ہوتی ہے ایک تو گناہ کرنے کا گناہ ہوا دوسرا گناہ کو گناہ نہ سمجھنا بھی تو گناہ ہے باطل کو حق سمجھنا اور حق کو باطل سمجھنا بھی تو حرام اور ناجائز ہے تو میرے دوستو اور بزرگو داڑھی منڈانے اور کترانے والوں کی اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو اپنے اس گناہ کو گناہ سمجھنے اور گناہ ماننے کیلئے تیار نہیں ہوتے بلکہ بعض تو ان میں ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے سامنے جب یہ مسئلہ بیان کیا جائے تو آگے سے بحث شروع کر دیتے ہیں اور مناظرہ شروع کر دیتے ہیں اور اپنے اس فعل کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش شروع کر دیتے ہیں بہر حال میرے دوستو اب تک کی تمام معروضات

کا خلاصہ یہ ہوا کہ داڑھی صاف کرانا اور ایک مشت سے کم ہونے کی صورت
میں اس کو کتروانا ناجائز اور حرام ہے اور صرف گناہ ہی نہیں بلکہ بعض اعتبار سے
دوسرے گناہوں کے مقابلے میں یہ بڑا گناہ ہے مسئلہ میں کچھ شبہات ہوتے
ہیں انشاء اللہ آئندہ جمعے کو ان شبہات کا مفصل جواب بھی دیا جائے گا اب وقت ختم
ہو چکا دعا کریں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین کی صحیح سمجھ عطاء فرمائے اور اس
پر عمل کرنے کی توفیق بھی نصیب فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ :

سولہویں تقریر

سولھویں تقریر

داڑھی منڈوانا اور کتروانا گناہ بے لذت ہے

قسط (۳)

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطَانًا مَّرِیْداً ۙ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَقَالَ
لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضاً
وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّیَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُبَتِّکُنَّ
آذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ
وَمَنْ یَّتَّخِذِ الشَّیْطَانَ وَلِیًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ
خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِیْناً (سورۂ نساء /پ ۵)

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو،

گناہ بے لذت بیان ہو رہے ہیں اسی سلسلہ میں گذشتہ دو جمعوں پر یہ مضمون بیان ہوا کہ داڑھی صاف کرانا اور کتروانا گناہ بے لذت ہے بلکہ بعض اعتبار سے یہ باقی گناہوں کے مقابلے میں بہت بڑا گناہ ہے اس کی تفصیل عرض کی جا چکی ہے، اب آخر میں ان شبہات کا ازالہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے جو لوگوں کے ذہنوں میں شیطان نے بٹھائے ہوئے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ ان شبہات کو بیان کر کے ان کا جواب بھی بیان کر دیا جائے تاکہ آپ کے سامنے کم از کم ایک مرتبہ تو پورے مسئلے کی وضاحت ہو جائے، اور کوئی آدمی تردد میں نہ رہے، جب مسئلہ سمجھ میں آجائے گا اور شک و شبہ نہ رہے گا، تو امید ہے کبھی نہ کبھی اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق ضرور عطاء فرمائیں گے۔

پہلا شبہ :

سب سے پہلا شبہ یہ ہے کہ شیطان لوگوں کے دلوں میں یہ سوال پیدا کرتا ہے کہ داڑھی رکھنے کا حکم قرآن میں نہیں ہے، اگر داڑھی رکھنا ایسا ضروری ہوتا جیسا کہ مولوی صاحبان کہتے ہیں تو پھر اس کا حکم تو قرآن میں ضرور نازل کیا جاتا، جیسا کہ اللہ پاک نے باقی اہم احکامات کو قرآن میں نازل فرمائے ہے۔

میرے دوستو اور بزرگو، اس شبہ کا اصل جواب سمجھنے سے پہلے دو تمہیدی باتیں سمجھنی ضروری ہیں اگر آپ نے غور فرمایا اور وہ دو باتیں آپ کو سمجھ میں آگئیں، تو انشاء اللہ آپ کا ذہن بالکل صاف ہو جائے گا، اور اس شبہ کا جواب سمجھ میں آجائے گا بلکہ اکثر مسائل میں وہ دو باتیں آپ کو کام دیں گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

پہلی بات:

میرے دوستو مسلمہ اصول ہے کہ جو کام اصل اور قانون کے اور فطرت کے موافق ہوتا ہے، اس کے لئے دلیل اور وجہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، اور نہ ہی اس کے لئے دلیل کا مطالبہ کرنا درست ہوتا ہے، ہاں جو کام اصل کے خلاف ہو اور قانون اور قاعدے کے خلاف ہو، فطرت کے خلاف ہو اس کے لئے وجہ بیان کرنے کی ضرورت ہوگی اس کے لئے دلیل کا مطالبہ بھی درست ہوگا۔

مثلاً آپ نے بچے کو اسکول میں داخل کروایا، داخلہ فیس بھی برداشت کی، کتابوں کا خرچہ بھی برداشت کیا ہے، اس کی ماہانہ فیس بھی باقاعدگی سے دیتے ہیں نیو تن بھی لگوائی ہوئی ہے، روزانہ پابندی سے سکول چھوڑ کر بھی آتے ہیں، اب جب سکول کا امتحان ہوا تو لازمی بات ہے کچھ بچے کامیاب ہوں گے پاس ہوں

گے ، اور کچھ ناکام ہوں گے ، تو کامیاب ہونے والے بچوں سے سوال نہیں کیا جائے گا کہ تم کامیاب کیوں ہوئے اور کیسے کامیاب ہوئے ، اس لئے کہ کامیاب ہونا تو اصل اور قانون کے موافق ہے ، ہاں ناکام ہونے والے بچوں سے پوچھا جائے گا کہ تم ناکام کیوں ہوئے ، ہم نے اتنے پیسے بھی لگا دیئے وقت بھی لگایا پھر بھی تم ناکام ہو گئے۔

تو ناکام ہونا قانون اور اصل کے خلاف ہے اس کی وجہ پوچھی جائے گی ، اعلیٰ نمبرات لینے والوں سے نہیں پوچھا جائے گا کہ تم نے اعلیٰ نمبرات کیسے حاصل کر لئے ، ہاں کم نمبرات والوں سے سوال ہوگا کہ تمہارے نمبرات کم کیوں آئے ، بچے کا سکول جانا اصل ہے اور ناغہ کرنا خلاف اصل ہے تو جو بچے اسکول جاتے ہیں ان سے یہ نہیں پوچھا جاتا کہ تم سکول کیوں گئے تھے ہاں غیر حاضری کرنے والوں سے باز پرس ہوگی کہ آج کیوں نہیں آئے۔

طالبعلم کا اپنے سبق کو یاد کرنا اصل ہے اور سبق یاد نہ کرنا خلاف اصل اور خلاف قانون اور خلاف فطرت ہے ، تو جس کو سبق یاد ہوگا ان سے یہ سوال نہیں ہوگا کہ تم نے سبق کیوں یاد کیا ، ہاں جن کو سبق یاد نہیں ان سے پوچھا جائے گا کہ تم نے سبق کیوں یاد نہیں کیا ہے ، تو جو کام اصل کے موافق ہوتا ہے اس کی دلیل نہیں ہوتی ہے جو قانون کے خلاف ہوتا ہے دلیل تو اسکی بیان کی جاتی ہے۔

آپ نے ٹریفک کے اشارے کی پابندی کی جب سرخ بتی جل رہی تھی آپ نے اپنی گاڑی کو روکے رکھا تو آپ سے سوال نہیں ہوگا کہ آپ نے

گاڑی کیوں روکی، اس لئے کہ اشارے کی پابندی کرنا اصل اور قانون کے موافق ہے ہاں جس نے اشارہ توڑا اور لال بتی کے جلتے ہوئے چوک کو کراس کر گیا اس سے پوچھا جائے گا کہ آپ نے اشارہ کیوں توڑا۔

میرے دوستو میں نے یہ موٹی موٹی مثالیں عرض کردی ہیں آپ سوچیں گے تو روزمرہ پیش آنے والے واقعات میں اور روزمرہ کے معاملات میں آپ کو اس کی سینکڑوں مثالیں مل جائیں گی کہ دلیل اس کام کی ہوتی ہے جو اصل کے خلاف ہو اور جو چیز اصل کے موافق ہو اس کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی، یہی مسئلہ شرعی احکام کا بھی ہوگا۔

نماز پڑھنے والوں سے، روزہ رکھنے والوں سے حج کرنے والوں سے یہ سوال نہیں ہوگا کہ تم نے نماز کیوں پڑھی تھی تم نے روزے کیوں رکھے تھے تم نے زکوٰۃ کیوں ادا کی تھے تم نے حج کیوں کیا تھا، اس لئے کہ یہ سارے کام قانون اور اصل کے موافق ہیں، ان کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں، ہاں بے نمازیوں سے سوال ہوگا کہ تم نے نماز کیوں نہیں پڑھی تھی، زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں سے پوچھا جائے گا کہ تم نے زکوٰۃ کیوں نہیں دی تھی حج نہ کرنے والوں سے پوچھا جائے گا کہ تم نے فرض ہونے کے باوجود حج کیوں نہ کیا تھا۔

یہ بات سمجھنے کے بعد میرے دوستو یہ سمجھو کہ داڑھی رکھنا اصل اور قانون کے موافق ہے اور فطرت کے موافق ہے، داڑھی سارے انبیاء نے رکھی، سارے اولیاء نے رکھی، سارے صحابہ نے رکھی سارے تابعین نے رکھی

اللہ کے جتنے نیک بندے دنیا میں آئے سارے وہ سب داڑھی والے تھے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی رکھنے کا حکم دیا اور داڑھی رکھنے کو فطرت کے موافق فرمایا، تو معلوم ہوا کہ داڑھی رکھنا اصل اور قانون کے موافق ہے، لہذا داڑھی رکھنے کے لئے کسی دلیل کا مطالبہ کرنا درست نہیں، ہاں داڑھی منڈانا اور کترانا اصل اور قانون کے اور فطرت کے خلاف ہے اس لئے اس کے لئے دلیل کی ضرورت ہوگی، اس کی وجہ بیان کرنی پڑے گی۔

تو یہ کہنا کہ داڑھی کا حکم قرآن سے دکھاؤ میرے دوستو! اصولی طور پر یہ مطالبہ ہی غلط ہے، ہاں داڑھی منڈانے کی دلیل بیان کرنی پڑے گی، کہ یہ تم نے کہاں پڑھا ہے کہ مرد داڑھی منڈایا کریں۔

خلاصہ یہ ہے کہ دلیل بیان کرنا داڑھی رکھنے والوں کے ذمے ضروری نہیں ہاں داڑھی منڈانے والوں کے ذمے دلیل بیان کرنا ضروری ہے، مگر یہاں الٹی گنگا بہہ رہی ہے کہ داڑھی رکھنے والوں سے دلیل کا مطالبہ کیا جاتا ہے، کہ تم قرآن سے دکھاؤ۔

دوسری بات:

اصولی طور پر یہ بات بھی خوب سمجھ لو کہ کسی بھی شرعی حکم ثابت کرنے کے لئے چار دلیلیں ہوتی ہیں یعنی کسی کام کا فرض، واجب ہونا یا سنت، مستحب

ہونا، جائز، ناجائز ہونا، حرام ہونا، یہ سارے شرعی احکام چار دلیلوں سے ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) قرآن سے۔ (۲) احادیث سے۔ (۳) اجماعِ امت سے۔ (۴) قیاس سے۔

کوئی بھی شرعی حکم ان چاروں میں سے کسی بھی ایک سے ثابت ہو جائے تو وہ شریعت کا حکم کہلائے گا، اور اس کی پابندی کرنا ضروری ہوگا، اور ان چاروں کا دلیل ہونا خود حدیث سے ثابت ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے محبوب صحابی تھے اور بڑے لاڈلے صحابی تھے انہی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

"وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاُحِبُّكَ يَا مَعَاذ"

اللہ کی قسم اے معاذ مجھے تم سے محبت ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں بڑی سعادت کی بات ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا گورنر بنا کر روانہ فرمایا تو ان سے پوچھا:

"بِمَا تَقْضِیْ يَا مَعَاذ"

اے معاذ کیسے فیصلہ کرو گے، کس چیز کے ساتھ فیصلہ کرو گے۔

تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"بِكِتَابِ اللّٰهِ"
میں اللہ کی کتاب قرآن مجید سے فیصلہ کروں گا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"فَإِنْ لَمْ تَجِدْ"
اگر تم قرآن میں اس کا حکم نہ پاؤ، تو پھر کیا کرو گے، تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:
"بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ"
پھر میں اللہ کے رسول کی سنت کے ساتھ فیصلہ کروں گا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"فَإِنْ لَمْ تَجِدْ"
اگر اس میں بھی وہ تمہیں نہ ملے احادیث میں بھی نہ ملے تو پھر کیا کرو گے، تو عرض کیا:
"أَجْتَهِدُ بِرَأْيِي"
پھر میں اجتھاد کروں گا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جواب پر بڑے مسرور ہوئے۔
تو شرعی احکامات کی یہ چار دلیلیں ہیں ان چاروں میں سے کسی بھی ایک سے یہ حکم ثابت ہو جائے تو وہ شرعی حکم ہی کہلاتا ہے۔ ایک مسلمان کے لئے اس کی پابندی کرنا ضروری ہوتا ہے۔

تو میرے دوستو اور بزرگو، جب شرعی حکم ان چاروں میں سے کسی بھی ایک سے ثابت ہو سکتا ہے تو پھر مطالبہ کرنا کہ میں تو تب مانوں گا کہ جب مجھے حکم فلاں خاص دلیل سے دکھائیں گے، یا میں تو تب مانوں گا جب مجھے آپ یہ حکم خاص احادیث سے ثابت کر کے دکھائیں گے۔

میرے دوستو دلیلیں چار ہیں اور چاروں مسلم ہیں تو پھر کسی خاص دلیل سے دکھانے کا مطالبہ احمقانہ مطالبہ ہو گا، جو کہ درست نہیں ہو گا، اس کی مثال ایسی ہے جیسے آپ نے عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا، کہ فلاں آدمی نے میرے دس ہزار روپے دینے ہیں اب مدعی علیہ اس کا انکار کرتا ہے، تو آپ نے گواہوں سے اپنا یہ دعویٰ عدالت میں ثابت کرنا ہے، وہ دو گواہ زید اور عمر بھی ہو سکتے ہیں اور خالد اور بکر بھی ہو سکتے ہیں، بہر حال وہ دو گواہ ہونے چاہئیں جو عاقل بالغ اور دیانت دار ہوں، اب آپ کا مدعی علیہ عدالت میں آ کر کہتا ہے کہ میں تو تب مانوں گا جب خالد اور بکر گواہ ہوں گے، یا میں تب مانوں گا کہ جب جنرل پرویز مشرف اور صدر رفیق تارڑ گواہی دیں گے، تو بتائیے اس کا یہ احمقانہ مطالبہ دنیا کی کوئی عدالت بھی تسلیم کرے گی۔ اس کو سمجھایا جائے گا کہ بھائی دعویٰ ثابت ہوتا ہے دو گواہوں سے چاہے وہ جو بھی ہوں معتاب اور بدر ہوں یا جنرل پرویز مشرف اور صدر رفیق تارڑ ہوں، تو علی التعیین دو گواہوں کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔

میرے دوستو خوب اچھی طرح سمجھ لو، جس طرح علی التعیین دو گواہوں کا مطالبہ احمقانہ مطالبہ ہے، اسی طرح کسی بھی مسئلہ کو ثابت کرنے کے

لئے علی التعیین قرآن کی آیت کا مطالبہ کرنا کہ مجھے تو قرآن سے دکھاؤ ہے تو مانوں گا، یہ مطالبہ بھی جاہلانہ ہے، مسئلہ بہر حال ثابت ہو جائے گا چاہے قرآن سے ثابت کردیا جائے چاہے احادیث سے چاہے اجماع امت سے چاہے قیاس سے یہ چاروں شرعی دلیلیں ہیں ان دو تمہیدی باتوں سے یقیناً آپ کو یہ بات سمجھ میں آگئی ہوگی کہ اصولی طور پر داڑھی رکھنے والے حکم کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں کیوں کہ وہ تو فطرت اور قانون کے موافق ہے پھر اگر دلیل ہو بھی تو یہ مطالبہ کرنا کہ وہ دلیل قرآن کی آیات ہی ہو، یہ مطالبہ بھی غلط ہے، بلکہ چاروں دلیلوں میں سے کسی بھی ایک سے اس کا ثابت ہونا کافی ہے۔

اب یہ باتیں ذہن میں رکھنے کے بعد اس پہلے شبہ کے جوابات غور سے سنیں۔ شبہ یہ تھا کہ داڑھی رکھنے کا حکم قرآن میں نہیں ہے۔ اگر داڑھی رکھنا اتنا ضروری ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کا حکم قرآن میں ضرور نازل فرماتے۔

پہلا جواب

پہلا جواب اسکا یہ ہے کہ قرآن کریم میں یہ کہاں لکھا ہوا ہے کہ مسلمانوں کے لیے صرف اسی کا حکم ماننا ضروری ہوگا جو قرآن میں ہوگا اگر آپ اس بات پر مصر ہیں کہ ہم تو وہی حکم مانیں گے جو قرآن میں ہوگا تو پھر ہمیں بھی اپنا یہ دعویٰ قرآن کریم کی کسی آیت سے ثابت کر کے دکھاو۔

دوسرا جواب

پہلا جواب تو محض الزامی جواب تھا تحقیقی اور اصل جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ قرآن کریم میں فقط اصول دین یعنی دین کی بنیادی باتوں کا بیان ہے اور اجمال ہے۔ اسکی تفصیل سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے افعال اور اقوال سے بیان فرمائی ہے۔ آپکے ارشادات کو اور اپ کی سیرت کو درمیان سے نکال دیا جائے تو قرآن کبھی بھی سمجھ میں نہیں آسکتا دیکھو قرآن میں ہے اقیموا الصلاۃ نماز قائم کرو اب نماز کیسے پڑھنی ہے کس وقت پڑھنی ہے اور کس وقت کی کتنی رکعات ہیں رکوع کیسے کرنا ہے اور سجدہ کیسے کرنا ہے اس کا ذکر قطعاً قرآن میں نہیں یہ ساری تفصیلات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات سے اور اپنے عمل سے بیان فرمائیں خود نماز پڑھ کر صحابہ کو سکھلائی اور ارشاد فرمایا اسی طرح قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا زکوۃ ادا کرو مگر کتنے مال پر زکوۃ فرض ہوگی اور کتنی نکالی جائے گی کتنے عرصے بعد نکالی جائے گی ان میں سے کوئی بات بھی قرآن نے بیان نہیں فرمائی بلکہ یہ ساری تفصیلات سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں اب اگر ان احادیث کو درمیان سے نکال دیا جائے تو ان قرآنی احکامات پر بھی عمل ناممکن ہو جائے گا قرآن پر بھی صحیح معنوں میں عمل تب ہی ہو سکتا ہے جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ارشادات کو

بھی سامنے رکھا جائے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے اس قسم کے ایک شخص کو ڈانٹتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ تم احمق ہو قرآن میں یہ کہاں لکھا ہوا ہے کہ ظہر کی چار رکعت ہیں اور ان میں اونچی آواز سے قراءت نہیں ہے ظاہر ہے یہ باتیں تو احادیث اور آپ کے عمل ہی سے معلوم ہوں گی۔

تیسرا جواب :

قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ نے بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تاکید کی ہے فرمایا :

وَأَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ،،

اور فرمایا :

مَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا،،

تو آپ کے ارشادات اور احکامات کی اطاعت حقیقت میں قرآن ہی کی اطاعت ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عورت کو مسئلہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو دوسروں کے جسم پر نقش و نگار بنانے والی ہوں بال چننے والی ہوں دانت باریک کرنے والی ہوں

تو اس عورت نے جواب دیا میں نے تو قرآن میں کہیں نہیں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے تو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا قرآن کو غور سے پڑھتی تو ضرور مل جاتا کیا تو نے قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی:

مَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا،،

اللہ تعالیٰ کا رسول جو حکم تمہیں دیں اس کو قبول کرو اور جس سے روکے اس سے باز آجاؤ تو ابن مسعود کا اشارہ بھی اس طرف تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت حقیقت میں اللہ کے قرآن کی ہی اطاعت ہے۔

چوتھا جواب

چوتھا جواب اس شبہ کا ہے کہ آپ کا یہ کہنا کہ داڑھی والا حکم قرآن میں نہیں ہے یہ بات ہی غلط ہے بلکہ داڑھی بڑھانے کا حکم بھی قرآن میں ہی موجود ہے اور داڑھی منڈوانے والے فعل کا تذکرہ بھی قرآن ہی میں موجود ہے اس طرح داڑھی بڑھانا پیغمبرانہ عمل قرار دیا گیا ہے۔

حضرت موسیٰؑ جب تورات لے کر کوہ طور سے واپس آئے تو قوم کو گمراہی میں مبتلا دیکھ کر بڑے جلال میں آگئے اور اپنے بھائی ھارونؑ کو جو نگران بنا کر گئے تھے تو موسیٰؑ سمجھے شاید اس نے سستی کی اور لاپرواہی کی تو موسیٰ نے

غصے میں حضرت هارون کے سر کے بال اور داڑھی کو پکڑ لیا قرآن کریم نے اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے حضرت هارونؑ کا یہ قول نقل فرمایا کہ انہوں نے حضرت موسیٰ کو مخاطب کر کے کہا تھا

"یَابْنَ اُمَّ لَاتَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ وَلَا بِرَأْسِیْ"

اے میرے ماں کے بیٹے میری داڑھی اور میرے سر کے بالوں کو مت پکڑ ان کو چھوڑ دے میں آپکو اصل بات بتاتا ہوں اس سے معلوم ہوا کہ داڑھی اتنی لمبی تھی کہ پکڑنے میں آگئی تھی تو ثابت ہو گیا کہ قرآن نے داڑھی بڑھانے کو پیغمبرانہ عمل قرار دیا اور پیغمبروں کی اقتداء اور اتباع کرنے کا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حکم دیا گیا انبیا علیہ السلام کا تذکرہ فرمانے کے بعد آپکو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا :

"اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ ھَدٰھُمُ اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ"

یہ وہ لوگ تھے جن کو اللہ نے ہدایت دی ہوئی تھی آپ بھی انکی اقتداء کریں۔ تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی انبیاء اقتداء کا حکم دیا ہے ہمیں تو اور زیادہ تاکیدی حکم ہو گا انبیاء کی اقتداء کرنے کا بہر حال اتنی بات ثابت ہو گئی کہ داڑھی بڑھانے والا حکم قرآن میں بھی کسی نہ کسی درجے میں موجود ہے۔

اسی طرح داڑھی منڈوانے والے فعل کا تذکرہ بھی قرآن میں موجود ہے اس طرح کہ اس کو شیطانی عمل قرار دیا گیا ہے کہ شیطان نے راندہ درگاہ

ہوتے کہا تھا میں بنی آدم کو ضرور گمراہ کروں گا :

"لأُضِلَّنَّهُمْ"

میں ان کو ضرور گمراہ کروں گا میں ان کو ضرور گمراہ کروں گا یہ ضرور اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں کو بگاڑا کریں گے مفسرین کرام نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ داڑھی منڈوانا بھی تغیر خلق اللہ ہے اور اللہ کی بنائی ہوئی چیز کو بگاڑنا ہے تو معلوم ہوا کہ داڑھی منڈوانا شیطانی عمل ہے جس کی اتباع سے اللہ تعالی نے بار بار قرآن میں منع فرمایا :

"وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ"

شیطان کی پیروی مت کرو یہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور فرمایا جس نے شیطان کی اطاعت کر کے اس کو اپنا دوست بنایا یہ صریح نقصان میں واقع ہوا۔

بہر حال جو تھا جواب یہ ہوا کہ داڑھی والا مسئلہ نفی اور اثبات دونوں طریقوں سے کسی نہ کسی درجے کے لئے اتنے ہی جواب کافی ہیں اور نہ ماننے والے کے لئے ہزاروں بہانے ہوتے ہیں ورنہ خود سوچیں قرآن میں کتنی صریح احکامات موجود ہیں نماز روزے کے زکوۃ اور حج کے۔ حلال کے حرام کے سود جوئے شراب کے تو کب سارے مسلمانوں نے ان پر عمل شروع کر دیا ہے بس یہ صرف ایک بہانہ ہے کہ ہمیں داڑھی والا حکم قرآن میں دکھاؤ تو ہم مانیں گے

ہدایت اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین کی صحیح سمجھ عطاء فرمائے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ :

سترھویں تقریر

سترھویں تقریر

داڑھی منڈانا اور کترانا گناہ بے لذت

قسط (۴)

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّىْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْد

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَ هُمُ الْعِـــــزَّةَ فَـــــاِنَّ الْعِــزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعــــــاً

صدق اللہ العظیم

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو'

داڑھی کے مسئلہ میں جو لوگوں کے شبہات ہیں ان کا حل بیان ہو رہا ہے' گزشتہ جمعے کو پہلا شبہ بیان ہو چکا ہے اور تفصیلاً اس کے جوابات بھی عرض کر دیئے تھے۔

دوسرا شبہ :

بعض لوگ کہتے ہیں کہ چلو جی ہم قرآن کے ساتھ ساتھ حدیث بھی ماننے کے لئے تیار ہیں مگر شرط یہ ہے کہ وہ حدیث بخاری شریف کی ہو ہم تب مانیں گے۔

جواب :

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن کی کس آیت میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ حدیث وہی صحیح ہو گی جو بخاری میں ہو گی اور اس کے علاوہ باقی سب حدیثیں رد کر دینا' یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہیں ارشاد فرمایا ہو کہ بس بخاری شریف کی حدیث کو ماننا اس کے علاوہ کسی اور حدیث کو ماننے کے لئے تیار نہ ہونا۔

میرے دوستو پوری بخاری شریف میں تین چار ہزار احادیث ہیں باقی سب تکرار ہے' اب ان کے علاوہ جو لاکھوں حدیثیں ہیں کیا ان سب کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیں گے' العیاذ باللہ خود امام بخاری رحمہ اللہ کو ایک لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں امام بخاری نے کبھی بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ جتنی صحیح احادیث تھیں وہ ساری میں نے اس طرح جمع کر دی ہیں کہ اس کے سوا اگر کوئی حدیث ملے تو وہ

صحیح ہی نہ ہوگی ہاں صرف یہ دعویٰ کیا کہ میں نے صحیح احادیث کے جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے تو جو حدیث بخاری شریف میں ہوگی وہ صحیح ضرور ہوگی اس کو ایک مثال سے سمجھیں ایک ڈاکٹر اور حکیم ایک کتاب لکھتا ہے اسمیں بہت ساری امراض کے مستند نسخے لکھ دیتا ہے تو اس کا یہ دعویٰ تو ہوگا کہ اس کتاب میں جتنے نسخے ہیں وہ مستند ہیں لیکن یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ جتنے مستند تھے وہ میں نے اس کتاب میں جمع کر دیئے ہیں بہر حال میرے دوستو یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے جو پرویزیوں کی طرف سے پھیلائی گئی ہے۔

تیسرا شبہ:

بعض یہ اعتراض کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی اس لئے رکھی تھی کہ اھل عرب داڑھی رکھا کرتے تھے تو اپنی قوم اور قبیلہ کے رواج کے مطابق آپ نے بھی داڑھی رکھ لی یہ کوئی شرعی حکم نہیں تھا اگر اس زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے تو العیاذ باللہ ہماری طرح ہوتے العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔

جواب:

میرے دوستو یہ بڑی احمقانہ بات ہے اور عجیب سوال ہے آپ

سو چیں پیغمبر رسم رواج ختم کرنے کیلئے آتا ہے یا رسم رواج پر عمل کرنے کیلئے
آتا ہے اہل عرب لڑکیوں کو زندہ در گور کیا کرتے تھے پیشاب پاخانہ کرتے وقت
پردہ نہیں کرتے تھے داڑھیوں میں گرہ لگاتے تھے ننگے طواف کرتے تھے جوا کھیلتے
تھے شراب پیتے تھے سود لیتے تھے ان ساری چیزوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
باطل قرار دیا تھا یہی توجہ بنی تھی دشمنی کی وہ کہتے تھے یہ صابی ہو گیا باپ دادا
کے دین کو چھوڑ دیا ہم تو اپنے باپ دادا کے دین کو نہیں چھوڑیں گے۔

"بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَ نَا"

ہم اسی کو مانیں ہے جس پر ہم نے اپنے آباء واجداد کو پایا' میرے دوستو
انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قوم کی اصلاح کے لئے آئے تھے ان کے رسم ورواج کو
ختم کر کے اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ کی ان کو تعلیم دیتے تھے۔

اصل میں بات یہ تھی کہ اہل عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل
میں سے تھے ان میں بہت ساری چیزیں دین ابراہیمی کی اصلی حالت میں باقی تھیں'
ان میں سے مثلاً ختنہ کرانا' داڑھی بڑھانا مونچھیں صاف کرانا نکاح وغیرہ کرنا' اہل
عرب میں سو میں سے ایک آدمی مشکل ملتا تھا جس کی داڑھی نہ ہو توان کے اندر یہ
چیزیں دین ابراہیمی والی تھیں' آپ کو اللہ نے حکم فرمایا:

"وَأَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفاً"

کہ آپ دین ابراہیمی کی پیروی کریں تو اس حکم کی وجہ سے آپ صلی
اللہ علیہ وسلم دین ابراہیمی والی جو چیزیں اہل عرب میں رائج تھیں ان کو جوں کا

توں باقی رکھا' خود بھی عمل کیا اور صحابہ کرام کو بھی ان پر عمل کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

چوتھا شبہ :

بعض کہتے ہیں کہ داڑھی منڈانا واقعی حرام ہے مگر کیا کریں اگر ہم داڑھی رکھیں گے تو غیروں کی نظروں میں گر جائیں گے وہ ہمیں جیاد پرست سمجھیں گے۔

جواب :

میرے دوستو یہ بھی کیسی بے وقوفی کی بات ہے کافروں اور فاسق فاجر انسانوں کی نگاہ میں ذلیل ہونا کتنی بے وقوفی کی بات ہے 'میرے دوستو کافر اللہ اور اللہ کے پیغمبر کی نگاہ میں ذلیل ہیں' قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

"وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَاناً"

کافروں کو ذلیل کر کے ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈالا جائے گا۔

تو ان ذلیلوں کی نگاہ میں عزت والا بننا چاہتے ہیں'

حالانکہ عزت کے خزانے تو اللہ کے پاس ہیں' قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"أَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَ هُمُ الْعِزَّةَ"

یہ منافق ان کافروں کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں' حالانکہ :

"فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعاً"

ساری عزت اللہ کے لئے ہے اسی کے پاس عزت اور ذلت کے خزانے ہیں' جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے ذلت سے ہمکنار کر دیتا ہے۔

سورۂ منافقون میں ارشاد فرمایا :

"وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهِ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَايَعْلَمُوْنَ"

اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول کیلئے لیکن منافقین اس بات کی حقیقت نہیں سمجھ سکتے تم داڑھی منڈا کر کافروں کو خوش کر رہے ہو ارے خدا کے بندو کافروں کو کہاں تک خوش کرو گے وہ تو تمہارے مسلمان ہونے سے بھی راضی نہیں تو کیا پھر تم کافروں کی وجہ سے اسلام کو بھی چھوڑ دو گے ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصَارٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ"

اور ہرگز آپ سے یھودی اور نصرانی اس وقت تک خوش نہیں ہوں گے جب تک آپ انکے دین کی پیروی نہیں کر لیتے۔

ہائے افسوس مسلمانو'

کافرانہ کفر پر اور کفریہ اعمال پر بے حیائی کے کاموں پر اپنی بیٹیوں اور بیویوں کے ناچنے پر نہیں شرماتے اور تم اپنے پیغمبر کی محبوب سنت کو اپنانے پر شرمار ہے ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا' اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کے ذریعے عزت عطاء فرمائی ہے 'ہم اگر اسلام کے سوا کسی اور چیز کے ذریعے سے عزت تلاش کریں گے تو پھر اللہ پاک ہمیں ذلیل فرمادیں گے ارے خدا کے بندو دنیا کی جھوٹی عزت کا تو خیال ہے مگر میدان محشر کی ذلت کا خیال نہیں' جہاں ساری کائنات جمع ہوگی' وہاں کی ذلت کا خیال نہیں۔

بہر حال میرے دوستو یہ سوچو کس کو راضی کر رہے ہو اور کس کو ناراض کر رہے ہو' کس کو خوش کر رہے ہو اور کس کو ناخوش کر رہے ہو 'مسلمانوں کی تو یہ شان ہونی چاہئے۔

سارا جہاں مخالف ہو پروا نہ چاہئے
مد نظر تو بس مرضی جانانہ چاہئے
اس نظر سے کر تو فیصلہ
کیا کیا کرنا چاہئے کیا کیا نہ چاہئے

پانچواں شبہ :

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ داڑھی رکھنے سے آدمی بد صورت ہو جاتا ہے اور بد صورت نظر آتا ہے 'انا للہ وانا الیہ راجعون'

جواب :

میرے دوستو اور بزرگو' اللہ نے جس کو خوبصورتی دی ہوتی ہے حسن و جمال عطاء کیا ہوتا ہے اس کو ان مصنوعی چیزوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔

"حاجت مشاطہ نیست روئے دلآرام را "

جس کو اللہ تعالیٰ نے حسن و جمال دیا ہوتا ہے اس کو بال سنوارنے اور کنگھا کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی' تو جس کو اللہ تعالیٰ نے حسن و جمال سے مالا مال کیا ہو داڑھی اس کے حسن کو کم نہیں کرتی اور جس کو شروع سے بد صورتی ملی ہو وہ داڑھی صاف کروا کر بھی بد صورت نظر آتا ہے' بلکہ گناہ کی نحوست سے بد صورتی اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔

میرے دوستو غور کرو اللہ پاک تمام انبیاء علیہم السلام کو بہت زیادہ حسن و جمال عطاء فرماتے ہیں' نبی ہر زمانے میں اپنے زمانے کے تمام لوگوں سے زیادہ حسن و جمال والا ہوتا پھر انبیاء علیہم السلام میں سے اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف

علیہ السلام کو سب سے زیادہ حسن و جمال عطاء فرمایا تھا اللہ تعالیٰ نے حسن و جمال کو پیدا فرما کر دو حصے کر دیئے آدھا حصہ پوری دنیا پر تقسیم فرمایا اور آدھا مکمل سارا کا سارا حضرت یوسف علیہ السلام کو عطاء فرمایا'

پھر آمنہ کے لال کو جو حسن عطاء فرمایا تھا اس کا تو کہیں ہی کیا ساری کائنات کے حسین مل کر کے بھی آپ کے حسن و جمال کا مقابلہ نہیں کر سکتے

چودھویں کا چاند آپ کے حسن کا مقابلہ نہیں کر سکتا'

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے 'چودھویں کا چاند چمک رہا تھا' میں ایک نگاہ کملی والے کے چہرہ انور پر ڈالتا تھا تو دوسری نگاہ چاند پر ڈالتا تھا' مگر خدا کی قسم چودھویں کا چاند آپ کے حسن و جمال کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہے۔

میرے دوستو غور فرمائیں اگر داڑھی حسن و جمال کو نقصان پہنچاتی اس سے آدمی بد صورت نظر آتا تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء علیہم السلام کو داڑھی صاف کرانے کا حکم دیتے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو العیاذ باللہ داڑھی صاف کرانے کا حکم دیتے' میرے دوستو جس کو اللہ نے حسن و جمال سے نوازا ہوتا ہے داڑھی اس کے حسن و جمال میں اضافہ کرتی ہے نہ کہ کمی۔

اصل بات یہ ہے کہ حسن پیدا ہوتا ہے'

نیک اعمال سے،

"اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تقویٰ سے نورانیت پیدا ہوتی ہے"
انسان کا رنگ جیسا بھی ہو تقویٰ والی نورانیت اس کے چہرے سے نظر آتی ہے اور دیکھنے والوں کی نگاہ میں اس کو خوش نما بنا دیتی ہے۔
ہندوؤں سے مناظرہ ہو رہا تھا' علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ اسٹیج پر تشریف فرما تھے' نورانی چہرہ پوری داڑھی سنت کے مطابق' حضرت کے چہرے کی نورانیت کو دیکھ کر ہندو مناظر اتنا متاثر ہوا کہ بے اختیار ہو کر کہنے لگا' اگر کسی کے چہرے کو دیکھ کر اسلام قبول کیا جاتا تو انور شاہ کا چہرہ اس قابل ہے کہ انسان اس کو دیکھ کر اسلام قبول کر لے یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔

چھٹا شبہ :
بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر داڑھی رکھیں تو یا ملازمت نہیں ملے گی اگر ملازمت مل بھی گئی تو بڑے عہدوں سے رہ جائیں گے' ترقی نہ ہو گی' خاص کر فوج میں تو داڑھی والے کو جنرل نہیں بننے دیتے۔

جواب :
میرے دوستو پہلی بات تو یہ ہے کہ گناہ کر کے نوکری لینے اور عہدے حاصل کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے حدیث شریف میں آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے رزق کا تمہیں دیر سے ملنا اس بات پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم اس رزق کو اللہ کی نافرمانیوں اور گناہوں کے ذریعے طلب کرنے لگو۔

دوسری بات یہ سمجھیں کہ یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے کہ داڑھی ترقی سے مانع ہوتی ہے میرے دوستو اصل بات یہ ہے کہ نوکری ملازمت اور عہدہ اور ترقی ملتی ہے کمال کو جس میں کوئی کمال ہوگا کوئی ہنر ہوگا اور محنت کر کے اس نے اپنے فن میں مہارت حاصل کرلی ہوگی اس کو ملازمت بھی ملے گی اور ترقی بھی ملے گی داڑھی اس کی ملازمت میں اور ترقی میں رکاوٹ نہیں بنی دیکھئے سکھ داڑھی بھی رکھتے ہیں ان کو ملازمتیں بھی ملتی ہیں عہدے بھی ملتے ہیں داڑھی کے ساتھ ہندوستان کا ایک صدر سکھ رہ چکا ہے داڑھی والے انجینیئر ڈاکٹر سائنسدان پروفیسر کئی آپ کو ایسے مل جائیں گے جنہوں نے داڑھی کے باوجود ترقی حاصل کی آپ سوچیں ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو اگر اللہ توفیق دیدے وہ داڑھی رکھ لے تو کیا اس کی نوکری ختم ہو جائے گی ہرگز نہیں اس لئے کہ انہوں نے محنت کر کے ایسا کمال حاصل کر لیا ہے اور اپنے فن میں ایسی مہارت حاصل کرلی ہے کہ وہ ملازمت اور گورنمنٹ کے محتاج نہیں رہے بلکہ حکومت اور ملازمت ان کی محتاج ہو گئی ہے۔

تو یہ شیطانی چال ہے کہ داڑھی رکھنے سے ملازمت سے محروم ہو جائیں گے نوکری اور ترقی ملتی ہے اہل کمال کو اور کمال حاصل ہوتا ہے محنت سے اور

محنت ہم سے ہو نہیں سکتی اس لئے سارا غصہ داڑھی بے چاری پر نکال رہے ہیں۔

ساتواں شبہ :

بعض کو یہ بھی کہتے ہوئے سنا گیا کہ دین جہاں سے آیا ہے وہاں بھی داڑھی نہیں ہے عرب کے مسلمان اسی طرح مصر کے مسلمان اور ترک مسلمان داڑھی نہیں رکھتے اگر داڑھی اتنی ضروری ہوتی جتنی مولویوں نے بنائی ہوئی ہے تو اہل عرب تو کم از کم داڑھی رکھتے۔

جواب :

یہ بھی عجیب شبہ ہے' شرعی دلیل اور حجت تو قرآن اور حدیث ہے' مسلمان کے لئے کسی کا عمل حجت نہیں' عرب' ترک اور مصر کے مسلمان یورپین فیشن کے سیلاب میں بہہ گئے ہیں اور یورپ کے فیشن کے دلدادہ ہو گئے ہیں ان کا قول اور عمل ہمارے حجت نہیں ہو سکتا' ہم نے تو دیکھنا ہے قرآن اور حدیث کو کہ قرآن اور حدیث کیا کہتے ہیں۔

میرے دوستو آج بھی عرب اور مصر میں دیندار اور مخلص علماء ایسے موجود ہیں جن کی داڑھی اب بھی سنت کے مطابق ہے' ان کی تقلید کا خیال کیوں ہمارے دلوں میں پیدا نہیں ہوتا' بہر حال کسی کا عمل حجت نہیں ہو سکتا' تمام انبیاء

علیہم السلام، تمام صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، تمام اولیاء، غوث، قطب اور ابدال جتنے بھی دنیا میں آئے داڑھی والے تھے، تو ان بزرگان دین اور اللہ کے محبوب بندوں کے عمل کو سامنے رکھا جائے گا نہ کہ یورپ کے فیشن کے دلدادہ مصری اور عرب مسلمانوں کے عمل کو۔

باقی انشاء اللہ آئندہ اب وقت ختم ہو رہا ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ :

اٹھارویں تقریر

اٹھارویں تقریر

داڑھی صاف کرانا اور کترانا گناہ بے لذت ہے

قسط (۵)

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ علی رَسُوْلِهِ الکریم امّا بعد

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو،

داڑھی کا مسئلہ بیان ہو رہا ہے، اس مسئلہ میں بعض لوگ شبہات کا شکار ہیں، ان کا بیان ہو رہا تھا، اب تک سات شبہات اور ان کے جوابات ہو چکے ہیں۔

آٹھواں شبہ:

بعض لوگوں کو شبہ کہتے ہو بھی سنا گیا کہ داڑھی رکھنا زیادہ سے زیادہ سنت ہی تو ہے، آپ تو ہاتھ دھو کراس پیچھے کے اس طرح پڑ گئے ہیں، جیسے یہ فرض یا واجب ہو، جہاں ہم اور سنتوں پر عمل نہیں کر رہے اگر ایک یہ بھی رہ گئی تو کیا آسمان گر پڑے گا۔

جواب:

اس شبہ کا جواب یہ ہے، کہ داڑھی کا سنت ہونا جو مشہور ہے اس سنت سے مراد اس کا فقہی حکم نہیں ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ داڑھی رکھنا سنت ہے، یعنی داڑھی رکھنا طریقہ محمدی ہے جو کچھ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے وہ سب طریقہ محمدی ہے، تو سنت نام ہے طریقہ محمدی کا، جیسے اذان؛ نماز پنجگانہ طریقہ محمدی ہے، اور ختنہ جانا طریقہ ہے ہنود و نصاریٰ کا، رمضان کے روزے رکھنا طریقہ محمدی ہے اور اس کے مقابلہ میں برت طریقہ ہے ہندوں کا، ۹/ذی الحجہ کو عرفات کے میدان میں حاضری یہ طریقہ محمدی ہے اور گنگا کا نشنان یہ طریقہ ہے ہندوں کا، داڑھی کا بڑھانا اور مونچھوں کا صاف کرانا طریقہ محمدی ہے اور داڑھی کا صاف کرانا اور مونچھیں بڑھانا طریقہ ہے مجوسیوں کا اور

نصرانیوں کا، اور باقی غیر مسلموں کا،

تو سنت نام ہے طریقہ محمدی کا کہ جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے وہ سب طریقہ محمدی ہے، پھر طریقہ محمدی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہتمام کی مقدار کو ظاہر کرنے کے لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس عمل کا کتنا اہتمام فرمایا اس کو واضح کرنے کے لئے فقہاء کرام نے چار درجے قائم فرمائے، فرض، واجب، سنت اور مستحب، جس فعل کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا اہتمام فرمایا ہو کہ بلا ضرورت شدیدہ کبھی بھی ترک نہ فرمایا ہو اس کا نام فرض یا واجب رکھا، پھر فرض اور واجب میں بھی تھوڑا سا فرق ہے، جو علماء سمجھ سکتے ہیں، عوام الناس کے سمجھنے کی بات نہیں ہے۔

بہر حال عمل کے اعتبار سے دونوں ایک ہی ہیں، تو جس فعل کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا اہتمام فرمایا ہو کہ بغیر سخت مجبوری کے کبھی بھی ترک نہ فرمایا ہو، اس کا نام فقہاء نے فرض یا واجب رکھا ہے اور جس کا اہتمام اس سے کم فرمایا ہو اس کا نام سنت رکھا، اور جس عمل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار دیا ہو کہ کرو تو ثواب ہے اور نہ کرو تو کوئی حرج نہیں اس کا نام مستحب یا نفل رکھ دیا، جیسے عشاء میں چار رکعت تو فرض ہیں اور تین رکعت وتروں کی واجب ہیں اور دو رکعت سنت ہیں، اور میرے دوستو خوب اچھی طرح سمجھ لو یہ فقہاء کا احسان ہے امت پر کہ اپنی زندگی کھپا گئے اس کام میں اور ہمارے لئے آسانیاں پیدا کر گئے۔

جو حضرات فقہ کے نام سے چڑتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں براہ راست قرآن وحدیث کو سمجھنے کا، وہ حضرات ہمیشہ عمل کا درجہ متعین کرنے میں پریشانی کا شکار رہتے ہیں، مثلاً پوری نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے تکبیر تحریمہ سے لیکر سلام تک، پھر اس میں درجات متعین ہیں کہ فلاں چیز اس میں واجب ہے، فلاں فرض ہے، فلاں سنت ہے، فلاں مستحب ہے، فرض رہ جائے تو نماز نہیں ہوتی، چاہے بھول کر ہو چاہے جان بوجھ کر ہو، اسی طرح واجب جان بوجھ کر چھوڑدے تو نماز لوٹانی واجب ہوگی نہ لوٹائے گا تو گناہ ہوگا مگر فرض اداء ہو گئے، ذمے سے اتر جائے گا، سنت رہ جائے تو گناہ گار ہوگا مگر نماز ہو جائے گی اسی طرح مستحب رہ جائے تو ثواب میں کمی ہوگی مگر نماز بہر حال ہو جائے گی۔

میرے دوستو یہ سارے درجات ایسے ہیں کہ قرآن کریم کی کسی آیت سے ثابت نہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث میں بھی یہ مذکور نہیں کہ فلاں کام فرض ہے اور فلاں کام واجب ہے اور فلاں کام سنت ہے، بلکہ بعد میں قرآن وسنت کو سامنے رکھ کر فقہاء نے یہ درجات متعین فرمائے ہیں ، اور کیسے متعین کئے یہ کوئی آسان کام نہیں تھا، بلکہ اپنی زندگی کے قیمتی اوقات کو کھپادیا اس میں، اور امت کے لئے آسانیاں پیدا فرماگئے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ قرآن وحدیث سے مسائل کا استنباط فرماکر جب فقہ کو باقاعدہ فن کی شکل میں مدوّن فرمارہے تھے، اس وقت امام صاحب کے پاس ایک ہزار علماء کا مجمع تھا جس میں چالیس ایسے عالم تھے جو اجتہاد کے درجے کو پہنچے ہوئے تھے، ان کے سامنے

مسئلہ پیش ہوتا اس پر بحث کی جاتی بسا اوقات ایک ایک مہینہ تک بحث ہوتی رہی آخر کار جب طے ہو جاتا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے، اب اس مسئلہ کو لکھ لو۔

عبد اللہ ابن مبارک رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ میں امام ابو حنیفہ کی مجلس میں صبح شام جایا کرتا تھا ایک دن مجلس میں حاضر ہوا تو حیض کے ایک مسئلہ پر بحث ہو رہی تھی، چنانچہ تین دن تک بحث ہوتی رہی، آخر کار تیسرے روز کی شام کو اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا جس سے معلوم ہوا کہ آج مسئلہ حل ہو گیا۔

اسی طرح اتنی محنت کرنے کے بعد فقہ کے اصول اور مسائل مدون ہوئے، بہر حال جو حضرات فقہ کو تسلیم نہیں کرتے اور ان کو فقہاء کرام کی محنتوں پر اور بصیرت پر اعتماد نہیں ہے تو وہ بے چارے ہمیشہ مشکل کا شکار رہتے ہیں اعمال کے درجات قائم نہیں کر سکتے، اس لئے کہ اعمال تو سارے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، اب اس بات کا فیصلہ کرنا کہ کونسا عمل فرض ہے کونسا واجب اور کونسا سنت ہے یہ فقہاء کی بحث کا ثمرہ ہے جس کو وہ تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں اسلئے پریشان رکھتے ہیں مثلاً ثناء بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہے اور تکبیر تحریمہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہی ہے اب جو تکبیر تحریمہ چھوڑدے تو اس کی نماز نہیں ہوتی اور جو ثناء چھوڑدے اس کی نماز ہو جاتی ہے رکوع بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور رکوع کی تسبیحات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہیں اب جو رکوع چھوڑدے اس کی

نماز نہیں ہوتی اور جو رکوع کی تسبیحات چھوڑ دے اس کی نماز ہو جاتی ہے یہی حال سجدہ اور اس کی تسبیحات کا ہے کہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں مگر سجدہ چھوڑنے والی نماز نہیں ہوتی اور جو سجدہ کی تسبیحات چھوڑ دے اس کی نماز ہو جاتی ہے جب دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں تو دونوں میں یہ فرق کیوں ہے کہ ایک کے چھوڑنے سے تو نماز فاسد ہو رہی ہے مگر دوسرے کے چھوڑنے سے نماز ادا ہو جاتی ہے یہ فرق فقہاء نے بیان فرمایا قرآن و حدیث کو براہ راست سمجھنے کا دعویٰ کرنے والے حضرات ساری زندگی لگے رہیں مگر ان دونوں میں فرق بیان نہیں کر سکتے بہر حال بات دوسری طرف نکل گئی۔

اصل بات یہ چل رہی تھی کہ جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے وہ سب سنت ہے اس معنی میں کہ وہ طریقہ محمدی ہے پھر اس میں فرض واجب سنت کے درجات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہتمام کے مطابق ثابت ہوں گے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا اہتمام کیا کہ کبھی بھی اس کو ترک نہ فرمایا ہو تو فرض یا واجب ہو گا اور کبھی ترک بھی کیا ہو تو سنت ہو گا اور اگر اختیار دیا ہو تو مستحب ہو گا تو داڑھی کو جو سنت کہا جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ داڑھی بڑھانا طریقہ محمدی ہے اور داڑھی صاف کرانا کافروں کا طریقہ ہے باقی داڑھی رکھنے کا درجہ کیا ہے تو میرے دوستو خوب غور سے سن لو، درجے کے اعتبار سے یہ سنت نہیں ہے بلکہ تمام علماء کا اتفاق ہے کہ داڑھی رکھنا واجب

ہے جیسے وتر کی نماز واجب ہے اور اس کا ترک کر دینے والا فاسق ہے اور حرام کا ارتکاب کرنے والا ہے اس کے واجب ہونے کی دو دلیلیں علماء نے بیان فرمائی ہیں۔

پہلی دلیل :

پہلی دلیل اس کے واجب ہونے کی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا اہتمام فرمایا کہ ساری زندگی اس کو صاف نہیں کروایا اور ایک مشت سے کم ہونے کی صورت میں کبھی بھی اس کو نہیں کتروایا، حجۃ الوداع کے موقع پر سر کے بال تو صاف کروائے اور سر کے بال صاف کرانے کا تزکرہ حدیث کی کتابوں میں آتا ہے مگر داڑھی کے صاف کرنے کا ذکر باللہ پورے ذخیرہ حدیث میں کہیں بھی نہیں ملتا بلکہ مختلف انداز سے آپکی داڑھی کا تذکرہ حدیث میں آتا ہے کہیں اس کی لمبائی چوڑائی بیان کی گئی کہ سینے مبارک کو بھر دیتیں تھی

حدیث میں آتا ہے کہ آپ کی داڑھی میں اتنے بال سفید تھے تو معلوم ہوا کہ داڑھی بڑھانے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا اہتمام فرمایا کہ کبھی بھی صاف نہیں کروائی اور اتنا اہتمام کسی فرض یا واجب کا ہی ہو سکتا ہے۔

دوسری دلیل :

احادیث میں مختلف الفاظ سے داڑھی کا حکم امر کے صیغے کے ساتھ وارد ہوا ہے ,, وَفِّرُوْا ، أَوْفُوْا ، وَاعْفُوْا ،، یہ سب صیغے امر کے ہیں اور امر کے صیغے کا وجوب کے لئے ہونا بڑا مشہور ہے۔

نواں اور آخری شبہ :

داڑھی کی مقدار کے بارے میں ہے کہ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ داڑھی رکھنا تو ضروری ہے مگر شریعت کی طرف سے کوئی مقدار مقرر نہیں ہے، بلکہ صرف اتنی داڑھی کافی ہے جو دور سے نظر آئے پھر دوری کی مقدار بھی خود گھڑ لی کہ چالیس قدم سے نظر آئے، اور بعض تو یہاں تک کہنے لگے کہ بس اتنی داڑھی ہو کہ مرد اور عورت میں فرق ہو سکے، بچے، اور امرد میں فرق کر سکیں، میرے دوستو یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے، اس سلسلے میں چار باتیں مختصرا سمجھ لیں۔

پہلی بات:

یہ غلط فہمی ان نام نہاد مولویوں کی طرف سے پھیلائی ہوئی ہے جن کی

شکل وصورت تو مولویوں والی مگر وہ باقاعدہ کسی مستند دینی ادارے کے فارغ التحصیل نہیں ہوتے، میں ان کو کمپوڈر کہا کرتا ہوں، میرے دوستو دنیا کا نظام ہے کہ ہر لائن میں اور ہر فن میں ماہر فن کی بات معتبر ہوتی ہے، نہ کہ ایرے غیرے نتھو پھتو کی، مکان کے نقشے کے بارے میں، پلوں کے نقشے کے بارے میں ، ماہر انجینیر کے مقابلہ میں ایک شٹرنگ کے ٹھیکہ ار کی بات کوئی وقعت نہ ہوگی، ماہر حکیموں اور ڈاکٹروں کی رائے کے مقابلے میں ایک کمپوڈر اور سنیاسی کی بات معتبر نہ ہوگی، لیکن افسوس اور صد افسوس ہے اس بات پر کہ دنیا کی لائن میں تو ہمیں یہ بات یاد رہتی ہے، مگر دین کی لائن میں ہم یہ قانون بھول جاتے ہیں، تو میرے دوستو یہ غلط فہمی داڑھی کی مقدار کے بارے میں اسی قسم کے نام نہاد مولویوں کی پھیلائی ہوئی ہے ورنہ پوری امت میں کسی مستند عالم دین کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں، نہ کسی امام کا نہ کسی محدث کا سب کا اتفاق ہے اس بات پر کہ داڑھی کی مقدار ایک مشت کم از کم ہے، اس سے کم کو ناجائز نہیں ہے۔ بہر حال یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے، خوب اچھی طرح اس کو سمجھ لو۔

دوسری بات:

میرے دوستو دوسری بات یہ سمجھ لیں کہ داڑھی کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جتنے ارشادات ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ چار قسم کے

الفاظ ملتے ہیں احادیث میں ,,أعفُوا ، إرْخُوا ، وَفِّرُوْا ، أوْفُوا،، ان سب کا معنی بڑھانا اور لٹکانا ہے، اب یہ بات ظاہر ہے کہ اگر داڑھی ایک مشت سے کم ہو تو اس کو بڑھانا اور لٹکانا تو نہیں کہا جائے گا ، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان احکامات کی تعمیل کیسی ہو گی۔

تیسری بات :

آپ کی اپنی داڑھی کے بارے میں جتنے ارشادات ہیں احادیث میں ، ان سب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی ایک مشت سے زائد ہوا کرتی تھی۔

پہلی حدیث :

حضرت حسان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمار بن یاسر کو دیکھا کہ وہ اپنی داڑھی کا خلال کر رہے ہیں، تو میں نے ان کو کہا :

,, أتَخَلَّلَ لِحْيَتَكَ ،،

کیا تو اپنی داڑھی کا خلال کر رہا ہے، تو حضرت عمار نے فرمایا :

,,وَمَا يَمْنَعُنِيْ وَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّلُ لِحْيَتَهُ،،

مجھے کون سی چیز روک سکتی ہے حالانکہ میں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی داڑھی مبارک کا خلال کرتے ہوئے دیکھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی کا خلال کیا کرتے تھے، اب آپ خود سوچیں خشخشی داڑھی کا خلال کہاں ہو سکتا ہے اور اس کی ضرورت کہاں پڑتی ہے، معلوم ہوا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کی داڑھیاں اتنی لمبی تھی کہ ان میں خلال ہو سکتا تھا۔

دوسری حدیث:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم سر مبارک میں اکثر تیل لگایا کرتے تھے اور داڑھی مبارک میں اکثر کنگھی کیا کرتے تھے اب میرے دوستو خود سوچو خشخشی داڑھی ہو تو اس میں کنگھی کرنے کی کیا ضرورت؟

تیسری حدیث:

یزید فارسی کاتب قرآن تھے اور تابعی تھے انہوں نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے اپنا خواب

بیان کیا، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے سچا خواب دیکھا، یعنی مجھے ہی دیکھا، شیطان میرے شکل میں نہیں آسکتا، تم اس کا نقشہ بیان کرو جس کو تم نے دیکھا ہے، تو انہوں نے حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے جہاں اور باتیں بیان بتائیں وہاں داڑھی کے بارے میں فرمایا داڑھی مبارک اتنی لمبی چوڑی تھی کہ اس نے آپ کے سینہ مبارک کو بھرا ہوا تھا، پوری بات سن کر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے ایسا نقشہ کھینچا کہ اگر تم بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تو اس سے زیادہ بیان نہ کر سکتے جتنا خواب میں دیکھ کر بیان کیا ہے۔

چوتھی بات :

قرآن نے حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے حضرت ہارون کے یہ الفاظ نقل فرماتے ہیں :

"یَابْنَ أُمَّ لَاتَأْخُذْ بِلِحْيَتِي"

اے میرے ماں کے بیٹے میری داڑھی کو مت پکڑ۔ اس کا واقعہ گزر چکا ہے۔

میرے دوستو اس سے معلوم ہوا کو سابقہ انبیاء کی داڑھی بھی ایک مشت سے زائد ہوتی تھی اور پکڑنے میں آسکتی تھی۔

میرے دوستو یہ مضمون ختم اب ہو رہا ہے، تین چار باتیں مختصر ا مضمون کی تکمیل کے لئے سمجھ لیں پھر یہ مضمون ختم کر دیں گے انشاء اللہ۔

پہلی بات:

ایک مشت سے زائد ہونے کی صورت میں داڑھی کو کترواناجھی جائز ہے، اور یوں ہی چھوڑ دینا بھی جائز ہے، مگر افضل یہ ہے کہ داڑھی کو سنوار کر کے رکھا کرے اور ایک مشت سے زائد بالوں کو کاٹ دیا کرے۔

ترمذی شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اور بخاری شریف میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اور حضرت عمر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہم اجمعین ان سب حضرات کے بارے میں یہ تصریح ہے کہ حج کے موقع پر یہ حضرات ایک مشت سے زائد بالوں کو کتروادیا کرتے تھے۔

دوسری بات:

داڑھی کے ساتھ مونچھوں کا مسئلہ بھی سن لیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں جس طرح داڑھی بڑھانے کا حکم ملتا ہے اس طرح مونچھیں صاف کرانے کا حکم بھی وارد ہوا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

جو مونچھیں نہیں کاٹتا وہ ہم میں سے نہیں ہے ہماری امت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، مونچھیں بالکل صاف کردے یا قینچی سے باریک کردے، دونوں صورتیں جائز ہیں، لیکن پہلوانوں کی طرح بڑی بڑی مونچھیں رکھنا اس طرح کو کھانے پینے کی جو چیز منہ کا ساتھ لگائی جائے تو بال اس چیز میں پڑتے رہیں ایسی مونچھیں رکھنا بالکل ناجائز ہیں، اور انہیں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، کہ جو مونچھیں نہیں کاٹتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

آخری بات:

میرے دوستو جس طرح داڑھی کا صاف کرانا حرام ہے اور ایک مشت سے کم ہونے کی صورت میں داڑھی کا کتروانا حرام ہے۔ اسی طرح حجام کے لئے شیو بنانا اور لوگوں کی داڑھیاں صاف کرنا اور ایک مشت سے کم کرنا بھی حرام ہے، اس لئے کہ جیسے گناہ کرنا درست نہیں تو اسی طرح کسی گناہ کا سبب بننا اور گناہ کرنے میں گناہ کرنے والے کی اعانت کرنا بھی گناہ ہے، جرم کرنا بھی جرم ہے اور مجرم کی اعانت کرنا، مجرم کی مدد کرنا بھی جرم ہوتا ہے۔

میرے دوستو میں نے تو اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے کہ کوئی بات رہ نہ جائے، باقی ہدایت اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین کی صحیح سمجھ عطاء فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ :

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

انیسویں تقریر

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

انیسویں تقریر

شلوار کا ٹخنوں کے نیچے لٹکانا گناہ بے لذت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ

صدق اللہ العظیم

میرے دوستو اور بزرگو گناہ بے لذت بیان ہو رہے ہیں، یعنی ایسے گناہ جن کا ارتکاب کرنے سے دنیا کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، اور اگر ان کو چھوڑ دیا جائے تو دنیا کا ایک ذرہ برابر بھی نقصان نہیں ہوتا، مگر اس کے باوجود آج مسلمانوں کی اکثریت غفلت اور لاعلمی کی وجہ سے ایسے بے فائدہ وبے لذت گناہوں میں مبتلا ہے۔

اب تک دو گناہ اسی قسم کے بیان ہو چکے ہیں، ایک تین طلاق اکٹھی دینا اور دوسرا داڑھی منڈانا اور کترانا، آج اس سلسلے کا تیسرا گناہ بیان کرنا ہے، وہ گناہ ہے شلوار کا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا یہ بھی ایسا گناہ ہے جس کا دنیا میں ذرہ برابر کوئی فائدہ نہیں ہوتا، اور اگر چھوڑ دیا جائے تو کوئی نقصان نہیں ہوگا، اس کا ارتکاب کرنے سے نہ کوئی خواہش پوری ہوتی ہے نہ لذت اور مزہ آتا ہے، مگر پھر بھی غفلت کی وجہ سے اس میں مبتلاء ہے۔

تمہیدی بات:

میرے دوستو یہ بات بار بار بیان ہو چکی ہے کہ ہماری زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں اسلامی تعلیمات موجود نہ ہوں ہماری زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس کے بارے میں اسلامی تعلیمات اور احکامات موجود نہ ہوں اور آدمی کا دین اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک ان تمام تعلیمات پر عمل نہ کرے زندگی کے جس شعبے میں بھی دین کی تعلیمات پر عمل نہیں کرے گا اس شعبے میں اس کا دین ناقص ہوگا، دین کے کامل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں میں اسلامی تعلیمات پر عمل کرے اور ان کی پابندی کرے۔

میرے دوستو ان شعبوں میں ایک شعبہ لباس کا ہے لباس کے معاملے

میں بھی انسان کو آزاد نہیں چھوڑا گیا کہ جو اس کی مرضی آئے پہن لے اور جس قسم کا لباس اس کو پسند ہو وہ پہن لے ، بلکہ لباس کے بارے میں اسلامی احکامات موجود ہیں کہ ایک تو مسلمان کو کیسا لباس پہننا چاہئے اور کونسا لباس نہیں پہننا چاہئے۔

میرے دوستو اسلام نے لباس کے بارے میں جو بنیادی اصول بیان فرمائے ہیں ان میں سے ایک اہم اصول یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ لباس فاخرانہ اور متکبرانہ نہو ایسا لباس نہ ہو کہ اس کو پہن کر انسان تکبر میں مبتلاء ہو جائے اپنے آپ کو بڑا سمجھنا شروع کردے اور دوسروں کو حقیر سمجھنا شروع کردے اس لئے کہ تکبر اللہ تعالیٰ کو بڑا ناپسند ہے اور تکبر پر دلالت کرنے والے ہر چیز ہر نشانی اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے ، تکبر اللہ تعالیٰ کو اتنا ناپسند ہے کہ حدیث میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جل شانہ کا ارشاد نقل فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

"اَلْعِزُّ اِزَارِیْ وَالْكِبْرِيَاءُ رِدَاءِیْ فَمَنْ يُنَازِعُنِیْ عَذَّبْتُهٗ "

عزت میرے ازار اور بڑائی میری چادر ہے جو مجھ سے ان دونوں میں جھگڑا کرے گا مجھ سے چھیننا چاہے گا تو میں اس کو عذاب دوں گا ، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہو وہ جنت میں نہیں جائے گا قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

"اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ"

بے شک اللہ تعالی ہر تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتے۔

تو میرے دوستو تکبر اللہ تعالی کو بہت زیادہ ناپسند ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل میں تکبر اور بڑا ہونا اللہ تعالی کی صفت ہے ، اسماء حسنیٰ میں سے ایک نام ہے ،

" اَلْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ
الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ "

تو متکبر اللہ تعالی کا صفاتی نام ہے تو تکبر اللہ تعالی کی خاص صفت ہوئی جب بندہ تکبر کرتا ہے تو اللہ تعالی کی اس خاص صفت میں گویا وہ شرکت کا دعوی کرتا ہے اور یہ شرکت کا دعویٰ اللہ تعالی کو بڑا ناپسند ہے اس لئے کہ میرے دوستو انسان جن چیزوں کی بنیاد پر تکبر کرتا ہے اپنی بڑائی کا اظہار کرتا ہے ، ایک تو وہ چیزیں اس کی اپنی نہیں بلکہ اللہ تعالی کی دی ہوئی ہیں ، دولت مال ، کار ، بنگلہ ، کوٹھی ، اقتدار ، حسن اور خوبصورتی ان میں سے جس کی وجہ سے بھی اپنے کو بڑا سمجھ رہا ہے اور اترا رہا ہے وہ اس کا اپنا نہیں بلکہ اللہ کا دیا ہوا ہے ، تو پرائی چیز پر اور دوسرے کے مال پر کیا بڑائی کا اظہار کیا جائے ، یہ تو ایسا ہوا کہ ایک آدمی اپنے کسی دوست کے گھر میں کچھ دنوں کے لئے اپنی گاڑی بطور امانت چھوڑ گیا ، تو اب وہ گھر والا اس گاڑی پر اتراتا پھرے بڑائی کا اظہار کرتا پھرے کہ ہم تو گاڑی والے

ہیں، تو کیا اس کا اترانا عقل میں آنے والا ہے ، جس کو بھی حقیقت معلوم ہو گی وہ اس اترانے والے کو دیوانہ سمجھے گا، دوسرے کی چیز پر، دوسرے کی گاڑی پر یہ کیسے شیخیاں مار رہا ہے ۔ •

میرے دوستو، مال اللہ کا دیا ہوا اقتدار اللہ کا دیا ہو حسن جوانی اللہ کی دی ہوئی جب سب کچھ اللہ کا دیا ہو، انسان کا اپنا کچھ بھی نہیں تو اس کا تکبر کرنا اللہ تعالیٰ کو بڑا ناپسند ہوتا ہے کہ میری ہی دی ہوئی چیزوں کی وجہ سے یہ نالائق میرے مقابلے پر اتر آیا ہے، اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنا شروع کر دیا ہے، کہ میں بھی کچھ ہوں تو ایک تو یہ ساری چیزیں انسان کی اپنی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہیں دوسرا میرے دوستو وہ صفت اور وہ چیز جس کی وجہ سے تکبر کر رہا ہے وہ ہمیشہ رہنے والی نہیں بلکہ عارضی چیز ہے، ایک دن زائل ہونے والی اور ختم ہونے والی ہے، آج مال ہے تو کل نہیں ہو گا، آج لاکھوں میں کھیل رہا ہے تو ممکن ہے کہ کل پائی پائی کا محتاج ہو جائے ورنہ موت کے وقت تو ضرور مال کو چھوڑنا پڑے گا، آج اقتدار ہے تو کل یہ اقتدار ختم بھی ہو سکتا ہے ، نواز شریف کیسی بڑھکیں مارا کرتا تھا، آج کہاں گیا اسکا اقتدار جس پر اترایا کرتا تھا، کل وزیراعظم تھا تو آج اسیر اعظم بنا ہوا ہے، عید کی نماز پڑھنے کی بھی اجازت نہیں، سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے :

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ
مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَـاءُ وَتُـذِلُّ مَنْ تَشَـاءُ
بِيَـدِكَ الْـخَيْـرُ اِنَّـكَ عَـلىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ،،

تمام بادشاہیاں اس کے قبضے میں ہیں جس کو اس کی مرضی آئے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے مرضی آئے چھین لیتا ہے کوئی اس کے سامنے دم نہیں مار سکتا۔

تو اقتدار پر اترانے والے جان لیں کہ اقتدار آنی جانی چیز ہے آج ہے تو کل نہیں ہوگا، اسی طرح حسن اور جوانی پر خوبصورتی پر کوئی اترا رہا ہے، تو سمجھ لے کہ یہ حسن جوانی ہمیشہ نہیں رہے گا، ایک دن اس کو زوال ہوگا، بڑھاپا اور دم . ی آکر یہ ساری خوبصورتی چھین لے گی، یہ حسن چند دنوں کا مہمان ہے ہمارے بزرگ ہیں حکیم اختر صاحب دامت برکاتہم ان کے مواعظ میں بڑا عارفانہ شعر پڑھا ہے:

کمر جھک کے مثل کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا کوئی نانی ہوئی
داڑھی کھچڑی سے سفید ی ہوئی
کوئی دادا ہوا کوئی دادی ہوئی

ایک بڑے میاں جھکی ہوئی کمر والے جارہے تھے، لڑکوں نے چھوٹے بچوں نے شرارت سے پوچھا بڑے میاں یہ کمان کتنے میں خریدی ہے ان کی جھکی ہوئی کمر کی طرف اشارہ کیا، تو بڑے میاں بولے پیارے بچو جب میرے عمر کو تم

بھی پہنچو گے، تو تمہیں بھی مفت میں مل جائے گی۔

میرے دوستو انسان کی ساری خوبیاں اور سارے کمالات عارضی ہیں ایک دن زائل ہونے والے ہیں، انسان جب تندرست ہوتا ہے، صحت مند ہوتا ہے اور بھر پور جوانی ہوتی ہے تو سمجھتا ہے کہ مجھ سے زیادہ طاقت والا کون ہے، میری جوانی اور صحت اور تندرستی ہمیشہ ہوں ہی برقرار رہے گی، مگر جب بڑھاپا اور بیماری آتی ہے، تو پتہ ہی نہیں چلتا ایک بزرگ نے ایک پہلوان کا واقعہ سنایا، ایک وقت اس کا وہ تھا کہ دوپہر کے کھانے میں ایک سالم بکرا مع دوسرے لوازمات کے ہڑپ کر جاتا تھا مگر میں نے اپنی آنکھوں سے پھر وہ وقت بھی دیکھا کہ سالم بکرا اکیلا کھانے والا پہلوان چارپائی پر لیٹا ہوا ہے اور اس کا نوجوان بیٹا چمچ کے ذریعے دودھ کے چند قطرے، اس کے حلق میں انڈیل رہا ہے بالکل سچ فرمایا، قرآن حکیم نے:

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَیْبَةً (سورۂ روم رپ۲۱)

اللہ ایسا ہے جس نے تم کو کمزوری اور ناتوانی کی عالم میں بنایا، بچپن کے زمانے میں ایک وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ خود کروٹ نہیں لے سکتا، پیشاب پاخانہ نہیں کر سکتا، پھر آہستہ بڑھتے بڑھتے طاقت آجاتی ہے، فرمایا:

ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً

پھر کمزوری کے بعد اللہ تعالیٰ نے طاقت اور توانائی عطاء کی، یہاں تک کہ جب طاقت اور توانائی اپنے انتہاء کو پہنچتی ہے، بھر پور جوانی ہوتی ہے، تو پھر نعرہ لگاتا ہے قوم عاد کی طرح:

"مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً"

ہم سے زیادہ طاقت والا کون ہے۔

قوم عاد بھی بڑے قدو قامت والے جوان تھے انہوں نے بھی یہ نعرہ لگایا تھا:

"مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً"

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کا یہ قول نقل کر کے جواب ارشاد فرمایا:

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً"

کیا انہوں نے غور نہیں کیا کہ جس اللہ نے ان کو پیدا کیا ہے، ان کو طاقت اور جوانی دی ہے، وہ اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ طاقت والا ہے۔

بہر حال بچپن کے حدود سے آگے بڑھتے ہوئے جب میں آہستہ آہستہ طاقت پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ ایک وقت وہ ہوتا ہے کہ اس میں بھر پور جوانی کے زمانے میں طاقت اپنی انتہاء کو پہنچ جاتی ہے، پھر جوانی ڈھلنا شروع ہو جاتی ہے، طاقت میں زوال شروع ہو جاتا ہے، پھر زوال ہوتے ہوئے

ایک وقت وہ بھی آتا ہے جس کو قرآن نے بیان کیا ہے :

وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلاَ
يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئاً،،

ارذل عمر کو پہنچنے کے بعد پھر یہ حالت ہوتی ہے کہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی کچھ نہیں جانتا سب کچھ بھول جاتا ہے، نسیاً منسیاً ہو جاتا ہے، اس حالت کو بیان فرمایا :

"ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفاً وَّ شَيْبَةً،،

پھر جوانی اور قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا بھیج دیتے ہیں، یہاں تک کہ جب بڑھاپے کی انتہاء ہوتی ہے تو بوڑھا بالکل بچے کی طرح ہو جاتا ہے، کہ کھانے پینے میں پیشاب پاخانے میں دوسروں کا محتاج ہو جاتا ہے۔

بات دوسری طرف نکل گئی موضوع یہ چل رہا تھا کہ انسان کے سارے کمالات اور ساری خوبیاں ایک تو اپنی نہیں اور دوسرا یہ ہمیشہ رہنے والی نہیں، بلکہ ایک نہ ایک دن یہ زائل ہو جائیں گے، یا تو دنیا میں زائل ہو جائیں گے ورنہ موت آکر سب کمالات کا خاتمہ کر دے گی، تو انسان کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ پرائی چیز پر اور ختم ہونے والی چیز پر اتراتا پھرے۔

اور میرے دوستو اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کے کمالات پر غور کریں، تو اللہ تعالیٰ کے سارے کمالات اور ساری خوبیاں اپنی ہیں، کسی نے اس کو عطاء نہیں کی ہیں، وہ ان کمالات میں کسی کا محتاج نہیں، بلکہ اس کے

کمالات دنیاوالوں کے ماننے پر بھی موقوف نہیں، دنیاوالے انکار کریں تب بھی وہ خالق ہے اقرار کریں تب بھی وہ خالق ہے، دنیانہ مانے تب بھی وہ بادشاہ ہے اقرار کرے رب بھی وہ بادشاہ ہے۔

دوسرا میرے دوستو اللہ تعالیٰ کے سارے کمالات ہمیشہ رہنے والے ہیں جیسے اس کی ذات ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گی، اسی طرح اس کی صفات اور اس کے کمالات بھی ہمیشہ رہیں گے، وہ آج بھی بادشاہ ہے، اور جس دن ساری دنیا کے بادشاہ مر جائیں گے، ان کا نام لینے والا بھی کوئی نہیں ہوگا وہ اللہ اس وقت بھی بادشاہ ہوگا، حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے روز جب اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے، تو ساری مخلوق فنا ہو جائے گی۔ کوئی جاندار زندہ نہیں رہے گا، اللہ تعالیٰ ملک الموت سے پوچھیں گے اب کون زندہ باقی ہے، وہ عرض کریں گے، عرش کو اٹھانے والے فرشتے اور حضرت جبرائیل اور اسرافیل اور میکائیل علیہم السلام زندہ ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے ان سب کی روح بھی قبض کرلو چنانچہ ان سب کی جان بھی نکال لی جائے گی، پھر اللہ تعالیٰ ملک الموت سے سوال کریں گے، اب کون باقی ہے، تو ملک الموت عرض کریں گے ایک آپ کی ذات باقی ہے جس کو فنا نہیں، اور ایک میں ملک الموت باقی ہوں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے تم بھی اپنی جان نکال لو میرے سوا ہر چیز پر فنا آ کر رہے گی، چنانچہ ملک الموت اپنی جان نکالیں گے اور روح نکلتے وقت ایسی چیخ ماریں گے کہ اگر اس وقت مخلوق زندہ ہوتی تو ان کی چیخ سے مر جاتی، اور ان کا یہ بھی ارشاد منقول ہے

کہ اپنی جان نکالتے وقت جو مجھے تکلیف ہوئی اگر مجھے پہلے معلوم ہو جاتا کہ جان نکالتے وقت مرنے والے کو اتنی سخت تکلیف ہوتی ہے تو میں مؤمن کے ساتھ اور نرمی کرتا، اس کی جان آسانی سے نکالتا۔

بہر حال ملک الموت کو بھی جب موت آجائے گی تو اس وقت اللہ کا یہ فرمان بالکل سچا آجائے گا :

"كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ
ذُو الْجَلَالِ وَالإِكْرَامِ"

زمین پر جو کچھ بھی ہے وہ سب فنا ہونے والا ہے صرف تیرے رب کی ذات باقی رہ جائے گی، جو عزت والی ہے۔ تو جب ساری دنیا فنا کے گھاٹ اتر جائے گی تو اللہ تعالیٰ اعلان فرمائیں گے :

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ"

آج کس کی بادشاہی ہے کہاں گئے دنیا کے بڑے بڑے بادشاہ جن کو اپنے محلات پر ناز تھا، اپنے لشکروں پر اپنی فوجوں پر اپنی سپر طاقت ہونے پر جن کو ناز تھا :

"أَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ"

سرکش اور جابر آج کہاں گئے، جن کو محفوظ قلعوں میں پرندہ پر بھی نہیں مار سکتا تھا :

"لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ"

آج کس کی بادشاہی ہے ساری مخلوق تو فنا ہو چکی ہے، جواب دینے والا بھی کوئی نہیں ہے، تو اللہ تعالیٰ خود جواب دیں گے :

"لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ"

آج اللہ اکیلے کی بادشاہی ہے جو غالب ہے۔

تو اللہ کی بادشاہت ہمیشہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی، تو میرے دوستو بہر حال تکبر کرنا بڑائی کا اظہار کرنا فخر کرنا یہ سب اللہ کی شان ہے، بندہ تو ایک عاجز بے بس کمزور اور حقیر، اس کے لئے تکبر زیبا نہیں ہے۔

اب میرے دوستو تکبر تو دل کی صفت ہے کہ اپنے کو بڑا سمجھنا دوسروں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا، لیکن اس کے اظہار کی دو علامتیں اور دو نشانیاں ہیں جن کی وجہ سے تکبر کا اظہار ہوتا ہے ایک تو ہے متکبرانہ چال، دوسرا ہے متکبرانہ لباس،

پہلی علامت :

متکبرانہ چال بھی اللہ تعالیٰ کو بڑی ناپسند ہے ارشاد فرمایا :

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحاً اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلاً..

زمین پر اکڑ کر مر چلو نہ تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ تم لمبے ہو کر پہاڑوں

کی اونچائی تک پہنچ سکتے ہو۔

حضرت لقمان نے بھی اپنے بیٹے کو جو وصیتیں فرمائیں تھیں، ان میں ایک وصیت یہ بھی تھی:

"وَلاَ تَمْشِ فِيْ الأَرْضِ مَرَحاً"،

حدیث میں آتا ہے کہ گذشتہ امتوں میں سے ایک آدمی فاخرانہ لباس پہن کر اکڑ اکر زمین پر چل رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ ادا پسند نہ آئی زمین کو حکم دیا کہ اسی وقت اس کو نگل جا، چنانچہ اسی حال میں زمین اس کو نگل گئی۔

حجاج بن یوسف کے لشکر کا ایک افسر مھلب بن منیرہ اکڑ کر چل رہا تھا، حضرت مطرف رحمہ اللہ نے اس کو سمجھایا کہ ایسا مت چلو یہ چال اللہ تعالیٰ کو بڑی ناپسند ہے تو اس نے غصے سے جواب دیا، تم جانتے نہیں میں کون ہوں، تو حضرت مطرف رحمہ اللہ نے فرمایا میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تو وہی تو ہے نا، جس کی ابتداء یہ تھی کہ وہ منی کا ایک ناپاک قطرہ تھا اور پھر جس کی انتہاء یہ ہوگی کہ اس کا بدن گل سڑ جائے گا، کیڑے پڑ جائیں گے، بدبو پڑ جائے گی، اور ان دونوں حالتوں کے درمیان ہر وقت اپنے پیٹ میں نجاست اور غلاظت اٹھائے پھر رہا ہوتا ہے۔

حضرت مطرف رحمہ اللہ کے جواب نے مھلب بن منیرہ کی آنکھیں کھول دیں، واقعی بات بھی حقیقی ہے کہ انسان کی ابتداء اور انتہاء اور درمیان والی حالت ساری حالتیں گندی گندی ہیں اس کو کسی طرح زیب نہیں دیتا کہ یہ اپنے

آپ کو بڑا سمجھے اور اتراتا پھرے۔

دوسری علامت:

تکبر کی دوسری نشانی اور دوسری علامت جس سے تکبر کا اظہار ہوتا ہے وہ متکبرانہ لباس ہے کہ لباس اس ڈھنگ سے پہنے کہ اس سے بڑائی کا اظہار ہو رہا ہو، مثلاً شلوار یا چادر کو ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر چلے یہ بھی تکبر کی علامت ہے، اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کو بڑا ناپسند ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس شخص کو رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھیں گے، جو اپنی شلوار یا چادر ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر چلے گا۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

"کہ مرد کی زیر جامہ کا جتنا حصہ ٹخنوں سے نیچے ہوگا، وہ جہنم میں جائے گا،،

تو اس سے معلوم ہوا کہ مردوں کے لئے شلوار یا لنگی کا ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر چلنا ناجائز اور حرام ہے، اب آپ سوچیں کہ یہ کیسا گناہ بے لذت ہے اور کتنی معمولی بات ہے کہ ایک انچ شلوار کو اوپر کرلو، کونسا آسمان ٹوٹ پڑے گا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ جاؤ گے، مگر پوری کی پوری قوم اس میں مبتلا ہے، بلکہ الٹی

چال چل رہے ہیں، عورتوں نے پنڈلیاں اور ٹخنے ننگے کر دیے حالانکہ ان کے لئے حکم تھا چھپانے کا، اور مردوں نے چھپالئے حالانکہ ان کے لئے حکم تھا ننگے کرنے کا۔

حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے، "وارے مسلمان نے انگریز کے کہنے پر تو گھٹنے بھی ننگے کر دیے اور نیکر پہن لیا مگر اپنے محبوب پیغمبر کے کہنے پر ٹخنے ننگے کرنے کے لئے تیار نہیں،،

میرے دوستو سوچو تو سہی کتنی بے وقوفی اور حماقت کی بات ہے کہ کوئی فائدہ بھی نہیں لذت بھی حاصل نہیں ہوتی، نفسانی خواہش بھی پوری نہیں ہوتی، اور اللہ اور اس کے پیغمبر ناراض ہو رہے ہیں اور پھر بھی گناہ چھوڑنے کی توفیق نہیں ہو رہی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ازار نصف پنڈلی تک ہوتا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قاصد بنا کر جب مکہ مکرمہ بھیجا تو وہاں جانے کے بعد قریش کے سرداروں سے مذاکرات کرنے کے لئے جب روانہ ہونے لگے تو ان کا ازار بھی نصف پنڈلی تک تھا، تو ان کے چچازاد بھائی نے کہا کہ آپ ذرا ازار نیچے کر لیں اس حالت میں تو وہ آپ کو حقیر سمجھیں گے آپ کی بات کا کیا اثر ہوگا یہاں جس کا ازار جتنا نیچے ہوتا ہے وہ لوگوں کی نگاہوں میں اتنا ہی معزز ہوتا ہے، تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کو جواب دیا:

لَا هٰكَذَا اِزَارَةُ صَاحِبِنَاصَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نہیں یہ بالکل نہیں ہو سکتا میں اپنا ازار نیچے نہیں کر سکتا اس لئے کہ ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ازار یہیں تک ہوتا ہے تو میں کیسے نیچے کرلوں، ہمیں اس جھوٹی عزت اور بڑائی کی ضرورت نہیں ہمارے لئے اللہ تعالیٰ نے حقیقی عزت اور حقیقی بڑائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں رکھی ہے۔

بہر حال میرے دوستو خلاصہ یہ ہوا کہ شلوار کا ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر چلنا ان گناہوں میں سے ہے جو گناہ بے لذت ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ دے اور عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ :

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بیسویں تقریر

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بیسویں تقریر

راستے میں تکلیف دہ چیز کا ڈالنا

گناہ بے لذت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بعد
فَقَدْ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم
اَلاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّ سَبْعُوْنَ اَوْ سِتُّوْنَ
شُعْبَةً فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ
الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ وَالْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْاِیْمَانِ،
اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامْ ۔

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو،
گناہ بے لذت بیان ہو رہے ہیں اب تک ایسے تین گناہ بیان ہو چکے

ہیں، تین طلاق اکھٹی دینا، داڑھی منڈانا اور شلوار کا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا۔

چوتھا گناہ بے لذت ہے راستہ میں تکلیف دہ چیز ڈال کر راستہ چلنے والوں کو تکلیف پہنچانا، میرے دوستو یہ گناہ آج اتنا عام ہو چکا ہے کہ اس کو بالکل گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا، حالانکہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بڑی اہمیت بیان فرمائی ہے ،اس کا ثواب بھی بیان فرمایا ہے اور اس کا گناہ بھی بیان فرمایا ہے ، اصل میں آج ہم نے نماز، روزے کا نام دین رکھ لیا ہے ، باقی چھٹی سمجھ لی ہے ، معاشرت معاملات ، اخلاق ، لیکن دین یہ ساری چیزیں دین کی فہرست سے نکل چکی ہیں ، حالانکہ میرے دوستو نماز ، روزے کا تعلق تو انسان کی اپنی انفرادی زندگی کے ساتھ ہے اس میں کی بیشی کرے گا تو اس کا نقصان صرف اس کی ذات تک محدود ہو گا ، لیکن معاملات ، معاشرت اور اخلاق میں گڑبڑ ہے تو اس کی وجہ سے پورا معاشرہ بے چینی کا شکار ہو گا ، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں پر بڑا زور دیا ہے۔

آج ہمارے ملک میں ایک شریف آدمی کے لئے قانون کے مطابق کام کرنا کیوں مشکل ہے ، کچہریوں میں عدالتوں میں تھانوں میں دفتروں میں ہسپتالوں میں ، جہاں بھی چلے جاؤ عام آدمی دھکے کھا رہا ہوتا ہے اس کا پرسان حال کوئی نہیں ہوتا سفارش اور رشوت والوں کے کام بڑی آسانی سے اور جلدی سے ہو جاتے ہیں ، میرے دوستو اس ساری صورت حال کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ نماز روزے کے علاوہ پورا دین مسلمانوں کی زندگیوں سے نکل چکا ہے ، ورنہ جس کو یہ

معلوم ہو کہ ایک مسلمان کا کام کر دینا، اس کے لئے تھوڑی سی کوشش کرنا سالوں کے اعتکاف سے ثواب میں افضل ہے تو کتنی محنت کرے گا ایک مسلمان کے کام کے لئے، یہ یا تو پتہ نہیں اگر پتہ ہے تو یاد نہیں اور اگر یاد بھی ہے تو پھر اس پر یقین نہیں آتا، بس حرص اور ہوس چھائی ہوئی ہے کہ کس طرح دنیا اکٹھی کر لوں۔

بہر حال بات دوسری طرف جا رہی ہے میرے دوستو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کے ذمے دوسرے مسلمان کے بہت سارے حقوق بیان فرمائے ہیں، مثلاً سلام کرنا، سلام کا جواب دینا، چھینک کا جواب دینا، عیادت کرنا، اس کی نماز جنازہ پڑھنا، اس کے لئے وہی چیز پسند کرنے جو اپنے لئے پسند ہو۔

میرے دوستوان تمام حقوق میں سے سب سے زیادہ زور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر دیا کہ کسی مسلمان کو تکلیف مت پہنچاؤ نہ اپنی باتوں سے کوئی بھی ایسی حرکت مت کرو جس سے دوسرے مسلمان کو اذیت اور تکلیف ہو ایسا کرنا ناجائز اور حرام ہے، فائدہ نہیں پہنچا سکتے تو کم از کم تکلیف تو مت پہنچاؤ۔

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ،،

مسلمان تو وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔ بلکہ ایک حدیث میں ایسے مسلمان کو افضل المسلمین فرمایا ہے بلکہ صحابہ

کو متوجہ کرنے کے لئے پہلے سوال فرمایا، جانتے ہو مسلمان کون ہے صحابہ نے عرض کیا، اللہ ورسولہ اعلم، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں، تو ارشاد فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کے زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں، تو اپنے ارشادات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانی کا معیار ہی اس بات کو بنایا کہ دوسرے مسلمانوں کو اذیت دینے والا نہ ہو، یہ بڑا سخت گناہ ہے

حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ دوزخیوں پر خارش مسلط کی جائے گی، وہ کھجلائیں گے، یہاں تک کہ گوشت اڑ جائے گا اور نیچے سے ہڈی ظاہر ہو جائے گی، تو کوئی پکارنے والا اس کا نام لے کر پکارے گا کہ بتاؤ تکلیف ہو رہی ہے یا نہیں وہ دوزخی کہے گا کیوں نہیں بہت زیادہ تکلیف ہو رہی ہے تو جواب دیا جائے گا کہ یہ اس کا بدلہ ہے جو تو دنیا میں اہل ایمان کو ستایا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ عافیت کا معاملہ فرمائے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اگر اور کچھ نہیں کر سکتے تو اتنا ہی کر لو کہ لوگوں کو تکلیف مت پہنچاؤ کہ یہ بھی ایک صدقہ ہے یعنی اگر نفع نہیں پہنچا سکتے تو نقصان تو نہ پہنچاؤ میرے دوستو سوچو حجر اسود کو بوسہ دینا کتنا بڑا ثواب ہے مگر اس بوسہ دینے میں بھی شریعت کا یہ حکم ہے کہ ایسا نہ ہو کہ تمہارے بوسہ دینے سے کسی کو دھکا لگ جائے اور ثواب کے جائے گناہ کما لو اگر آسانی سے بوسہ دے سکتے ہو تو دے لو ورنہ ہاتھ لگا کر اس کو چوم لو اور ہاتھ نہیں لگا سکتے ہو تو لاٹھی لگا کر اس کو چوم لو اور اگر لاٹھی نہیں لگا سکتے تو صرف ہاتھوں سے اشارہ

کر کے اپنے ہاتھوں کو چوم لو، لیکن بہر حال اس کا خیال رکھو کہ تمہارے اس فعل سے کسی کو تکلیف نہ ہو۔

میرے دوستو جمعے والے دن امام اور منبر کے قریب بیٹھنا کتنے ثواب کا کام ہے، پہلی صف میں نماز پڑھنے کا کتنا بڑا ثواب ہے، مگر ایک صحابی کو آپ نے دیکھا کہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آرہا ہے، تو ارشاد فرمایا:

"اِجْلِسْ فَقَدْ آذَيْتَ"

بیٹھ جا تو نے تکلیف پہنچائی ہے۔

بلکہ جس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعے کا مخصوص ثواب بیان فرمایا ہے، اس میں یہ شرط لگادی ہے کہ یہ ثواب اس کو ملے گا کہ جس نے گردنیں پھلانگ کر لوگوں کو تکلیف نہ پہنچائی ہو۔

میرے دوستو آج یہ چیز ہمارے اندر سے ختم ہوتی جارہی ہے اس کا احساس ہی ختم ہو گیا ہے کہ ہمارے اس فعل سے دوسروں کو تکلیف پہنچ رہی ہے۔ شادی بیاہ کے موقع پر ناچ گانا اور پٹاخے بجتے رہیں گے، بسنت کے موقع پر ساری رات مکانوں کی چھتوں پر اونچی آواز سے گانے بجتے رہیں گے، اس کی پرواہ نہ ہوگی کہ ہمارے محلے میں، ایسے مزدور بھی ہیں جو صبح جاتے ہیں اور شام کو تھک ہار کر واپس آتے ہیں، ان بے چاروں نے رات کو آرام کر کے صبح پھر مزدوری کے لئے جانا ہوتا ہے، اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ ہمارے محلے میں ایسے مریض بھی ہیں جن کو نیند نہیں آتی، بس ہمیں تو اپنی خوشی سے غرض

ہے دوسرے مرتے ہیں تو مریں ہمیں کیا ہے، ہمارے محلے میں ایک خان صاحب کے ہاں بچہ پیدا ہوا، اس کی پیدائش کی خوشی میں ساری رات مجرا ہوتا رہا، جب کوئی خاص شو ہوتا تو پھر پٹاخوں کی بھرمار صبح کی اذان تک یہ سلسلہ جاری رہا، تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ خان صاحب کے ہاں بچہ بھی پانچواں ہوا ہے، ماشاء اللہ چار پہلے سے موجود ہیں اگر پہلا بچہ ہوتا پھر بھی کوئی بات تھی پانچویں بچے پر اتنی خوشی ہے تو پہلے بچے پر کیا غضب کیا ہوگا۔

میرے بھائیو ذرا سوچو تو سہی حجر اسود کو بوسہ دینے کے لئے، پہلی صف میں شامل ہونے کے لئے کسی مسلمان کو تکلیف پہنچانی جائز نہیں تو کیا شادی بیاہ کی خوشی منانے کے لئے بیٹے کی پیدائش کی خوشی منانے کے لئے اور بسنت منانے کے لئے شب برات منانے کے لئے، دوسرے مسلمانوں کو تکلیف پہنچانا کہاں جائز ہو جائے گا۔

بہر حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کے ذمے جو دوسرے مسلمانوں کے حقوق بیان فرمائے ہیں، ان میں سب سے زیادہ زور اس پر دیا ہے کہ دوسرے مسلمان کو تکلیف مت پہنچاؤ، ایذا مت پہنچاؤ، اسی سلسلے میں راستے کے بارے میں بھی بیان فرمایا کہ راستے میں تکلیف دہ چیز ڈال کر راستے پر چلنے والوں کو تکلیف مت پہنچاؤ، یہ ناجائز اور حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی اہمیت کے ساتھ بیان فرمایا ہے، اس کا گناہ بھی بیان فرمایا ہے اور اس کا ثواب بھی بیان فرمایا ہے۔ پہلے ثواب سن لیں۔

پہلی حدیث :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

کہ ایمان کے ستر یا ساٹھ سے اوپر شاخیں ہیں، جن میں سب سے افضل شعبہ ہے لا الہ الا اللہ کہنا اور سب سے ادنیٰ شعبہ ہے راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا، میرے دوستو اندازہ فرمائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ایمان کا جزء قرار دے رہے ہیں، جیسے لا الہ الا اللہ پڑھنے کو ایمان کا شعبہ قرار دیا اسی طرح راستے سے تکلیف دینے والی چیز کو ہٹانا اس کو بھی ایمان کا شعبہ اور جزء قرار دیا۔

دوسری حدیث :

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

میرے اوپر میرے امت کے اعمال پیش کئے گئے اچھے اعمال بھی اور برے اعمال بھی تو میں نے اپنی امت کے اچھے اعمال میں سے یہ عمل بھی دیکھا راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا، یہ عمل بھی مجھے اچھے اعمال میں نظر آیا، دیکھیں ہم اس کو ایک معمولی کام سمجھتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اتنا محبوب اور پسندیدہ ہے کہ اللہ پاک جب اپنے پیغمبر کے سامنے اس کی امت کے اعمال کو پیش کرتے

ہیں، راستے سے تکلیف دینے والی چیز کو ہٹا دینے والا عمل بھی پیش فرماتے ہیں کہ آپ کی امت کے فلاں آدمی نے یہ نیک عمل کیا ہے۔

تیسری حدیث:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کی اللہ تعالیٰ نے انسان کے تین سو ساٹھ جوڑ بنائے ہیں جو شخص روزانہ صبح اٹھ کر اللہ اکبر، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ کہے یا لوگوں کے راستے سے تکلیف دہ چیز کو دور کرے یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے، اور یہ سارے کام ملا کر تین سو ساٹھ تک پہنچ جائے تو وہ شام اس حالت میں کرے گا، کہ اس نے اپنے نفس کو جہنم کی آگ سے آزاد کر لیا ہوگا۔

میرے دوستو اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ جہنم سے آزادی دلانے میں جیسے اللہ تعالیٰ کے ذکر کو اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو دخل ہے، اسی طرح راستے سے تکلیف والی چیز ہٹا دینا اس عمل کو بھی جہنم سے آزادی دلانے میں بڑا دخل ہے۔

چوتھی حدیث:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے جنت میں ایک ایسے شخص کو بھی دیکھا جو جنت میں ٹہل رہا تھا، اور یہ سعادت اس کو ایک درخت کاٹنے کی وجہ سے ملی جو اس نے راستے سے اس لئے کاٹ دیا تھا کہ وہ درخت مسلمانوں کو تکلیف پہنچاتا تھا۔

میرے دوستو اس کو کتنا معمولی سمجھا جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں یہ کتنا اونچا عمل ہے کیوں نہ ہو، جو کریم ذات ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے پر ایک فاحشہ عورت کی مغفرت کر دیتی ہو، تو مسلمانوں کی تکلیف دور کر دینے والے کی اس کی نگاہ میں مقبولیت کیوں نہ ہو گی۔

بہر حال آپ کو ان ارشادات سے اتنا اندازہ تو ہو گیا ہو گا کہ راستے سے تکلیف دینے والی چیز کا ہٹا دینا اللہ اور اس کے رسول کی نگاہ میں کتنا محبوب عمل ہے۔

اب ذرا تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھ لیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے میں تکلیف دہ چیز ڈال کر راستہ چلنے والوں کو تکلیف پہنچانے والے کے لئے گناہ اور سزا بھی بڑی سخت بیان فرمائی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کہ دو لعنت کا سبب بننے والی چیزوں سے بچو، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون سی چیزیں ہیں تو ارشاد فرمایا، ایک تو لوگوں کے راستے میں پیشاب

پاخانہ کرنا، دوسرا ان کے سائے میں بیٹھنے کی جگہ پیشاب پاخانہ کرنا۔

ایک اور حدیث میں تیسری جگہ بھی آتی ہے ، کہ پانی کے گھاٹ میں پیشاب کرنا۔ ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے مسلمانوں کے راستے میں ان کو ایذاء پہنچائی، اس پر مسلمانوں کی لعنت ثابت ہو گئی۔

ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ راستے میں تکلیف دہ چیز ڈالنا کوئی معمولی درجے کا گناہ نہیں بلکہ ایسا گناہ ہے جس پر لعنت وارد ہوئی ہے۔

میرے دوستو علماء نے لکھا ہے کہ اس میں صرف پیشاب پاخانہ کی تخصیص نہیں ہے بلکہ کوئی بھی ایسی چیز ڈالنا جس سے گذرنے والوں کو تکلیف ہو وہ سب اس وعید میں داخل ہے، جیسے کوڑا کرکٹ راستے میں ڈالنا بدبودار اشیاء راستے میں ڈالنا، یا اپنے مکان کا پرنالہ ایسا لگانا کہ بارش کے موسم میں گزرنے والوں کو تکلیف ہوتی ہو، یہ سارے کام اس لاپروائی وعید میں داخل ہیں۔

ہمارے محلے میں ایک آدمی نے اپنے مکان کا پرنالہ ایسا لگایا ہے کہ اس کا پانی بارش کے موسم میں بالکل راستے کے سنٹر میں گرتا ہے ، اور بارش کے دنوں میں آدمی کے لئے وہاں سے گزرنا مشکل ہوتا ہے، ایک دن نماز کے بعد میرے پاس آیا اور کہتا ہے مولوی صاحب میں نے ایک خواب دیکھا ہے آپ اس کی تعبیر بتائیں، میں کیا کروں، خواب یہ دیکھا ہے کہ میں مسجد کے صحن میں کھڑے ہو کر پیشاب کر رہا ہوں، مجھے سمجھ میں نہیں آرہا ہے، اس کا کیا مطلب ہے، میں پکڑ کر سیدھا اس کو گلی میں پرنالے کے پاس لے گیا اور اس کو دکھا کر کہا بارش کے موسم

میں جب اس کا پانی گرتا ہے اور راستے میں چلنے والے نمازیوں کے کپڑے ناپاک ہوتے ہیں یہ بالکل ایسا ہے جیسے مسجد میں پیشاب کرنا اور نمازیوں کے کپڑے ناپاک کرنا۔

بہر حال بات ہنسی کی بھی تھی اور عبرت کی بھی بات تھی مگر اس کو پھر بھی توفیق نہ ہوئی پرنالہ ابھی تک وہیں کا وہیں ہے، میرے دوستو کتنے افسوس کی بات ہے لاکھوں روپیہ مکان پر تو لگا سکتے ہیں مگر تھوڑا سا پیسہ اور لگا کر پرنالہ دیوار کے ساتھ متصل کر کے نالی میں نہیں گرا سکتے، اسی طرح گلی میں راستے میں کرکٹ کھیلنا جس سے چلنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے، خصوصاً خواتین کو بہت پریشانی ہوتی ہے، یہ سب اس اوپر والی وعید میں داخل ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے میں مجلس جما کر بیٹھنے سے بھی منع فرمایا، اور فرمایا:

"اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوْسَ فِی الطُّرُقَاتِ"

اپنے آپ کو راستوں میں بیٹھنے سے بچاؤ، عرض کیا گیا یا رسول اللہ اگر ضروری ہو اور کوئی مجبوری ہو تو پھر کیا کریں، تو فرمایا:

"فَاَعْطُوا الطَّرِیْقَ حَقَّهٗ"

پھر راستے کا حق بھی ادا کیا کرو۔ عرض کیا گیا:

"وَمَا حَقُّ الطَّرِیْقِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ"

راستے کا حق کیا ہے، تو ارشاد فرمایا:

"غَضُّ الْبَصَرِ وَكَفُّ الأَذَىٰ وَرَدُّ السَّلاَمِ
وَالأَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ"

فرمایا نگاہوں کو پست رکھنا یہ نہیں کہ ہر آنے جانے والے یا آنے جانے والی کو تاڑتے رہنا، اور فرمایا، تکلیف پہنچانے سے رکنا اور باز آنا اور سلام کا جواب دینا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی کرنا۔ کسی کو گناہ کرتے ہوئے دیکھے تو اس کو روکنا۔

بہر حال میرے دوستو پوری تقریر کا خلاصہ یہ ہوا کہ راستے میں تکلیف دہ چیز ڈالنا ایسا گناہ ہے لذت ہے جس کا دنیا میں تو کوئی فائدہ نہیں مگر آخرت کا وبال اتنا ہے کہ اس گناہ کی وجہ سے بندہ لعنت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اللہ پاک ہر مسلمان کو اس سے محفوظ فرمائے،

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ :

عقائد کا بیان

پہلی تقریر

پہلی تقریر

اصلاح عقیدہ کی اہمیت

قسط (۱)

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ اللّٰہَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ

مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ

فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلاً بَعِیْداً صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو،

اصلاح معاشرہ کے اکثر مضامین وقتاً فوقتاً بیان ہوتے رہے ہیں، اب یہ ارادہ ہے کہ آپ کے سامنے عقائد کا مسئلہ بھی مفصلاً بیان کر دیا جائے۔

میرے دوستو اور بزرگو دین سے دوری کی وجہ سے آج مسلمان معاشرہ میں جو فتنے پھیل رہے ہیں ان میں سب سے خطرناک فتنہ وہ ہے جس کا تعلق عقائد کے ساتھ ہے، ایک منظم سازش کے ساتھ مسلمانوں کے عقائد کو تباہ کیا جارہا ہے، جس میں اپنوں کا بھی ہاتھ ہے اور غیر مسلم قوتیں بھی پورے زور شور سے مختلف ہتھکنڈوں سے مسلمانوں کے عقائد کو برباد کر رہی ہیں، اس لئے ہمارا فرض بنتا ہے کہ اپنے عقائد کو اور اپنے بیوی بچوں کے عقائد کی اصلاح کی فکر کریں، اگر ہم یوں ہی غفلت کی زندگی گزارتے رہے اور جس ڈگر پر ہم چل رہے ہیں یوں ہی اس پر چلتے رہے تو اللہ نہ کرے ایک ایسا وقت آئے گا، کہ پانی سر سے اونچا ہو جائے گا، پھر بات ہمارے قابو سے باہر ہو جائے گی۔

حضرت، مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک مرید اپنے بچے کو لایا کہ حضرت میں تو کہہ کہہ کر تھک چکا ہوں، یہ نماز پڑھنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتا، آپ ہی اس کو کچھ نصیحت کریں، حضرت تھانوی رحمہ اللہ اس بچے کو الگ لے گئے اور اس کو سمجھایا کہ بیٹے نماز پڑھا کرو تمہارے والد پریشان ہیں تو بچہ بولا کہ حضرت میں کس کی نماز پڑھوں، حضرت نے فرمایا اس کا کیا مطلب کہ کس کی نماز پڑھوں، اللہ کے بندے خدا کی نماز پڑھو اور کس کی نماز پڑھو گے، تو وہ بچہ بولا میں کس خدا کی نماز پڑھوں، حضرت نے کانوں کو ہاتھ لگایا، اور اس کے والد کو آکر کہا میاں تم اس کی نماز کے پیچھے پڑے

ہو اس میں تو ایمان ہی نہیں، پہلے اس کے ایمان کی فکر کرو پھر بعد میں نماز کے بارے میں سوچنا۔

میرے دوستو یہ ایک واقعہ نہیں آج ہزاروں واقعات ایسے پیش آرہے ہیں کہ رشتے کی لالچ دے کر بیرون ملک بھجوانے کا لالچ دے کر نوجوان نسل کا ایمان تباہ کیا جارہا ہے، اسی طرح بیرون ملک تعلیم حاصل کرنے کے لئے اچھی ڈگریاں حاصل کرنے کے لئے جو بچے جاتے ہیں ان میں بہت کم ایسے ہوتے ہیں جو اپنا ایمان وہاں سے بچا کر لاتے ہوں۔ اسلئے کہ یہاں پاکستان میں گھر کا ماحول بھی بے دینی کا سکول کالج یونیورسٹی کا ماحول بھی بے دینی والا سکولوں اور کالجوں کا نصاب بھی بے دینی والا اور جتنا عرصہ پاکستان میں رہے اس بے دینی کے ماحول میں رہے اور علماء سے اور اللہ والوں سے ان کو متنفر کیا جاتا رہا اب آپ خود سوچیں ان حالت میں ایک پودا نشو و نما پائے گا اور پھر باہر چلا جائے گا ایک تو وہاں کا ماحول آزادانہ دوسرا وہاں کی غیر مسلم تنظیمیں بھی کوشش کرتی ہیں مسلمانوں کو پھانسنے کی اپنے لٹریچر کے ذریعے عورت اور دولت کے ذریعے تو بتائے کہ مذکورہ حالت میں اس کے عقائد کی ایمان کی کیسے ضمانت دی جاسکتی ہے۔

حضرت مفتی محمد رحمہ اللہ نے سرحد کے کسی علاقے کا واقعہ سنایا تھا وہاں ایک آدمی نے اپنے بیٹے کو اعلیٰ تعلیم دلانے کیلئے روس بھیجا تھا کافی عرصہ کے بعد جب وہ وہاں سے تعلیم حاصل کرکے آ گیا ڈگریاں لے کر آگیا تو گھر میں ایک

دن اس کے رشتے کی بات چلی والدین نے کہا بیٹا اب تم پڑھ کر آ گئے ہو ہم چاہتے ہیں کہ آپ کی شادی کر دیں اس کے لئے ہم کوئی مناسب رشتہ تلاش کر رہے ہیں تم بھی کچھ بتاؤ تمہارا کیا خیال ہے تمہیں اگر کوئی لڑکی پسند ہو تو بتاؤ وہاں ہی بات چلا لیتے ہیں تو وہ روس کا تعلیم یافتہ انگلینڈ ہو لالاباجی آپ کیسی بے وقوفی کی باتیں کر رہے ہیں گھر میں میری نوجوان خوبصورت ہمشیرہ موجود ہے، جو میرے مزاج سے بھی واقف ہے تو آپ باہر کہاں میرے لئے رشتہ تلاش کریں گے اور پھر ایک ایسی لڑکی پکڑ کر لے آئیں گے جو میرے مزاج اور طبیعت سے واقف نہ ہو گی، وہ میرے لئے اجنبی ہو گی اور میں اس کے لئے اجنبی ہوں گا، پھر ہمارے گھر کا ماحول بھی اس کے لئے اجنبی ہو گا ان ساری پریشانیوں کی کیا ضرورت ہے، بس میری بہن ہی میرے لئے کافی ہے،

اس کا باپ یہ ساری باتیں سن کر غصے کو پی گیا اور اس نے اپنے جذبات کو قابو کر لیا. بیٹے کو محسوس نہ ہونے دیا کہ مجھے اس کی باتیں پسند نہیں آئیں، کچھ دن گزرنے کے بعد اس نے اپنے خاندان کے معزز افراد کی دعوت کی کہ میرا بیٹا بیرون ملک سے تعلیم حاصل کر کے آ گیا ہے اس کے فارغ ہونے کی خوشی میں آج سب کی دعوت ہے، چنانچہ خاندان کے معزز افراد جب کھانے سے فارغ ہوئے تو اس نے اپنے بیٹے کو سب کے سامنے بلا کر وہی رشتے کی بات دوبارہ اس سے کی، تو بیٹے نے سب کے سامنے وہی پہلے والا جواب دیا کہ میں تو شادی اپنی بہن سے کروں گا، تو اس کے غیرت مند باپ نے پورے خاندان کے سامنے اسی

وقت گولیوں سے اس کا سینہ چھلنی کر دیا۔

میرے دوستو اس قسم کے کئی واقعات سننے میں آتے ہیں، میرے دوستو یہ کوئی قصہ کہانی نہیں بلکہ ایک حقیقی واقعہ ہے، اب آپ سوچیں کہ ہم اپنی اولاد کو کہاں لے جارہے ہیں، اسی طرح کچھ سیاسی بازیگر اور کچھ پیٹ پرست مولوی اور پیر بھی لوگوں کے عقائد تباہ کر رہے ہیں، کوئی ان کو پوچھنے والا نہیں بلکہ حکومت خود ان کی سرپرستی کرتی ہے، اسی طرح نشر و اشاعت کی تمام ذرائع اور تمام کے تمام ذرائع ابلاغ مسلمانوں کا اور خاص کر نئی نسل کا دین و ایمان تباہ کر رہے ہیں، چاہے یہ ذرائع ابلاغ سرکاری ہوں، جیسے ریڈیو ٹی وی یا غیر سرکاری ہوں جیسے اخبارات اور رسائل، یہ سارے مل کر دین کی بربادی کا سامان کر رہے ہیں مگر ان کو کوئی روکنے والا نہیں۔

حکمرانوں نے ہر چیز کے محکمے قائم کئے ہوئے ہیں اور ان محکموں کے وزیروں اور افسروں کا بوجھ سرکاری خزانے پر پڑتا ہے، کیا مسلمانوں کے دین اور حفاظت کے لئے بھی کوئی محکمہ قائم کیا ہے، جس کا نام مسلمانوں کے دین کی حفاظت ہو جو جعلی مولویوں اور جعلی پیروں سے فواحش اور منکرات پھیلانے والوں سے مسلمانوں کو بچائے۔

میرے دوستو بات دوسری طرف جارہی ہے میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ عقائد کا مسئلہ بڑا اہم ہے اور عقیدے کی درستگی کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے، اسی لئے اب ارادہ ہے کہ آپ کے سامنے عقائد کا تفصیلی بیان کر دیا جائے،

تاکہ کوئی غلط فہمی میں مبتلاء نہ رہے باقی ہدایت اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے ہمارا کام صرف مسئلہ واضح کر دینا ، کوئی مانے یا نہ مانے یہ اس کی اپنی مرضی ہے منوانا ہمارے اختیار میں نہیں، آج چونکہ عقائد کے سلسلے کا پہلا بیان ہے اس لئے میں چاہتا ہوں، آج آپ کے سامنے سب سے پہلے عقیدے کی اہمیت بیان کر دی جائے۔

میرے دوستو اور بزرگو، عقیدے کی اصلاح اور درستگی بڑی اہم ہے تین وجہ سے۔

پہلی وجہ :

میرے دوستو اور بزرگو، عقیدہ انسان کے کردار اور اعمال اخلاق کی تعمیر میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے ، کیوں کہ انسان کے تمام اخلاق اور اعمال کی بنیاد ارادے پر ہوتی ہے ، اور ارادے کا محرک دل ہوتا ہے ، اور ظاہر ہے کہ دل انہی چیزوں کا ارادہ کرے گا جو دل میں راسخ اور جمی ہوئی ہوں ، اب اگر دل میں غلط خیالات اور غلط عقائد جمے ہوئے ہوں گے تو دل غلط کاموں کا ارادہ کرے گا تو انسان سے گندہ افعال اور اخلاق وجود میں آئیں گے اور اگر دل میں صحیح عقائد اور پاکیزہ جذبات ہوں گے تو دل صحیح کاموں کے پاکیزہ اخلاق کے ارادے کرے گا ، ۔ نتیجۃً بندے سے پاکیزہ کاموں کا پاکیزہ اخلاق کا صدور ہو گا۔

مثلاً اگر دل میں یہ خیالات جمے ہوئے ہوں کہ بس کامیابی مال ودولت سے ہوتی ہے، چاہے جیسے بھی حاصل کی جائے تو پھر وہ ہر طریقے سے مال ودولت جمع کرنے کی کوشش کرے گا چوری ڈاکے سے، رشوت جوئے سے، دھوکے فراڈ سے، بس اس کے دل میں یہ بسا ہوا ہے کہ پیسہ ہونا چاہئے تب میں اور میری بیوی بچے کامیاب زندگی سکتے ہیں۔

تو ظاہر بات ہے کہ وہ مال ودولت جمع کرنے کی انتھک کوشش کرے گا، اس کے مقابلے میں اگر خیالات اور عقائد دل میں بسے ہوں کہ کامیابی مال میں نہیں بلکہ اعمال میں اور اللہ تعالیٰ کے تعلق میں ہے، جتنا میرا اللہ سے تعلق مضبوط ہوگا، جتنے میرے اعمال اچھے ہوں گے اتنا ہی کامیاب ہوں گا رازق اللہ تعالیٰ ہے پالنے والا اللہ تعالیٰ ہے وہ پالنے میں میری دوکان اور ملازمت کا محتاج نہیں، ظاہری اسباب اور وسائل کا محتاج نہیں، جب اس قسم کے عقائد دل میں بسے ہوں گے تو میرے دوست سوچو ایسا شخص کبھی چوری کر سکتا ہے؟ ڈاکہ ڈال سکتا ہے؟ دھوکہ فراڈ کسی سے کر سکتا ہے؟ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، تو انسان کے اعمال اور کردار کی اصلاح میں عقیدے کی درستگی کو بڑا دخل ہے، کیوں کہ اعمال کی دارومدار ارادے پر ہوتی ہے اور ارادہ دل سے پیدا ہوتا ہے، اب دل میں جیسے خیالات اور عقائد ہوں گے دل ویسے ہی ارادہ کرے گا اور پھر ویسے ہی اعمال وجود میں آئیں گے۔

اسی حقیقت کی طرف سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا،

ارشاد فرمایا:

"أَلَا إِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ "

انسان کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہے تو سارا بدن درست ہے یعنی سارے بدن سے صادر ہونے والے اعمال درست ہوں گے اور اگر وہ بگڑ گیا تو سارا بدن بگڑ جائے گا ہاں وہ ٹکڑا دل ہے

دل اگر درست ہے اس کی اصلاح ہو چکی ہے اس کے پاکیزہ خیالات ہیں تو پھر سارا بدن درست ہوگا یعنی سارے بدن سے صادر ہونے والے اعمال درست ہوں گے، آنکھ صحیح دیکھے گی، کان صحیح سنیں گے، زبان صحیح بولے گی، ہاتھ صحیح پکڑیں گے، پاؤں صحیح چلیں گے دماغ صحیح سوچے گا غرض دل درست ہو اور اس کے خیالات درست ہوئے تو تمام اعضاء سے صادر ہونے والے اعمال درست ہوں گے اور اگر خدانخواستہ دل بگڑا ہوا ہے اس میں گندے خیالات اور فاسد عقائد جمے ہوئے ہیں تو پھر پورے بدن سے تمام اعضاء سے صادر ہونے والے اعمال فاسد ہوں گے، پھر آنکھ غلط دیکھے گی، کان غلط سنیں گے، زبان غلط بولے گی، ہاتھ غلط پکڑیں گے، پاؤں غلط سمت کی طرف چل کر جائیں گے، دماغ غلط سوچے گا، غرض دل بگڑا ہوا ہو تو سارے کام بگڑے ہوئے ہوں گے۔

اسی لئے میرے دوستو اور بزرگو، انبیاء علیہم السلام جب دنیا میں آتے ہیں تو بگڑے ہوئے معاشرے کو سدھارنے کے لئے، ان کی ساری محنت لوگوں کے دل و دماغ درست کرنے کے لئے ہوتی ہے ، دلوں کا یقین بنانے کے لئے محنت ہوتی ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تیئس (۲۳) سال کے قلیل عرصے میں صحابہ کرام کے دلوں پر محنت کر کے ان کے دلوں کی ایسی اصلاح کر دی، ایسے خیالات اور ایسے جذبات اور ایسے عقائد اور ایسا یقین دلوں میں پیدا کر دیا، کہ ایسا بگڑا ہوا معاشرہ جو بگڑنے کی انتہاء تک پہنچا ہوا تھا، تئیس (۲۳) سال کے قلیل عرصے میں وہ ایسا سنور ا اور ایسا بنا کہ اس کی نظیر آج تک چشم فلک نے نہیں دیکھی اور نہ قیامت تک دیکھے گا، کوئی فوج کا محکمہ، پولیس کا محکمہ، خفیہ ایجنسی یا جیلوں کا نظام کچھ بھی نہیں تھا مگر سالہا سال گزر جاتے تھے کسی جرم کا وقوع نہ ہوتا، اور اگر کسی جرم کا ارتکاب ہو جاتا تو مجرم خود چل کر آتا اور اپنے آپ کو سزا کے لئے پیش کر دیتا، اس لئے کہ ان کا یقین بنا ہوا تھا کہ اگر ہمارا جرم اس دنیا میں چھپ بھی گیا تو کل قیامت کے دن ظاہر ہو کر رہے گا، اور پھر ہمیں اس کی سزا بھگتنی پڑے گی۔

حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ سے زنا صادر ہو جاتا ہے، وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ مجھے پاک کر دیجئے میرے اوپر حد جاری کر دیجئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا جا استغفار کر توبہ کر، وہ تھوڑی دور جاتے ہیں بے چینی غالب ہوتی ہے
پھر آکر یہی عرض کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی جواب ہوتا ہے،
چار دفعہ یہی واقعہ پیش آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کو توبہ اور
استغفار کی تاکید کر کے واپس کر دیتے ہیں، چوتھی دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ
وسلم نے ان کو سنگسار کرنے کا حکم دے دیا، چنانچہ ان کو سنگسار کر دیا گیا، دو
صحابیوں نے اس کے بارے میں یہ کلمات کہے کہ اس شخص کے گناہ پر اللہ تعالیٰ
نے پردہ ڈالا تھا مگر اس نے اپنے آپ کو پیش کیا اور کتے کی طرح سنگسار کر دیا گیا،
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا یہ کلمہ سن لیا مگر آپ خاموش ہو گئے،
آگے آئے تو دیکھا کہ ایک گدھا مرا پڑا تھا، اور اس کا پیٹ پھولا ہوا تھا، جس کی
وجہ سے اس کی ایک ٹانگ اوپر کو اٹھی ہوئی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ٹھہر
گئے اور ارشاد فرمایا، فلاں فلاں کہاں ہیں، وہ دونوں حاضر ہوئے، تو ارشاد
فرمایا، اس مردار میں سے کھاؤ انہوں نے عرض کیا اس کو کون کھا سکتا ہے تو
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابھی تم نے جو مسلمان بھائی کی
آبرو ریزی کی تھی وہ اس سے زیادہ سخت ہے یعنی مردار کھانے سے وہ زیادہ بری
ہے، پھر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے وہ اس وقت
جنت کی نہروں میں غوطہ لگا رہا ہے۔

تو میرے دوستو یہ ساری بات یقین کی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
صحابہ کرام کے دلوں کی اصلاح کر کے ان کے یقین بنا دیئے تھے، صحیح عقائد اور

صحیح خیالات ان کے دلوں میں جمالئے تھے جس کی وجہ سے ان کے اعمال اور اخلاق اور کردار کی اصلاح ہو گئی تھی۔

تو اب تک عقیدے کی اہمیت کی پہلی وجہ بیان ہوئی، جس کا خلاصہ صرف اتنا ہے کہ اعمال اور اخلاق کی درستگی میں عقیدے کی درستگی کو بہت بڑا دخل ہے، اگر عقیدہ صحیح ہوگا دل کے خیالات اور جذبات صحیح ہوں گے تو اعمال واخلاق اور کردار بھی صحیح ہوگا اور اگر عقیدہ بگڑا ہوا ہے دل کے خیالات اور جذبات گندے ہیں تو سارے اعمال اور اخلاق بھی بگڑے ہوئے ہوں گے، اس لئے عقیدے کی درستگی کی بڑی ضرورت ہے۔

باقی انشاء اللہ آئندہ اب وقت ختم ہو رہا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين.

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دوسری تقریر

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دوسری تقریر

اصلاح عقیدہ کی اہمیت

قسط (۲)

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

" اِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ

مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ

بِاللهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا

صَدَقَ اللهُ الْعَظِيْمُ

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو،

عقائد کا بیان شروع ہوا اس سلسلے میں گذشتہ جمعے کو عقیدے کی اہمیت

بیان کرنی شروع کی تھی، عقیدہ کی اصلاح اہم کیوں ہے اس کی ایک وجہ گذشتہ جمعے کو بیان ہو چکی، آج دوسری وجہ بیان کرنی ہے۔

میرے دوستو حدیث میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْآخِرَۃِ"

کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے، انسان اس دنیا میں جو کچھ بھی کرے گا، اچھا کرے یا برا کرے آخرت میں اس کا پھل ضرور پائے گا، اور جیسا کرے گا ویسا پھل پائے گا، جیسے دنیا میں گندم بونے والا گندم ہی کی فصل کاٹتا ہے، جو بونے والا جو ہی کی فصل کاٹتا ہے، ایسا کبھی بھی نہ ہوا کہ کاشتکار نے بوئی تو گندم ہو بیج گندم کا ڈالا ہو مگر کھیت میں بجائے گندم کے جو اُگ آئیں یا جوار اُگ آئے، یا بیج تو سیب کا ہو مگر درخت آم کا اُگ جائے اور اس پر پھل آم کے لگنے لگیں۔

بالکل میرے دوستو اسی طرح دنیا میں جیسا کرے گا ویسا پھل پائے گا آخرت میں، اس لئے فرمایا:

"اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْآخِرَۃِ"

اس سے معلوم ہو گیا کہ دنیا میں انسان جتنے نیک اعمال کرتا ہے جتنی نیکیاں کرتا ہے، اور نیک کاموں کے لئے بڑی محنت اور مشقت برداشت کرتا ہے، سردی کے موسم میں وضوء کرنا، تہجد کی نماز کے لئے اپنے بستر کو چھوڑنا کتنا مشکل کام ہے مگر انسان یہ مشقت بھی برداشت کرتا ہے، شدید گرمی

کے موسم میں طویل دنوں کے روزے رکھ کر بھوک اور پیاس برداشت کرنا کتنا مشکل کام ہے، جہاد میں مال خرچ کرنا اپنی جان کی بازی لگانا کتنا مشکل کام ہے ،

غرض انسان یہ سارے مشکل کام کرنے کے لئے اپنے آپ کو کیوں تیار کرلیتا ہے ، صرف اس لئے کہ وہ سمجھتا ہے کہ مرنے کے بعد کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی میں یہ نیک اعمال میرے کام آئیں گے اور اللہ تعالیٰ ان نیک اعمال کا ایسا اجر وثواب عطاء فرمائیں گے جو میرے تصورات سے بھی بلند وبالا ہوگا، اور ان نیک اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ کے لئے جنت کی نعمتیں اور لذتیں اور خوشیاں عطاء فرمائیں گے اور جہنم کے دردناک عذاب سے میری حفاظت فرمائیں گے تو غرض دنیا میں نیک اعمال اس لئے کئے جاتے ہیں کہ ان کا بدلہ آخرت میں ملے گا۔

لیکن میرے دوستو خوب اچھی طرح سمجھ لو اور یاد کرلو اور دل میں یہ بات بٹھالو دنیا میں کئے ہوئے اچھے اعمال اور نیک اعمال کا بدلہ آخرت میں تب ملے گا جب عقیدہ صحیح ہو اور دل میں ایمان ہو، تمام نیک اعمال کی قبولیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ اعمال میری بارگاہ میں تب قبول ہوں گے جب عمل کرنے والے کے دل میں ایمان ہو اور اس کے عقائد مسلمانوں والے ہوں، دنیا میں کی جانے والی ساری محنت اور مشقت آخرت میں ٹھکانے تب لگے گی جب ایمان ہو اور عقائد درست ہوں، اور اگر خدانخواستہ عقیدہ بگڑا ہوا ہے، کہلاتا مسلمان ہے اور عقیدہ ایسا اختیار کیا ہوا ہے، جس کی وجہ سے آدمی کی ساری

محنت ضائع اور بے کار جائے گی۔

تو اعمال کی قبولیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایمان کی شرط لگائی ہے ایمان ہوا تو اعمال قبول ہوں گے، اور اگر ایمان ہوا تو کوئی بھی عمل چاہے بڑے سے بڑا کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کے دربار میں قابل قبول نہ ہوگا۔

یہ مضمون اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مختلف انداز سے بیان فرمایا ہے، اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے ارشادات میں بار بار یہ مضمون بیان فرمایا ہے۔

پہلی آیت :

"مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ
مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ
بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ"

جس شخص نے بھی نیک عمل کئے چاہے وہ مرد ہو چاہے وہ عورت ہو اور ہو وہ مؤمن تو ہم اس کو پاکیزہ زندگی عطاء فرمائیں گے اور اچھا بدلہ اس کو عطاء فرمائیں گے۔

دیکھا آپ نے اس آیت میں اعمال صالحہ کا اچھا بدلہ ملنے کے لئے مؤمن ہونے کی شرط لگائی ہے۔

دوسری آیت:

فرمایا:

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ،،

جس نے ایمان کی شرط کے ساتھ نیک اعمال کئے تو اس کی محنت کی ناقدری نہیں کی جائے گی، یعنی اس کو اپنی محنت کا پھل ضرور مل کر رہے گا۔

تیسری آیت:

,,وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا،،

جو شخص آخرت کی کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے اور ایمان کی شرط کے ساتھ اس کے لئے محنت بھی کرتا ہے تو اس کی محنت ضرور رنگ لائے گی، اس کو اپنی محنت کا پھل ضرور ملے گا۔

یہ تین بطور نمونہ کے بیان کردی گئیں ہیں ورنہ مثبت انداز میں اس قسم کی بیسیوں آیات پیش کی جاسکتی ہیں جن میں اعمال صالحہ سے پہلے لازمی طور پر ایمان کی شرط ذکر کی گئی ہے۔

سورۂ عصر میں ارشاد فرمایا:

"وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ○
اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ"

اسی طرح سورۂ تین میں ارشاد فرمایا:

"ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ○
اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ"

یہاں بھی اعمال صالحہ سے پہلے ایمان کی شرط کو ذکر کیا گیا ہے۔

یہ تو سارا اثبت انداز تھا، اسی طرح منفی انداز سے بھی یہ مضمون اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا، کہ کفار کے جتنے بھی نیک اعمال ہوں گے قیامت والے دن ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی اور ان کو کسی قسم کا بدلہ نہیں ملے گا، سورۂ کہف کے آخر میں ارشاد فرمایا:

"قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا ○ اَلَّذِیْنَ
ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ
اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا
بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا
نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا"

آپ ان کو فرمادیں کیا ہم تمہیں ایسے لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار

سے بالکل خسارے میں ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیا میں کری کرائی محنت سب ضائع ہو گئی، اور وہ نادانی کی وجہ سے اس خیال میں ہیں کہ وہ اچھا کر رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی آیات کا اور اس کی ملاقات کا یعنی قیامت کا انکار کر رہے ہیں، پس ضائع ہو گئے ان کے اعمال، تو قیامت کے روز ہم ان کے نیک اعمال کا ذرا بھی وزن قائم نہ کریں گے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز ایسے اعمال بھی بعض لوگوں کے لائے جائیں گے کو وہ اعمال جسامت کے اعتبار سے تھامہ کے پہاڑوں کے برابر ہوں گے، مگر میزان عدل میں انکا کوئی وزن نہ ہو گا۔

اسی طرح ایک اور روایت میں آیا ہے کہ عبداللہ بن جدعان ایک قریشی تھا زمانہ جاہلیت میں بڑے بڑے اچھے کام کرتا تھا لیکن تھا کافر اسلام نہ لایا، تو ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کے بارے میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یارسول اللہ عبداللہ بن جدعان نے جاہلیت میں جو نیکی کے کام کئے ہیں کیا اس کو ان کا ثواب ملے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں اَے عائشہ کیوں کے کسی دن اس نے یہ نہیں کہا، اَے اللہ میرے گناہوں کو قیامت میں بخش دے ایک اور روایت ہے کہ غزوہ بدر کے موقعہ پر ایک مشرک حاضر ہوا اور عرض کیا اَے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی تمہاری طرف سے لڑنے کیلئے چلتا ہوں تاکہ غنیمت کا مال مجھے بھی ملے یہ مشرک

بڑا بہادر تھااور اس کی بہادری بڑی مشہور تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم اللہ اوراس کے رسول پرایمان رکھتے ہواس نے جواب نہیں میرا ایمان تو نہیں ہے تو ارشاد فرمایا واپس جاؤ میں اہل شرک سے مدد کا خواستگار نہیں، دوسری مرتبہ وہ پھر آیا پھر وہی سوال وجواب ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پھر بھی اس کو اجازت نہ دی سازوسامان کی قلت اور تعداد کی قلت کے باوجود آپ کی یہ بے نیازی اور استغناء والی شان اس کے دل میں حق کے اتارنے میں بڑی مفید ثابت ہوئی تیسری مرتبہ حاضر ہو کر اس نے ایمان قبول کر لیا تو پھر اس کو اسلامی لشکر میں شامل ہونے کی اجازت ملی میرے دوستو ان آیات اور احادیث سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو رہی ہے کہ دنیا میں انسان کی نیک اعمال والی محنت آخرت میں تب کام آئے گی جب اس کا عقیدہ درست ہوا اور اسمیں ایمان ہوا اور اگر خدانخواستہ عقیدہ بگڑا ہوا ہے کافرانہ عقائد ہیں تو پھر ساری محنت ضائع اور بے کار ہو جائے گی۔

آج پوری دنیا میں غیر مسلم تنظیمیں کتنے کام کر رہی ہیں بڑے بڑے رفاہی ادارے کھولے ہوئے ہیں عیسائی آغاخانی ،بوہری اور قادیانی رفاہی کاموں میں بڑے آگے بڑھے ہوئے ہیں شفاخانے کھولے ہوئے ہیں پسماندہ علاقوں میں سکول وکالج ہسپتالیں قائم کرنا غریبوں کی بیوائوں کی مدد کرنا یہ سارے کام دیکھنے میں بظاہر بڑے خوشنما معلوم ہوتے ہیں اور ہمارے سادہ مسلمان انکے ان کاموں سے متاثر بھی ہو جاتے ہیں اور بعض پھنس بھی جاتے ہیں۔

مگر میرے دوستو ان کے ان نیک کاموں کی اللہ کی نگاہ میں کوئی قعت نہیں ایک تو اسوجہ سے کہ ان میں اخلاص نہیں وہ اللہ کیلئے نہیں کرتے اللہ پر ایمان نہیں تو اللہ کیلئے کیا کریں گے بلکہ اس کے پیچھے دینوی اغراض ہوتی ہیں بعض اپنی شہرت چاہتے ہیں دنیامیں نام چاہتے یا اور کوئی سیاسی فائدہ حاصل کرنا ہوتا ہے آغاخانی چترال میں گلگت کے علاقے میں پانی کی طرح پیسہ بہارہے ہیں، ان کے دل میں غریبوں کا درد نہیں ہے بلکہ وہ وہاں آغاخانی اسٹیٹ قائم کرناچاہتے ہیں اور ہمارے ناعاقبت اندیش حکمران اور امریکہ کے اشاروں پر ناچنے والے حکمران جب بھی آغاخان آتا ہے تو اوپر سے لیکر نیچے تک سارے کے سارے دیدہ و دل فرش راہ کردیتے ہیں اور ان کے استقبال کی تصویریں اور خبریں جب اخبارات اور ٹی وی میں آتی ہونگیں تو بتایئے سادہ لوگ عوام کیجی سوچ سکتے ہیں کہ آغاخانی اور اسماعیلی کافر ہیں عوام تو یہ سمجھتے ہونگے کہ ہمارے صدر صاحب ہمارے وزیراعظم صاب انکا اتناشانداراستقبال کررہے ہیں یہ تو بڑے معزز لوگ معلوم ہوتے ہیں یہ کافر کہاں ہوسکتے ہیں۔

بہر حال ایک تو ان میں اخلاص نہیں ہوتا جس کی وجہ سے انکے اچھے اعمال اللہ کی نگاہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے اخلاص تو نیک اعمال کی قبولیت کیلئے ایسی لازمی شرط ہے کہ اگر مسلمان کی نیکی میں بھی اخلاص نہ ہو تو وہ اس کے منہ پر ماردی جاتی ہے چہ جائیکہ کافر کے اعمال میں اخلاص نہ ہو اور وہ قبول ہو جائیں یہ کیسے ہوسکتا ہے دوسرا امیر ہے:: ستو اعمال کی قبولیت کیلئے ایمان شرط ہے ایمان نہ

ہوا عقیدہ درست نہ ہوا تو جتنے بھی نیک اعمال کرے گا چاہے دیکھنے میں وہ کتنے خوبصورت ہی کیوں نہ ہو، اللہ کے دربار میں ان کی کوئی حیثیت نہ ہوگی پیچھے آپ قرآن کی آیات اور احادیث سن چکے ہیں کہ کافروں کے اعمال قیامت والے دن تولے ہی نہیں جائیں گے،

"فَلاَ نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْناً"

وجہ اس کی یہ ہے کہ کافر اللہ تعالیٰ کے باغی ہیں جیسے حکومت کا باغی ہوتا ہے بغاوت اتنا بڑا جرم ہے کہ اس کی وجہ سے ساری خوبیوں پر ساری اچھائیوں پر پانی پھر جاتا ہے بہت بڑا سائنسدان ہے اور بڑے بڑے قابل فخر کارنامے سرانجام دیتے ہیں ملک وملت کی بڑی خدمت کی ہے مگر ایک مرتبہ بھی اسکا جرم بغاوت ثابت ہو جائے یا راز فاش ہو جائے کہ یہ تو بھارت کے ساتھ دشمن کے ساتھ اندر سے ملا ہوا تھا تو بتایئے اسکی کیا سزا ہوگی کیا کارناموں کی وجہ سے اس کو برداشت کر لیا جائے گا یا تختہ دار پر لٹکا دیا جائے گا جرنل ظہیر الاسلام عباسی اور ان کے ساتھی ابھی تک جیلوں میں سڑ رہے ہیں کتنی خدمات ہیں ان کی اور ملک کا کتنا پیسہ لگا تھا ان کو جرنل کے عہدے تک پہنچانے کیلئے مگر صرف بغاوت کا شبہ ہوا بغاوت بھی ملک کے خلاف نہیں تھی بلکہ کرپٹ حکمرانوں اور ظالمانہ نظام کے خلاف تھی مگر پھر بھی صرف شبہ کی وجہ سے ساری خدمتوں پر پانی پھر گیا اور ابھی تک جیل میں پڑے ہوئے ہیں۔

تو میرے دوستو جب دنیا کے چھوٹے چھوٹے بادشاہ انسان ہو کر بھی

اپنے خلاف بغاوت والے جرم کو برداشت کرنے کیلئے تیار نہیں تواللہ تعالیٰ
جو ساری کائنات کابادشاہ ہے جو ساری کائنات کاپیدا کرنے والا ہے وہ اپنی مخلوق
کابغاوت والا جرم کب برداشت کر سکتا ہے توکافر اللہ تعالیٰ کے باغی ہیں اسلئے ان
کے نیک اعمال کی اللہ کے ہاں کوئی وقعت نہ ہوگی اور نہ ہی انکو آخرت میں اس
کابدلہ ملے گاہاں کافر جتنے اچھے کام کرتا ہے جتنے رفاہی کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ ان کا
بدلہ اس کو دنیامیں ہی عطاء فرمادیتے ہیں۔

مال ودولت کی فراوانی کی صورت میں شہرت اور عزت کی صورت
میں صحت اور تندرستی کی صورت میں مختلف صورتوں میں ان کو اعمال کا بدلہ
ملتار ہتا ہے جب آخرت میں پہنچیں گے تو بالکل خالی ہاتھ ہوں گے تو ان کو ہمیشہ
ہمیشہ کیلئے جہنم میں ڈالدیاجائے گاہمارے کچھ کمزور عقیدے اور یقین والے
مسلمان کافروں کی عیاشیوں اور خوشیوں اور لذتوں اور مزوں کو دیکھتے ہیں تو ان
کے منہ میں پانی آجاتی ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ
وسلم کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا:

"وَلاَ تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهٖ اَزْوَاجاً
مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ"

آپ ان کے دینوی سازوسامان کو مت دیکھیں یہ چندروزہ دنیاکی رونق
ہے جو ہم نے ان کو فتنے میں ڈالنے کیلئے اور آزمانے کیلئے دی ہے توکافروں کو سب

کچھ یہاں دنیا میں مل جاتا ہے آخرت میں ہمیشہ کیلئے جہنم ان کا مقدر رہے گی۔

تو میرے دوستو یہ بچارے تو رحم کھانے کے قابل ہیں ان کو پتہ نہیں کہ ہمارے ساتھ کیا ہونے والا ہے جہنم کا ایک جھونکا دنیا کے سارے مزے اور دنیا کی ساری لذتیں بھلا دے گا۔

بہر حال آج کی پوری تقریر کا خلاصہ یہ ہوا کہ عقیدے کی اصلاح اور درستگی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ عقیدہ درست کرنا اس لئے ضروری ہے تاکہ ہمارے نیک اعمال اللہ کے دربار میں قبول ہو جائیں اور دنیا میں کی ہوئی محنت آخرت میں ٹھکانے لگ جائے اور ہمیں اپنے اعمال کا اجر و ثواب اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کی خوشیوں کی صورت میں مل جائے اور اگر خدانخواستہ عقیدہ درست نہ ہوا تو ساری محنت بیکار اور ضائع ہو جائے گی۔

آخری بات :

آخر میں یہ بھی سمجھ لیں کہ جس طرح کفر کے ساتھ کئے ہوئے نیک اعمال اللہ کے دربار میں قبول نہیں ہوتے اسی طرح ایک آدمی مسلمان ہو اور اس نے بڑے نیک اعمال کئے ہوں، نماز روزوں اور حج زکوۃ صدقات و خیرات کے انبار لگا دیئے ہوں مگر بعد میں وہ کافر ہو جائے مرتد ہو جائے، کوئی کلمہ کفر کا زبان سے نکال لے۔ تو سارے نیک اعمال برباد ہو گئے اور کھاتا صاف ہو گیا اب اگر توبہ

بھی کرلی اور مسلمان ہو گیا تو دوبارہ حساب شروع ہوگا، نئے سرے اعمال کرے گا پہلے سارے اعمال ضائع اور برباد ہو گئے۔

اسلئے میرے دوستو بڑے ڈرنے کی بات ہے فتنوں کے اس دور میں دین سے دوری کی وجہ سے کئی جدید تعلیم یافتہ اور کئی دیھاتی ان پڑھ اسلامی حکامات کا مذاق اڑاتے ہیں داڑھی رکھنے کیلئے کہو تو کہتے ہیں داڑھی تو بکرے کی ہوتی ہے العیاذ باللہ، نماز کو اٹھک بیٹھک کا نام دیتے ہیں روزے رکھنے کیلئے کہو تو کہتے ہیں روزہ تو وہ رکھتے ہیں جس کے گھر میں کھانے کیلئے نہ ہو۔

یاد رکھو اسلام کے کسی چھوٹے سے چھوٹے کا حکم کا مذاق ازانا بھی کفر ہے چہ جائے کہ نماز روزے کا مذاق اڑایا جائے اسی طرح بعض نوجوان بیرون ملک جانے کے شوق میں کاغذات میں اپنے آپ کو قادیانی لکھوالیتے ہیں اور دل میں یہ خیال ہوتا ہے کہ بعد میں توبہ کرلیں گے بعض زکوۃ سے بچنے کیلئے اپنے آپ کو شیعہ لکھوانے پر تیار ہو جاتے ہیں ان ساری صورتوں میں ایک تو نیک اعمال ضائع اور برباد ہو گئے دوسرا موت کا کوئی وقت مقرر نہیں اس حالت میں موت آئی تو کفر کی حالت میں دنیا سے گئے اور ہمیشہ ہمیشہ کی جہنم والی سزا کے مستحق ہو گئے تو دنیا کے چند ٹکوں کیلئے ہمیشہ کی تباہی اور بربادی مقدر بن گئی۔

بہر حال میرے دوستو عقیدے کی اصلاح اور پختگی بڑی ضروری ہے اپنی اور اپنے بیوی بچوں کے عقائد درست کرنے کی اور ان کو عقائد میں پختہ بنانے کی ہر حال میں کوشش کریں ورنہ ایک وقت آپ روئیں گے مگر وہ رونا کام نہ

آئے گا وقت گزر چکا ہو گا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

نوٹ:

عقائد کے موضوع پربات چل رہی ہے انشاء اللہ وہ ساری تقاریر جلد ثالث کی صورت میں آپ کے سامنے پیش کردی جائیں گی آپ سے دعاؤں کی درخواست ہے دعاء فرمائیں اللہ تعالیٰ آسانی فرمائے اور جلد از جلد اس کی طباعت کا انتظام فرمائے۔

مکتبہ فریدیہ
ای سیون اسلام آباد۔ پاکستان
051 - 2853178 | 0306-8139566
maktabafaridia456@gmail.com